قال الله تعالیٰ انا فتحنا لك فتحاً مبیناً

الحمد لله کہ کتاب نایاب و مستطاب مشتمل علم عقاید توحید فقہ شافعیہ و تصوف [illegible]

و بہ زوائد مسائل و فوائد کثیرہ الموسوم بہ اسم تاریخی فیض شافعی المبین

والمسمّٰی بہ

الفتح المبین و الجوہر الحسین

ترجمہ خادم العلماء

الشیخ صالح باحطاب

یافتہ سند درجہ مولوی و مولوی عالم [illegible] فاضل و مولوی کامل صدر مدرس [illegible] مددگار مفتی جمعیت

ترجمہ

در الثمین فی اصول الشریعہ و فروع الدین

مؤلفہ

نادر الزمان و عمدۃ الاوان جامع فنون معقول حاوی علوم منقول

حضرت مولانا المرحوم شیخ سالم باحطاب صاحب قدس الله سرہ و نفعنا ببرکاتہ آمین

مطبوع عماد پریس حیدرآباد دکن

انتساب

میں اس تالیف کو عالیجناب معلی القاب ذو المجد والکرم
صاحب سیف و قلم میجر جنرل نواب عثمان یار الدولہ بہادر
کمانڈر افواج باقاعدہ سرکار عالی کے نام نامی اسم گرامی
سے بلحاظ ان کی علمی قدر دانیوں کے جو اس ہیچمند سے
رہا کئے ہیں معنون کرنیکی عزت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز

شیخ چاند

صفحہ

فہرست مضامین

الفتح المبین والجوہر الحسین

عقاید توحید

صفحہ	مضمون
	خاتمہ
	مبادیٔ تصوف

تمت

دیباچہ مترجم

خدا را کنم بر سرِ نامہ یاد   کہ بر بندہ درہائے معنے کشاد

حمد و ثنائے بے پایان۔ اوس خالقِ کون و مکان کو لائق و سزاوار ہے جس کی عظمت و کبریائی پر غور کرنے سے دیدۂ ادراک اور چشمِ بصیرت وامندہ و حیران ہے اور جس کے ابدی کمال کی ماہیت کماہی دریافت کرنے سے انسانی خیال کا محدود حوصلہ ناکام سراسیمہ و پریشان ہے۔ اوس کریم کارساز کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ جس کے کریمانہ الطاف کا شکریہ ادا کرنے سے ترجمانِ گویائی قاصر البیان ہے۔ عزت کے لایق و شایان وہی ذاتِ یگانہ صفات ہے۔ حمد و ثناء کا مصداق وہی خالقِ ارض و سماوات ہے۔ پروردگار ایسا قادر و قیوم وحدہٗ لا شریک خدا ہی جس کی ذات کو ابدی دوام۔ اور بقائے مُدام ثابت ہے۔ بیشمار درود اور بیحد سلام۔ اوس رسولِ خیرا لانام۔ سرورِ کائنات۔ فخرِ موجودات۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جن کی رسالت

ایمان لانا بحکم لِتُؤمِنُوا باللّٰہِ و رسولہ وسیلۂ نجات ہے۔ اور جن کی اطاعت بفرمان
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اصل الاصولِ حسنات ہے۔ نیز آپ کے آلِ اطہار و اصحابِ ابرار
پر بھی - اما بعد - ہیچمدانِ خلائق بندۂ بے بضاعت - زیر بارِ معصیت -
ابوالخیر شیخ صالح باحطاب (مولوی کامل) ابن العلامہ الفاضل والملاذ
الکامل حضرۃ سیّدی وسندی مولانا الشیخ سالم باحطاب
عفی اللہ عنہما وافاض سحائب الفضل علیہما برادرانِ ملت کی عالیخدمت میں مُسلَّم
نظریہ عرض کرتا ہے کہ نجاتِ ابدی اور سعادتِ سرمدی۔ اوسی زبان کا حصہ ہے
جو توحید کا اقرار کرے حقیقی رِفعت وعزت اوسی انسان کا حق ہی جو سرچشمۂ علم
کو جاری کرے۔ میرے اِس دعوے کی دلیل۔ یا اِس اِجمال کی تفصیل اگر مطلوب
ہو تو ارشادِ یرفعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمنوا منکم والذین اُوتُوا العِلمَ دَرَجاتٍ
موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے روشن خیالوں کو عین خوشی اور بیحد مسرت
ہوتی ہے کہ چمنستانِ علم کے غنچوں سے ہر گلچین کا دامن بھرپور۔ اور اوس کے
دلکش ترانوں سے بنی نوعِ انسانی کے کان ہمیشہ آشنا و معمور رہیں۔ ظاہر ہے کہ
دولتِ علم کو ابتدائے آفرینش سے جو شرف و قبولیت میسر ہے۔ اوس کو
آج تک بڑے بڑے صائب خیال للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں
ع کہ بے علم نتواں خدارا شناخت۔

پس نعمتِ عَلَّمَ الانسان نصیب ہوتے ہی ہر انسان کا فرض ہے
کہ بقدرِ استطاعت اپنے بنی نوع کی امداد و رہبری فرمائے۔ کیونکہیں
خیر دائم بضاعتِ علم کی اشاعت وتعمیم بھی جب منجملہ حسنات کے ہے تو اوس کا
صلہ بھی بقدرِ خلوص وہمدردی ضرور ملتا ہے۔ ارشاد باری ہے مَن جَاءَ
بِالحسنۃِ فلہٗ عشرُ اَمثالِھا (ایک نیکی کا بدلہ دہ چند ہے) الحاصل

بنظرِ الدَّالُّ علی الخیرِ کفاعلِہٖ ۔ میرے بعض مخلص احباب اور خصوصاً حاوی فضائل و خصائل حمیدہ جامع اخلاق طبعیہ و اکتسابیہ قدردان علماء و فضلاء عالیجناب فیض انتساب میجر ناصرین جان نثار یار جنگ صاحب ابی اللیل نے اخوانِ ملت کی ناگفتہ بہ حالتِ زار کو محسوس فرماتے ہوئے بفحوائے خیر النّاس من ینفع النّاس بارہا اصرار فرمایا کہ بلحاظِ ضرورتِ وقت شوائق کیلئے خاص بزبانِ اردو دینیات میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو ضروری مسائل کی بالتمام جامع اور کامل طور پر اعتقاداً و فروعاً حاوی ہو۔ لیکن اتفاق سے وقت کی یاری اور فراغ بالی کا نام ہی نابود ہے۔ قسمت سے حوادثاتِ زمانہ نے اسیر و رہین بنالیا ہے ۔ دائرۂ افکار کا محیط اس قدر مستحکم ہے کہ مرکزِ فکر سے نجات پانا محال سا نظر آتا ہے ۔ خیر

لِلّٰہِ الحمدُ علیٰ کُلِّ حالٍ

گردشِ ایام نے گرچہ پیسا ہمیں اس پہ بھی شاکر ہیں ہم لیل و نہار

علاوہ ازیں حقیقی اعتراف تو یہ ہے کہ اس عاجز کے یہاں ۔ علمی پونجی ہی اتنی کہاں ۔ کہ برادرانِ ملت کی کچھ ضیافت کیجا سکے ۔ ظاہر ہے کہ گدا کیا سخاوت کرے ۔ لیکن اتفاق سے اواخر ۱۳۴۵ھ ہجری میں مسافرِ عمر نے اکیسویں منزل طے کر کے جب حسب سلسلۂ نظامیہ تحصیلِ علومِ مشرقیہ و تتمیم فنونِ عربیہ کی بالتمام تکمیل کر چکا تو احباب کا اصرار فرمائشوں کا ہجوم کچھ حیلہ ہی چھپنے کیلئے نہیں چھوڑا ۔ ڈرتے ڈرتے کچھ قدمِ عزم و خیال آگے پیچھے ہونے لگا ۔ لیکن عنانِ قلم صدائے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ بلند کرتے ہوئے کہہ پڑی کہ اپنی قوم کی خدمت ثواب فرض ہے ۔ دیکھا کہ تالیفِ جدیدہ سے تو باعتبار محقق مسائل کی جامعیت اور ضروری مقاصد و فوائد کے استیعاب کے کوئی کتاب شوائق کیلئے اعتقاداً و فروعاً دُرُّ الثّمین سے بہتر اور مفید تر میری نظر میں نہیں جو

وحید العصر فرید الدہر جامع المعقولات حاوی المنقولات سیدی وسندی مولائی المحترم والدی المعظم حضرت مولانا العلامۃ الشیخ سالم باخطاب نفعنا اللہ ببرکاتہ کی مؤلفہ ہے جس کی توصیف وتعریف سے قلم قاصر۔ زبان عاجز ہے۔ اس لئے باجازتِ حضرت مؤلف علامہ میں نے کتابِ مذکور کا ترجمہ اس طریقے سے شروع کیا کہ ہر فصل کے اختتام پر مؤلف علام کو ترجمہ عبارت اور مکرر اوس کی عربی کرکے سنا دیتا چونکہ صاحبُ البیتِ اَدْرٰی بما فیہ مسلم ومشہور ہے اس لئے حضرت مؤلف علامہ ہر عبارت کے مفہوم ومنطوق پر غور فرما لیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ محض تحت اللفظی ترجمہ کرنیکی ہم نے چنداں کوشش نہیں کی ہے۔ کہیں تو ہم نے اَدَق مسائل کو مزید شرح وبسط کیساتھ لکھدیا ہے اور کہیں اصلی اختصار کو ہی ملحوظِ خاطر محض اس لئے رکھا ہے کہ اگر قلمِ بسط وتفصیل کو اجازت دیجاتی تو شاید ہی یہ کنز جامع موجودہ ضخامت سے کئی چند ہو کر ختم ہوتا۔ البتہ معاملات وغیرہ کے ضروری ابواب وفصول جیسے مناکحات طلاق فرائض وصایا وغیرہ کا ذکر مذہب کے منتہی کتب کے حوالوں کیساتھ ہمنے کردیا ہے۔ اور عام طور پر بھی جا بجا ضروری مسائل کا اضافہ نظر آئیگا۔ حصۂ توحید میں بعض ایسے گرانقدر مضامین بھی درج ہیں جو کاملین فن سے تعلق رکھتے ہیں معمولی قابلیت والوں کیلئے نہیں اس لئے ایسے مضامین یا تو قوسین میں کردئے گئے ہیں ویا صفحہ میں خطِ مستقیم ابتداء اور انتہاء میں دیدیا گیا ہے تاکہ عوام کو پریشانی لاحق نہو۔

اعتذار

حضرات زبانِ اردو کا نہ مجھے دعویٰ ہے اور نہ اردو میری آبائی زبان ہے

نہ یہہ کتاب انشاء پردازی میں لکھی ہے۔ اس لئے صرف زبان دانوں سے التجا ہے کہ اگر کوئی عبارت رکیک یا خلافِ قواعد معلوم ہو تو ازراہِ کرم اس پر دامن ستر وعفو ڈالدیں البتہ اگر کچھ اغلاط نفسِ مطلب میں سہوِ بشریت سے بمقتضائے رکّب الانسان من الخطاء والنسیان نظر آئیں تو ناچیز کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں نعم ما قیل؎

اِنْ تجد عیبًا فسُدِّ الخللا ۔۔۔ جَلَّ مَنْ لَاعیبَ فیہِ وعلا

یعنی اگر کچھ غلطی نظر آئے تو اوس کو درست کر لیجئے۔ بے عیب تو صرف وہی خدائے ذوالجلال ہے۔

وقیل

مَنْ ذَا الذی تُرضی سجایاہ کلہا ۔۔۔ کفی المرءَ نبلًا ان تعد معائبہ

لِلّٰہِ الحمد والمنّہ

کہ ہماری توقع خاطر خواہ ٹھکانے لگی اعزّہ واحباب کا اصرار بھی حسبِ خواہش بہرہ ور ہو چکا ؏

(شکر کہ جمّازہ بمنزل رسید) ـــــ کہ بعجلت ممکنہ بعرصئہ پانچ ماہ سعیٔ ممکن صرف کرنیکے بعد کتاب تکمیل واختتام کو پہونچی جس کا عنوانی نام الفتح المبین والجوہر الحسین ؛ ترجمہ الدّر الثمین رکھا گیا۔ اور طبع واشاعت کا تاریخی نام "فیضِ شافعی" رکھا جا کر قوم کی خدمت میں اس التجا کیساتھ پیش کیا جاتا ہے ۔
١٣٥١

چو حرفے پسند آیدت از ہزار ۔۔۔ بمردی کہ دست از تعنّت بدار

خوف ہے کہ حسد کی آنکھ سادہ لوحوں کو استفادہ حاصل کرنے سے اندھے اور محروم نکردے واللہ ولیّ التوفیق۔ مخفی مبادکہ مترجم تابع اور مصنف ہی مختار ہوتا ہے۔

اِس بارِ گران کی برداشت میں زیادہ تر خیال زادِ معاد کا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہہ ہیچمند کسی اور طریقے سے کما ینبغی کیا نیکی کما سکتا ہے۔ نہ مال ودولت ہے نہ جاہ وحشمت۔ بس یہی نذرِ محقر بصد عجز و نیاز دربارِ ایزدی میں پیش اور جزائے موفور کی قوی توقع اوسی واھب العطیات سے ہے۔ فقد قیل

برباد جائے نیکی یہہ امکان ہی نہیں   خالق بھی اجر دیتا ہو انسان ہی نہیں

کان ذٰلِك كله بسعادة عهد جلالة الملك الجليل ؛ والسلطان النبيل ؛ ذی الفضل الجزیل ؛ والمجد الاثیل ؛ سُلطانِ الاسلام و المسلمین ؛ ناصر الملة والدین ؛ سُلطانُ العلوم اعلٰحضرة

النواب میر عثمان علیخان بهادر خلد الله ملکه

واجری فی بحر المراد فلکه ؛ واطال عمره ؛ وحرس مجّله ؛ ولا زال السعد له خادما ؛ والعز بابوابه ملازما ؛ اللهم واحفظه بعينك التی لا تنام ؛ واكنفه واولاده بكنفك الذی لا يُرام ؛

آمین

التماس

اِس کتاب کے پڑھنے والوں سے التماس ہے کہ صلاح و فلاح دارین کیلئے مؤلف مترجم ساعی معین کو دعائے خیر سے فراموش نفرمائیں

انشاء اللہ المستعان بشرطِ فرصت وزندگی اگر مشیتِ ایزدی اجازت دے تو صرف یہی نہیں بلکہ قوم کی خدمت میں اور بھی بہت کچھ پیش کیا جائیگا ؛ کبھی فرصت سے سن لینا بہت ہے داستاں میری اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الاِصلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ؛

احقر عباد اللہ الملک الوہاب

الشیخ صالح بن سالم باحطاب کان اللہ لہ یوم المآب

بارکس جمعیت نظام محبوب بلدۂ حیدر آباد دکن

صدر مدرس و مددگار مفتی میسرم رجمنٹ

قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا ؕ

دیباچہ مؤلف

مقدور کب ہمیں ہے ترے وصفوں کی رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

سب تعریف اور جملہ خوبیاں اوس خدائے واحد و ذو الجلال کیلئے لائق و سزاوار ہیں جو اپنے جلال ذاتی میں متوحد اور اپنی شانِ جبروتی میں ہر قسم کے نقص و عیوب سے منزہ ہے اور جس کی شان فعال لما یرید کی مُعلِن ہے عظمت و کبریائی کا یہہ حال کہ اوس کے حکم و قضاء کو رد کرنیوالے یا اوس کی دین گیوں کو منع کرنیوالے کا وجود ہی نہیں - درود نا محدود اور سلام غیر معدود اوس ذاتِ ستودہ صفات اشرفُ المخلوقات سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفی (علیہ افضل الصّلوات والتحیات) پر ہو نیز آپ کے آل و اصحاب پر بھی جب تک کہ فلکِ اطلس یعنی عرشِ بریں محور پر اپنے آسمانوں میں دائم و قائم رہے بعد حمد و صلوٰۃ کے

ہیچمیندانِ خلائق بندۂ بے بضاعت الشیخ سالم بن صالح باجطاب العلوی النعمانی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمن انتمی الیہ وذوی الحقوق علیہ ومحبیہ اللطیف الغنی اخوان ملت سے عرض پرداز ہے کہ سپاہ سالار قوم رئیس العرب نواب جان نثار یار جنگ (عوض بن سعید ابی اللیل) مرحوم ومغفور نے اپنی اخیر زندگی یعنی آواخرِ شعبان المکرم سنہ ۱۳۲۲ ہجری میں احقر سے یہ فرمائش کی کہ احکامِ شرعیہ کے چند ایسے اصول وفروع جن کا جاننا ہر مسلمان پر ضروری ولازمی ہو انکو زیورِ تحریر سے آراستہ کر کے خاص سوال وجواب کے طریقے پر اُن کی جلوہ افروزی کیجائے تاکہ اُن کے یاد کرنے اور سمجھنے میں طلبہ کو سہولت ہو اِس لئے کہ صاحب موصوف کا یہ عزم بالجزم تھا کہ اِس کتاب کو مدرسہ عربیہ جمعیت نظام محبوب میں شریک درس اور شامِل نصاب کردیں اِدھر حقیقت یہ تھی کہ صاحب معز کا ارشاد ضروری اور لائق تعمیل محض اس لئے سمجھا جاتا تھا کہ ممدوح احقر سے کامل تر دلی محبت اور کمترین کی بیحد تعظیم قلبی فرمایا کرتے تھے قلبی کی قید اِس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ تعظیم ومحبت لولا کے جواب میں واقع تھی {قاعدۂ لولا لفظ لولا کا خاصہ یہہ ہے کہ اوس کی ایک شرط ہوتی ہے اور ایک جواب لیکن اس کی شرط پائی جانے کیوجہ سے اوس کا جواب نہیں پایا جاتا ہے مراد اِس جملہ سے یہہ ہے کہ حضرت مؤلف کے مخالفوں کی ایک جماعت ایسی تھی جنکی وجہ سے صاحب موصوف تعظیم ومحبت ظاہرانہ فرماتے تھے اگر وہ جماعت نہ ہوتی تو ضرور تعظیم ومحبت بظاہر بھی ہوتی اور اِس تقیہ کی ضرورت باقی نہ رہتی} الحاصل صاحب موصوف کے اصرار پر میں نے اپنی قوت حافظہ کے زور سے چند مسائل جمع تو کر دئے لیکن ابھی وہ نظرِ ثانی اور مہذب ومرتب بھی نہ ہونے پائے تھے کہ یکایک روز شنبہ نو شوال المکرم سنہ ۱۳۲۲ھ کو موصوف نے اِس دنیائے فانی سے دارِ بقا کو کوچ فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون بس یہ پر درد دلسوز وجانگداز واقعہ ہونا ہی تھا کہ میں نے اِس مجموعے کو ترکِ ونسیان کے زاوئے میں قطعاً ڈالدیا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ علومِ دینیہ کی آگ سرد شدہ ہے اور

دین کے انصار و معاونین بھی بیٹھ دے چکے ہیں۔

لیکن مشیتِ ایزدی کا تقاضہ ہی کچھ اور تھا نتیجہ یہ نکلا کہ میرے تین مخلص احباب اس مجموعے سے مطلع ہوگئے احدہم السید الفاضل ذو النفس الزکیہ والہمۃ الہاشمیہ والسلالۃ الحسینیہ والنسبۃ العلویۃ والاہمۃ العیدروسیہ عبد القادر بن احمد بن علوی العیدروس پس ان ہر سہ اصحاب نے اس مجموعے کے اتمام و اختتام کیلئے میری ہمت بڑھانے لگے اور اس سراپا کارِ خیر کی جزائے کثیر و ثواب جزیل کی احقر کو بعید ترغیب دلاتے رہے بریں ہم میں ایک قدم بڑھاتا اور دوسرا پیچھے محض اس لئے ہٹاتا رہا کہ میری پونجی بہت کم اور قدرت و استطاعت کالعدم ہونیکے علاوہ مصائب و حوادثاتِ زمانہ کے سمندروں میں غرق و پریشان اس قدر تھا کہ جنکے بیان سے نقشِ قلم عاجز اور زبانِ مقال قاصر ہے۔ مزید برآں آزمائش و ابتلاء اس درجہ کہ گویا جب جب زمانہ مجھکو تکلیف و اذیت دینے سے کچھ غافل ہوجاتا تو میرے ابنائے جنس اوسکو ابھارتے اور یاد دلادیتے بس یہ حالت و کیفیت پر مُدام اس طرح رہا کیے کہ مجھکو تکلیف و اذیت دینے سے دست بردار رہنا گویا اون کی عادت کے خلاف ہوگیا۔ لیکن قسم بخدا میرے ابنائے جنس کا میرے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا بلا وجہ کیا ہے بلکہ اقتضائے سبب یعنی میرا علم تو اونکی رفتار کے عکس یعنی محبت و تعظیم علمی کا مستحق تر تھا حقیقتاً اس قسم کے حرکات کی یہ تھی کہ بعض تو محض حسد کیوجہ سے کیا کرتے اور اکثر اپنے متبوع حاسدوں کی اتباع اور تقلید کرتے۔ لیکن فقہائے کرام کو خدا جزائے خیر دے کہ وہ حاسد کی شہادت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ الحاصل ان نادان اعداء کی وجہ سے زمانہ مجھ پر اپنے انواع و اقسام کے مکاید سے مجسم جنگ و جدال بنگیا ہے لیکن مجھے اپنے پروردگار کے فضل و امتنان سے قوی امید ہے کہ یہ دنیوی تکالیف میرے سیئات کے بدلے عقوبتِ معجلہ ہو چکے ہیں اور یہ دعا و رجاء ہے کہ بعد الممات پھر کسی قسم کی عقوبتوں کا

اعادہ نہوگا۔ اور میرا اونکا انصاف خدائے عزوجل کے ہاتھ ہی۔ پھر خدائے تعالی سے اس مجموعے کی نسبت استخارہ کرنے پر میرے دل میں یکایک یہ خیال فرحت آمیز و مسرت انگیز گزرا کہ عزم راسخ الاعتقادی کی سواری کو اپنے مخلص دوست احباب کے اصرار کیطرف محض اس رغبت اور امید کے خیال سے منعطف کروں کہ حسرت وفاقہ یاس و نا امیدی کے دن کچھ اس کا خیر کا بدلہ ملجائے۔ اور حق کا ایصال مستحقوں کی طرف ہوجائے۔ اور میرے ابنائے جنس بسبب حسد کے مجھکو جو کچھ تلخ جام پلائے ہیں اوسکو قصداً بھول کر اور جو کچھ میرے ساتھ ظلم و تعدی و اذیت رسانی کئے ہیں جسکا وبال انھیں پر عاید ہی اوس سے عمداً تغافل کر کے یہ بھی خیال کیا کہ حتی المقدور اپنے بنی نوع کی کچھ صلۂ رحمی ہوجائے کسی شاعر جید کا شعر بھی مجھے یاد پڑا مقتضائے للہ درہ ما اجل قدرہ

وَاِنَّ الَّذِیْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ بَنِیْ اَبِیْ ۔۔۔ وَاَهلِ دِیَارِیْ کَانَ مُختَلِفًا جِدًّا

اِذَا اَکَلُوْا لَحْمِیْ وَفَرْتُ لُحُوْمَهُمْ ۔۔۔ وَاِنْ هَدَمُوْا مَجْدِیْ بَنَیْتُ لَهُمْ مَجْدًا

یعنی میرے اور میری قوم و اہل دیار کے مابین نہایت ہی اختلاف یہ تھا کہ جب وہ میری غیبت و نمیمت اور مذمت کرتے تو میں اونکی مدح و ستائش کرتا اور جب وہ میری مجد و بزرگی کے علمی عالیشان قصروں کو منہدم کر دیتے تو ان کیلئے دوسرا بنا دیتا۔ اور اس قسم کی تکلیف دہی اور متفقہ طور پر اذیت رسانی کیلئے انھوں نے جو کچھ اجتماع و اتفاق کیا تھا نہ اوسکی پرواہ کرتا اور نہ التفات کیونکہ میرے دل میں یہ کالنقش فی الحجر تھا کہ ما کان و ما یکون اوسی واحد قیوم کی قضاء و قدر سے ہے۔ نیز چونکہ میرے ابنائے جنس اس قسم کے حرکات اجتماعی حیثیت سے کرنیکی وجہ سے جمع کے حکم میں ہیں سُن لیجئے کہ بحسن اتفاق جار اللہ زمخشری کا خیالی مجسمہ بھی میرے سامنے آگیا اور متنبہانہ لہجے میں تسلی کیلئے یہ شعر پڑھ سنایا۔

اَنَّ قَوْمِیْ تَجَمَّعُوْا ۔ وَبِقَتْلِیْ تَحَدَّثُوْا ۔ لَا اُبَالِیْ بِجَمْعِهِمْ ۔ کُلُّ جَمْعٍ مُؤَنَّثٌ

یعنی میری قوم جمع ہوکر میرے قتل کرنیکا شور و مشورہ تو کی ہے لیکن مجھے ان کے اجتماع کی پرواہ نہیں کیونکہ یہ مسلم قاعدہ ہی کہ ہر جمع (تکسیر) مؤنث ہوتی ہی۔ الحاصل میں نے

رسالۂ ہذا بطریقۂ سوال و جواب جمع کی ہے جو نہایت ہی وافی۔ مفید اور کافی اصول و فروع دین کی مرضِ جہالت کا علاج شافی ہی۔ پس للّٰہِ الحَمدُ والمنّۃ کہ مقصد بر آیا بڑی خوبی یہ کہ عبارت نہایت سلیس اور اسقدر صاف کہ اوسکی خوبیوں کے خوشے بھرپور ہونیکی وجہ سرنگوں ہیں حالت یہ ہے کہ گہر ریز قلم الفاظ کی بلند و برتر عمارت میں معانی کے نفیس و سربلند منبروں پر ایستادہ ہوکر پروردگار کی حمد و ستائش اور نبئ برحق کی ستائش کرنیکے بعد زبان حال کی نغمہ سرائی میں ھاؤم اقرؤا کتابیہ (آؤ میری کتاب پڑھو) کی صدا بلند کر رہا ہے۔

میں نے اس کتاب کا نام الدرّ الثمین رکھا ہی اور اس کی ترتیب ایک مقدمہ اور پانچ باب و یک خاتمہ پر دی ہی ہر ایک باب میں متعدد فصول ہیں۔ پس مقصود کی ابتداء اور مطلب کا آغاز یہیں سے ہے بعون الملک المعبود فاقول و باللہ استعین و أستمد منہ التوفیق انہ الموفق ونعم المعین جاننا چاہیئے۔

کہ حکمِ شرعی یعنی کلامِ باری تعالیٰ جو بندے کے افعال سے متعلق ہوتا ہے تو اوسکی دو قسمیں ہیں پہلی قسم کو خطاب تکلیف اور دوسری قسم کو خطاب وضع کہتے ہیں۔

اللہ کے احکام اسباب سے مربوط و متعلق ہونیکا نام خطابِ وضع ہے۔ اور خطاب تکلیف کی حسب ذیل پانچ قسمیں ہیں (۱) واجب (۲) حرام (۳) سنۃ (۴) مکروہ (۵) مباح۔ اور خطاب وضع کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔

یعنی ہر ایک شئی یا تو سبب ہوگی یا شرط ہوگی یا مانع ہوگی یا صحیح ہوگی یا فاسد ہوگی۔ چونکہ ہر دو قسمیں بندۂ مکلف کے ہی فعل سے زیادہ تر متعلق ہوتی ہیں اس لیئے میں نے بھی تکلیف کے ہی بیان سے ابتدا کی ہے۔

فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ اسْتَعَنْتُ

تکلیف اور ارکان تکلیف کے بیان میں

سوال۔ تکلیف کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ تکلیف کہتے ہیں ایسی چیز کے لازم کرنے کو جس میں تکلیف ہو۔ اور بعضوں کے پاس طلب کرنا ایسی چیز کا جس میں کلفت ہو تکلیف کہلاتا ہے۔ تعریف اوّل کے لحاظ سے تکلیف میں صرف وجوب اور حرمت ہی شامل ہوں گے کیونکہ مندوب اور مکروہ و مباح میں الزام نہیں ہے اور یہی تعریف راجح ہے۔ تعریف ثانی پر صرف اباحت (مباح) خارج ہوگی کیونکہ اباحت میں طلب نہیں ہے۔ بہرصورت ہر دو تعریفوں کے لحاظ سے بھی اباحت تکلیف نہیں ہے۔

س۔ اگر یہ کہا جائے کہ اباحت تکلیف کے ہر دو تعریف میں کیونکر شامل نہیں ہے حالانکہ علماء کا قول ہے کہ احکام شرعیہ تکلیفیہ پانچ ہیں یعنی واجب۔ حرام۔ مندوب۔ مکروہ۔ مباح۔

ج۔ احکام شرعیہ تکلیفیہ میں اباحت کا شمول تغلیبًا کیا گیا ہے یا اس لحاظ سے کیا گیا ہے کہ اباحت کا تعلق چونکہ مُکلّف کے ہی افعال سے ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تصریح اصول فقہ میں ہے کہ طفل یا بہایم کے افعال مہمل ہیں انہیں مباح نہیں کہا گیا۔ کیونکہ مباح وہ ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے میں گناہ نہ ہو۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ کسی شئے کی نفی وہیں کیجاتی ہے جہاں اوس کا ثبوت صحیح ہو سکے۔

س۔ تکلیف کے ارکان کتنے ہیں؟

ج۔ تین ہیں مُکلِّف۔ مُکلَّف۔ مُکلَّف بہٖ۔ مکلِّف سے مراد شارع ہے اور شارع سے مراد حقیقت میں خدائے تعالیٰ ہے اور آنحضرت صلعم کو مجازًا شارع کہا جاتا ہے۔

س۔ بیان کیجئے کہ مکلف کون ہے؟

ج۔ انسانوں میں سے مکلف وہی ہے جو عاقل و بالغ ہو اور سماعت یا بصارت کا اچھا ہو یا اوس کی بینائی یا شنوائی تمیز کے بعد مفقود ہوئی ہو اور اوس کو اسلام کی دعوت اپنے خاص نبی سے پہونچ چکی ہو۔ جناتون کو تو پیدا ہوتے ہی مکلف کہا جائیگا۔ کیونکہ اون کا مکلف ہونا بلوغ پر موقوف نہیں ہے۔

س۔ کیا ملائکہ بھی مکلف ہیں؟

ج۔ تحقیق تو یہ ہے کہ ملائکہ مکلف نہیں ہیں کیونکہ ان کی فطرت و جبلت میں ہی طاعت گذاری ہے جیساکہ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُوْنَ سے ظاہر ہے پس آنحضرت صلعم کا اون کی طرف رسالۃ بھیجا جانا ارسال تشریفی و تعظیمی ہے اور یہی قول راجح ہے کہ آنحضرت صلعم ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ تعظیم اور بزرگی ہے تو آیا ملائکہ کی ہے یا آنحضرت صلعم کی ان دونوں قول کے بھی علماء قائل ہیں مگر دونوں کی تعظیم و بزرگی کے قایل ہونے مین کوئی امر مانع نہیں ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ ملائکہ اصل خلقت سے ہی مکلف ہین مثل جناتون کے۔ پس اس قول کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کا اون کی طرف بھیجا جانا ارسال تکلیفی ہوگا۔ اب رہا ان کے مکلف ہونے میں جو اختلاف ہے وہ خدائے تعالیٰ کی معرفت کے سوائے دیگر امور مین ہے کیونکہ معرفت انکی جبلی ہے کوئی فرشتہ خدائے تعالیٰ کی صفات کا جاہل نہیں ہے بخلاف انس و جن کے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی صفات سے جاہل ہوتے ہیں۔

س۔ بالغ کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ جو شخص بلوغ سے موصوف ہو اوس کو بالغ کہتے ہین لڑکا یا لڑکی اُسی وقت بالغ ہوں گے جبکہ وہ اپنے ابنائے جنس کے کاملون کی عمر کو پہونچ جائیں اور اوسکی چند علامتیں ہیں سہ

س- بلوغ کی علامتین کتنی ہیں؟
ج - تیں علامتون میں سے کسی ایک کا پایا جانا بلوغ کی علامت ہے - اور وہ تین یہ ہیں
لڑکا یا لڑکی کا پندرہ سال قمری تحدیدی کو پہنچ جانا اس عمر کا اعتبار بچہ کا اپنی مان کی (شرمگاہ) سے جدا ہونے کے بعد سے کیا جائیگا اس کی تصدیق بھی ضروری ہے یا دو عادل خبیر گواہون سے ثبوت ہوگا دوسری علامت یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکی کو نو سال قمری تقریبی کی عمر میں احتلام ہووے - تیسری علامت یہ ہے کہ لڑکی کو نو سال قمری تقریبی کی عمر مین حیض آئے - اِن دونوں صورتون مین بھی عندالضرورت تصدیق یا بذریعۂ بینہ ثبوت ضروری ہے -

س- تحدیدی اور تقریبی سے کیا مراد ہے -
ج- تحدیدی سے مراد یہ ہے کہ عمر مذکور میں اصلاً کسی قسم کی کمی نہ ہوا ور تقریبی سے مراد یہ ہے کہ عمر مذکور میں اصلاً کسی قسم کی کمی نہوا ور اگر کمی بھی ہو تو سولہ یوم تک نہ پہونچے -

س- عاقل کس کو کہتے ہیں؟
ج- عاقل وہی ہے جو عقل سے موصوف ہو - اور عقل کے معنی لغت میں منع کرنیکے ہیں اور شریعت میں تمیز کو عقل کہا جاتا ہے - اوس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسی صفت ہے جس سے اچھا بُرا معلوم ہو سکے - اور غریزی کو بھی عقل کہتے ہیں جس کے لحاظ سے اوس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ وہ ایک صفت غریزی ہے کہ اگر حواس خمسہ اچھے ہوں تو اوس سے ضروریات کا علم حاصل ہوگا اور اوس کے دو قسم ہیں (۱) کسبی اور (۲) وہبی - کسبی وہ ہے جس کو انسان اپنے تجربون سے حاصل کرتا ہے اور وہبی وہ ہے جس پر تکلیف کا دارومدار ہے - بعضون نے کہا ہے کہ عقل کا اطلاق ان کے سوائے امور پر بھی کیا جاتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ یہ مغیبات (یعنی امور غیبیہ) سے ہے اس لئے اس کی تعریف معلوم نہیں ہو سکتی اور جو شئے امور غیبیہ سے ہو اوس میں بحث بھی

نہیں کرنا چاہیے۔

س۔ عقل کی وجہ تسمیہ کیا ہے ؟

ج۔ عقل کو عقل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عقلمند کو برائیوں کے ارتکاب سے روکتی ہے اور عقل کا ٹھکانا دل ہے دماغ سے اوس کے شعاع ملے ہوئے ہیں بعض علماء کا قول ہے کہ عقل کی جائے قرار سر ہے۔

س۔ بیان کیجئے کہ مُکلَّف بِہٖ سے مراد کیا ہے ؟

ج۔ مُکلَّف بِہٖ سے مراد دینِ اسلام ہے پس ہر مُکلَّف پر جو دائرۂ اسلام سے خارج ہو فوراً اپنے دین سے خارج ہو کر دینِ اسلام میں داخل ہونا واجب ہے جسطرح کہ ہر مسلمان پر اسلام میں ثابت قدم اور ہمیشہ مستمر رہنا واجب ہے اور یہ اوسی صورت میں حاصل ہوگا جبکہ ہر مُکلَّف جو کچھ احکامِ شرعیہ اوس کو لازم ہوں اون کو اپنے نفس پر لازم کرلے۔ کافر کا ایمان اوسی صورت میں صحیح ہوگا جبکہ وہ غرغرہ اور آفتاب مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے حاصل ہو۔ اسی طرح کفر کے سوائے دیگر گناہوں کے مرتکب کا توبہ بھی ان ہر دو حالتوں سے بیشتر ہو تو صحیح ہوگا۔ اور کافر کا ایمان اور عاصی کا توبہ صحیح ہونے کے لئے جو شرطِ (صحت) بتلائی گئی ہے وہ توبہ کے واجب فوری ہونے کے منافی نہیں ہے مثل ایمان کے واجب فوری ہونے کے اِس لئے کہ ہماری گفتگو یہاں صرف اصلِ صحت کی شرط میں ہے۔ باقی شروط توبہ خاتمہ میں انشاءاللہ تعالیٰ ذکر کئے جائیں گے۔

باب اوّل

دین الاسلام اور اوسکے ارکان وغیرہ کے بیان میں

س۔ دین الاسلام کس کو کہتے ہیں ؟

ج- دین کے لغت مین کئے معنی ہین چنانچہ طاعت عبادت اور جزاء کو بھی دین کہتے ہین اور شریعت مین جو احکامِ شرعیہ کو خدائے تعالیٰ اپنے نبی کے زبان پر بیان فرمایا ہے اون کا نام دین ہے۔

س- دین کس لئے کہا جاتا ہے؟

ج- چونکہ ہم دینِ اسلام کا اعتقاد رکھتے اور اوس کے مطیع ہوتے ہیں اس لئے اوسکو دین کہا گیا ہے نیز اس کا نام شرع اور شریعت بھی ہے کیونکہ رب العزت اُسے اپنے نبی کے زبانی بیان فرمایا ہے اور اوس کو ملت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جبرئیل علیہ السلام اوسکا املا یعنی القاء آنحضرت صلعم پر کئے ہیں اور آنحضرت صلعم ہم پر فرمائے ہیں۔

س- بیان کیجئے کہ حضرت جبرئیلؑ کو رب العزت کیجانب سے جو علم کا القا ہوتا ہے وہ کسبی ہے یا ضروری؟

ج- علامہ بیجوریؒ کا قول ہے کہ "حق تو یہ ہے کہ وہ کسبی ہے جبرئیلؑ اوس کو لوح محفوظ سے کسب کرتے ہیں" اور ربانیؒ کہتے ہین کہ جبرئیل کے دِل مین خدائے تعالیٰ ایک قسم کا علمِ ضروری پیدا فرمانے پر وہ حکم حاصل کر لیتے ہین نظر و استدلال کے ذریعہ سے نہین شیخ ابن حجرؒ اپنے فتاوی حدیثیہ صفحہ (۱۳۳) اثنائے کلام مین کہتے ہین کہ "جبرئیل کو خدائے تعالیٰ کی جانب سے جو وحی ہوتی تھی اوس کو اسرافیلؑ کے ذریعہ سے حاصل کرتے تھے جیسا کہ احادیث اِس کے شاہد ہین"

س- دینِ اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟

ج- تین ہین (۱) اسلام (۲) ایمان (۳) احسان ہر ایک کی تفصیل آیندہ آئیگی۔

فصل اِسلام اور اوسکے ارکان وغیرہ کی حقیقت کے بیان مین

س- بیان کیجئے کہ اسلام کس کو کہتے ہیں؟

ج - اسلام کے معنی لغت میں مطیع اور فرمانبردار ہونے کے ہیں خواہ وہ احکام شرعیہ کے لئے ہو یا سوائے اوس کے اور شریعت میں احکام شرعیہ کے لئے ظاہری فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔

س - اسلام کے ارکان کتنے ہیں ؟

ج - پانچ ہین (۱) گواہی دینا یعنی اشہدان لاالہ الا اللہ واشہدان محمداً رسول اللہ زبان سے کہنا جس کا بیان فصل متعلقہ مین آئیگا اور اوس معذور کے مسئلہ میں ذکر کیا جائے گا جو قرینۃ بغیر اقرار لسانی کے اسلام لائے فصل ایمان مین (۲) مفروضہ نمازیں ادا کرنا (۳) زکواۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) خانۂ کعبہ کا بشرط استطاعت حج کرنا۔

فصل کلمۂ طیبہ زبان سی کہنے وما یتعلق بہٖ کے بیان مین

س - شہادت اولی کے کیا معنی ہین ؟

ج - اوس کے معنی یہ ہیں کہ مین جانتا اور دل سے مانتا اور زبان اقرار کرتا اور دوسروں سے بیان کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود بحق وجود مین مگر اللہ جو تمام موجودات سے مستغنی ہے اور جملہ موجودات اوس کے محتاج ہیں۔

س - شہادت ثانیہ کے کیا معنی ہیں ؟

ج - اوس کے معنی یہ ہیں کہ میں جانتا اور دل سے مانتا اور زبان سے اقرار کرتا ہون اور دوسروں سے بیان کرتا ہوں کہ آں سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلعم ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبدمناف جملہ ثقلین انس وجن کے لئے خدا کے رسول ہین آپکی رسالت باالاجماع اور بالبداہت دین سے ثابت ہے اِس کا انکار کرنیوالا کافر ہے۔

س۔ رسول کے کیا معنی ہیں؟

ج۔ لغت میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر روانہ کئے ہوئے کو رسول کہتے ہیں اور اصطلاح میں رسول اوس کو کہتے ہیں جو انسان ہو حر ہو مرد ہو اور اپنے ہم عصروں سے سوائے انبیاء کے کامل تر ہو علم اور دانشمندی میں اور بہتر رائے والا ہو اوس کے آباء واجداد میں اوپر تک کوئی رذیل پیشہ نہ ہو سلسلہ مادری بھی اسی طرح ہو نیز رسول میں کوئی ایسی شئے بھی نہ ہو جس سے طبع سلیم نفرت کرے اوس کو کسی شریعت کی وحی عمل کرنیکے لئے کیگئی ہو اور اگر اوس کو تبلیغ کا بھی حکم دیا گیا ہو تو اوس کو رسول کہتے ہیں۔ اور اگر یہ سب شروط پائی جائیں صرف تبلیغ کا حکم نہ ہو تو وہ نبی ہے۔ اور لغت میں نبی خبر دینے والے کو کہتے ہیں" پس نبی اور رسول میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہوگا اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا یہی قول مشہور ہے نیز بعض علماء کا قول ہے کہ نبی اور رسول میں فرق نہیں۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ نبی اور رسول میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ کیونکہ جس کو بعض احکام کی تبلیغ کا حکم ہو اور بعض اوسی کے لئے خاص ہوں تو اس مادہ میں نبی اور رسول دونوں کا اجتماع ہوگا اور جس کو جملہ احکام کی تبلیغ کا حکم ہو تو وہ رسول ہے اگر جملہ احکام اوسی سے خاص ہوں تو وہ نبی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں دونوں کا افتراق ہوگا" اگر درمیان خلق حکم دو احکام دینے کے لئے بھی مامور ہو تو اوس کو خلیفہ کہیں گے ارشاد باری تعالیٰ یَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ الخ۔ سے ظاہر ہے۔ پس آنحضرت صلعم میں یہ سب اوصاف یعنی نبوت رسالت خلافت کلیۃً موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ الخ۔ بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی ہے جو حق اور واقع کے مطابق ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کے درمیان اللہ کے ارشاد کے موافق

حکم اور فیصلہ کریں ۔

س ۔ کیا آنحضرت صلعم ملائکہ کے بھی رسول ہیں ؟

ج ۔ ہاں ملائکہ کے بھی رسول ہیں چنانچہ اس قول کی ترجیح شیخ تقی الدین سبکیؒ نے کی ہے (اس کے متعلق شروطِ مکلف میں ذکر ہو چکا ہے) اُنہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سب انبیاء عم اور امم سابقہ کے بھی رسول ہیں اور آپ کا فرمان بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سب انبیاء وغیرہ کو شامل ہے علامہ بارزیؒ نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے ۔

س ۔ انبیاء اور امم سابقہ کو آنحضرت صلعم کی رسالت کس طرح پہونچی ہے ؟

ج ۔ انبیاء اور امم سابقہ کو آنحضرت صلعم کی رسالت بذریعہ عالم ارواح پہونچی ہے اُسکی کیفیت یہ ہے کہ آپکی روح مبارک سب ارواح سے پہلے پیدا کی گئی اور رب العزت نے روح پُر فتوح کو سب انبیاء اور تمام امتوں کی ارواح کی جانب بغرض تبلیغ روانہ فرمایا پس سب کو تبلیغ کر دیگئی اور عالَمِ اجسام میں تو انبیاء علیہم السلام اپکے نائب ہیں ۔

س ۔ کیا کسی نے اور بھی کچھ زیادتی کی ہے ؟

ج ۔ ہاں علامہ بارزی کا قول ہے کہ آپ جملہ حیوانات و جمادات کے بھی رسول ہیں پروردگار نے اُن مین مادۂ ادراک پیدا فرمایا اور وہ سب مشرف بایمان ہوئے اِس ارسال سے مراد یہ ہے کہ حیوانات اور جمادات سے آپ کی رفعتِ شان و بزرگی کا اذعان و اقرار لیا گیا اور آنجناب کے تحتِ دعوت اور متبعین میں اسلئے داخل کر لیا گیا کہ افضل ترین مخلوقاتِ خدا یعنی حضرت محمد ابن عبداللہ صلعم کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے شرفِ مخصوص و امتیاز خاص حاصل رہے ۔ یہ مراد نہیں ہے کہ حیوانات وغیرہ بھی مکلف ہین ۔

س۔ کیا کسی نے اور بھی مزید توضیح کی ہے ؟

ج ۔ ہاں شیخ جمل نے اپنے استاد کا قول نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے نفس کے بھی رسول ہیں جس کی تائید قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ سے ہوتی ہے۔ یعنی کہہ دو اے نبی صلعم کہ مجھکو سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار اور اوس کی اطاعت کرنے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ پس آنحضرت صلعم بھی منجملہ امت کے ایک امتی ہیں کیونکہ جب آپ اپنے نفس نفیس کے بھی رسول ہیں تو اپنی رسالت اور احکام شرعیہ پر بھی ایمان لانا آپ پر واجب ہے۔ جیساکہ دیگر امتیوں پر واجب ہے اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم اپنی امت کے اس دینِ حنیف کے لئے سب سے پہلے منقاد ہیں۔

س۔ کیا کلمۂ طیبہ کے مقررہ الفاظ زبان سے کہنا شرط ہے ؟

ج ۔ ہاں شوافع کے پاس معتبر قول یہی ہے کہ زبان سے مقررہ الفاظ کو ادا کیا جائے۔ ابن عرفہؒ مالکی بھی اسی کے قائل ہیں بعض علماء کا قول ہے کہ الفاظ مقررہ ہی زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ جن الفاظ سے خدا کی وحدانیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت ثابت ہو وہ کافی ہیں مثلاً اَللّٰہُ وَاحِدٌ وَّمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُہٗ کہدیا جائے تو کافی ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے پاس یہی قول معتمد علیہ ہے۔ احناف بھی اسی کے قائل ہیں۔ شوافع میں ابن حجرؒ اور نوویؒ بھی اسی قول کو اختیار کئے ہیں پہلے قول کی بناء پر کلمۂ طیبہ کی صحت کے لئے نفی اور اثبات دونوں ضروری ہیں صرف اَللّٰہُ وَاحِدٌ وَّمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُہٗ کہا جائے تو کافی نہیں ہے اور لفظ اَشْهَدُ بھی دو دفعہ کہئے عربی جاننے کے باوجود اگر اردو سے اَشْهَدُ کے معنی کہے تو مضائقہ نہیں۔ ثانی اَشْهَدُ کے ساتھ واو لانا یعنی (اشهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمداً رسول اللہ) بالواو کہنا شرط نہیں ہے۔ علامہ زیادیؒ کا قول یہی ہے رملیؒ بھی اخیر میں اسی کے

قائل ہوئے ہین۔ نیز زیادی کا قول ہے کہ واو لا نیکے بعد ثانی اشہد کی چنداں ضرورت نہین (یعنی اشہدان لاالہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ کھدینا کافی ہے) پس اس سے معلوم ہوا کہ واو اور ثانی اَشْھَدُ کو بغرض کمال جمع کیا جاتا ہے۔ کلمۂ شہادت کے معنی بھی کم از کم اجمالاً سمجھنا ضروری ہے۔ اگر کسی عجمی کو اس کی تلقین کرادی جائے اور وہ معنوں سے واقف نہ ہو صرف زبان سے کھدیا ہے تو اوس کا اسلام صحیح نہین ہوگا۔ نیز شہادتین مین ترتیب اور موالات یعنی سلسلہ سے اور پے در پے کہنا بھی ضروری ہے اگر عکس ترتیب کردیوے یا بجائے پے در پے کہنے کے زیادہ فاصلہ کردے تب بھی اوس کا اسلام صحیح نہیں ہوگا اور کلمۂ شہادت کی ادائی مین تنجیز بھی ضروری ہے یعنے قطعی طور پر شہادتین کو ادا کرے اگر معلق رکھے تو درست نہین مسلمان ہونے والا عاقل بالغ رہے کیونکہ نابالغ لڑکے کا اسلام استقلالاً صحیح نہین ہوگا اس مین امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان کا اختلاف ہے اس لئے کہ ان کے پاس طفل ممیز کا اسلام استقلالاً صحیح ہے۔ اور مجنون یعنی دیوانہ کا اسلام بھی استقلالاً صحیح نہین۔ البتہ طفل و مجنون کا اسلام تبعاً صحیح اور درست ہے کما سیاتی مسلمان ہوتے وقت اسلام کے خلاف کسی امر کا ارتکاب نہ ہونے پائے مثلاً اگر بت کو سجدہ کرتا ہوا کوئی شخص اسلام لائے تو صحیح نہین ہوگا۔ اسلام لانے والا خود مختار ہو جبراً بلا رضامندی کے اگر اسلام لائے تو درست نہین لیکن کافر حربی اور مرتد اگر جبراً بھی اسلام مین داخل کئے جائین تو اون کا اسلام ایسی حالت میں صحیح ہے کیونکہ ان دونوں پر جبر کرنا برحق ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اسلام لانے سے پہلے اگر کسی مُجْمَعٌ عَلَیْہ اور بدیہیات دینی کا انکار کیا ہے (مثلاً یہ کہا ہو کہ پنج وقتہ نماز ین مسلمان پر فرض نہین) تو اون کا اقرار کرلیوے یا کسی مُجْمَعٌ عَلَیْہ اور بدیہیات دینی امور مین سے جو امور حرام ہین اون مین سے کسی امر کو مباح سمجھا ہے تو اوس سے بھی رجوع کرنا ضروری ہے اور اگر یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ آنحضرت صلعم خاص

عرب کے ہی رسول ہیں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ آپ دیگر جملہ اقوام کے لئے بھی مُرسَل ہونے کا اقرار کرے۔ پس کلمۂ طیبہ کی صحت کے لئے بر بنائے قول معتمد مذکورہ تیرہ شرط ضروری ہیں تب بالاستقلال مسلمان ہوگا بالتبع نہیں مجمع علیہ سے مراد وہ امور ہیں جن پر اجماع امت ہو چکا ہو کما سنذکرہ انشاء اللہ تعالیٰ

س۔ کلمۂ شہادت کو دیگر ارکان اسلام پر کس لئے مقدم کیا گیا ہے ؟

ج۔ اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ کلمۂ شہادت دیگر ارکان کی صحت کے لئے شرط ہے و نیز دیگر ارکان میں اگر مسلمان ہونے والا صرف انقیاد ظاہری کر دے اور عمل بھی نہ کرے تو صحت اسلام کے لئے کافی ہے مگر ظاہراً انکار بھی نہ کرے صرف کلمۂ شہادت زبان سے ادا کرے تو کافی ہے۔ دیگر ارکان کے لئے انقیاد یعنی اقرار و اذعان اس طرح ہو کہ اگر اوس سے یہ دریافت کیا جائے کہ فلاں رکن واجب ہے تو کہدیوے کہ واجب ہے اگر چہ کہ اوس پر عمل نہ کر رہا ہو بخلاف کلمۂ شہادت کے کہ اوس کی ادائی بالفعل سابقہ شروط کیساتھ بر بنائے قول معتمد ضروری ہے۔ اگر کلمۂ شہادت کا صرف ظاہری اذعان کرے اور زبان سے نہ کہے تو کافی نہیں ہے۔

س۔ بیان کیجئے کہ اس اجمال کی تفصیل کیا ہے ؟

ج۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلمۂ شہادت دیگر ارکان کے برابر نہیں ہے بلکہ اس کا زبان سے معہ شروط سابقہ کہنا ضروری ہے۔ پس زبان سے کہنے میں اذعانِ ظاہری اور اقرار لسانی کا فائدہ ہے جو کلمۂ شہادت کے مدلول یعنی خدا کی وحدانیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ کلمۂ شہادت زبان سے کہنے میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس کے اقرار سے دیگر ارکان کا بھی اقرار ہو جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرنے میں دیگر ارکان بھی داخل ہیں پس کلمۂ شہادت کا نطق یعنی اوس کا زبان سے کہنا دیگر ارکان اسلام اور خود اوس کی صحت کے لئے بھی کافی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے

چالیس بکریاں جب ہوتی ہیں تو اُن میں سے ایک بکری زکواۃ میں دیجاتی ہے جس سے خود اُس بکری اور دیگر بکریوں کی بھی زکواۃ ادا ہو جاتی ہے۔ بہرحال اسلام کا دارومدار اسی کلمۂ طیبہ پر ہے لیکن دیگر ارکان کی نفی ظاہرا وس کے قائل سے سرزد نہ ہونے پائے۔
اَللّٰھُمَّ لَقِّنَّا عِنْدَ الْمَوْتِ شَھَادَۃَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔

فصل اسلام کے دیگر ارکانِ اربعہ وغیرہ کے بیان میں

س۔ اسلام کے رکنِ دوم اِقَامُ الصَّلٰوۃِ سے کیا مراد ہے؟

ج۔ اِقَامُ الصَّلٰوۃِ سے مراد یہ ہے کہ نمازوں کو اون کے ارکان و شرائط کے ساتھ مقررہ اوقات میں جیسا کہ چاہیے ادا کرنا اور صلاۃ سے مراد ہر دن رات کے پنج وقتہ فرض نمازیں ہیں۔

س۔ شریعت میں مفروضہ نمازوں کے وجوب کا منکر یا باوجود اعتقادِ وجوب کے سستی سے ترک کر دینے والے کا کیا حکم ہے؟

ج۔ جو شخص مفروضہ نمازوں کے واجب ہونے کا انکار کرے اوس کا حکم یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور اس صورت میں بہ سبب کفر کے قتل کیا جائے گا لیکن بر بنائے قول معتمد ایسے شخص سے قتل سے پیشتر توبہ طلب کرنا واجب ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ مندوب ہے اور نماز کے وجوب کو جان بوجھ کر سستی سے ترک کرنے والا کافر تو نہیں ہے لیکن حداً یعنی سزاءً قتل کیا جائیگا جبکہ نماز کو وقتِ ضرورت گذر جانے پر بھی ادا نہ کرے باوجود امام یا نائب امام وقت مضیق میں یہ حکم و تہدید کرنے کے کہ اگر نماز کو وقت مقررہ گذر جانے پر ادا نہ کرے تو قتل کیا جائیگا۔ لیکن اس صورت میں بربنائے قول معتمد ایسے شخص سے قبل قتل توبہ طلب کرنا مندوب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ واجب ہے ان ہر دو صورتوں کا متولی امام ہی ہے عوام الناس نہیں ہیں۔ امام سے مراد مسلمان بادشاہ

یا اوس کا نائب مُسلّم ہے اور وقتِ مُضَیَّق سے مراد اس قدر تنگ اور آخر وقت مراد ہے جس میں صرف فرض نماز کے واجبات ادا ہو سکیں۔

س۔ رکن سوم ایتاء الزکوٰۃ کے کیا معنی ہیں؟

ج۔ معنی اوس کے یہ ہیں کہ مقدارِ واجب کو جبکہ اوس کے مستحقین پائے جائیں اور ادائی ممکن ہو تو فوراً اون کو ادا کر دینا۔

س۔ وجوب زکواۃ کا منکر یا اوس کے وجوب کو جان کر بھی مستحقون کو نہیں دینے والیکا کیا حکم ہے؟

ج۔ اصل وجوب زکواۃ کا منکر تو کافر ہے پس اس صورت میں بہ سبب کفر قتل کر دیا جائیگا لیکن بر بنائے قولِ معتبر اِس شخص سے قبل از قتل توبہ طلب کرنا واجب ہے اور بر بنائے قیل مندوب ہے۔ اور با وجود وجوبِ زکواۃ کا اعتقاد رکھنے کے مستحقون کو نہ دینے والیکا حکم یہ ہے کہ اوس سے قتال کیا جاکر قہراً لیجائے برین ہم ایسا شخص مسلمان ہی ہے اِس کا بھی متولی امام ہی ہے آحاد الناس نہیں۔

س۔ رکن چہارم صوم رمضان سے کیا مراد ہے؟

ج۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ ماہِ رمضان کے کامل روزے ہر سال جیسا کہ چاہیئے ادا کیئے جائیں۔

س۔ صیامِ رمضان کے وجوب کا منکر یا اوس کو بلا عذر سستی سے ترک کر دینے والیکا کیا حکم ہے؟

ج۔ وجوب صوم کا منکر تو اُس صورت مین کافر ہوگا جبکہ وہ نو مسلم نہ ہو یا وجوبِ صوم کو جاننے والون سے دور و دراز مقام پر نشو ونما پایا ہوا نہ ہو یا سستی سے چھوڑ دیا ہو (جحوداً نہیں) پس انکار کی صورت مین بہ سبب کفر قتل کر دیا جائیگا بعد طلبِ توبہ کے وجوباً اور بر بنائے قیل ندباً۔ اور دیگر صورتون کا حکم یہ ہے کہ وہ قید کیا جا کر دن مین خورد و نوش سے روکدیا جائے اس امر کا متولی بھی امام ہی ہے۔

س- اِس طرح قید کرنے سے کیا فائدہ ہے؟

ج- اِس طرح قید کرنے میں حقیقی صوم تو نہیں ہے لیکن صورتاً تو صوم ہوگا اور ممکن ہے کہ کبھی مجبور ہو کر وہ خود نیت کرلے تو حقیقی روزہ حاصل ہو جائیگا۔

س- رکنِ پنجم حج البیت بشرطِ استطاعت سے کیا مراد ہے؟

ج- حج البیت سے مراد یہ ہے کہ مدت العمر میں ایک مرتبہ خانۂ خدا کا ارادہ حج و عمرہ کی ادائی کے لئے کیا جائے اور مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً سے مراد یہ ہے کہ جن جن چیزوں کی ضرورت راستہ وغیرہ میں لاحق ہو اور وہ شرعاً معتبر ہوں وہ سب پائی جائیں جن کا بیان بالتفصیل متعلقہ فصل میں کیا جائیگا ٥

س- وجوبِ حج کے منکر کا کیا حکم ہے جبکہ وہ نومسلم نہ ہو یا وجوبِ حج کو جاننے والوں سے دور دراز مقام پر نشو و نما پایا ہوا نہ ہو یا صرف سستی سے ترک کر دیا ہو (جحوداً نہیں) باوجود اوس میں وجوبِ حج کے جملہ شروط موجود ہونے کے اِس ارادہ سے کہ آئیندہ ادا کر دیگا اور حج کی ادائی نذر یا قضا کی وجہ سے مضیق بھی نہ ہوئی ہو و نیز اپاہج ہو جانیکا خوف یا مال کی قرینۃً تلافی کے خوف سے بھی ادائی حج مضیق نہ ہو حتّٰی کہ اِسی حالت میں قبل ادائی حج انتقال کر جائے؟

ج- وجوبِ حج کا انکار کرنے والا تو کافر ہے پس کفر کی وجہ سے قتل کر دیا جائیگا لیکن بنا بر قولِ معتبر ایسے شخص سے طلبِ توبہ قبل از قتل واجب ہے اور بربنائے قتل مندوب اس میں بھی امام ہی متولی ہے عام لوگ نہیں۔ اور سستی سے چھوڑ دینے والے کا حکم یہ ہے کہ وہ کافر تو نہیں ہے لیکن ایسے شخص کے انتقال کر جانے پر اوس کا فسق مرتے ہی اُس وقت سے ظاہر ہوگا جبکہ اوس کے شہر کا قافلہ سنین امکان کے اوس اخیر سال میں ادائی حج کے لئے نکلے جس میں حج کا ادا کرنا ممکن ہونے کے باوجود یہ نہ کیا ہو ٥

س۔ عمرہ کے واجب (عینی) ہونے کا انکار کرنے والا یا اوس کو چھوڑ دینے والا معہ اُن تمام صورتوں کے جو حج میں مذکور ہوئے اوس کا کیا حکم ہے ؟

ج۔ وجوب عمرہ کا منکر کافر نہین ہے کیونکہ اس کے واجب عینی ہونے مین اختلاف ہے لیکن قولِ اظہر یہ ہے کہ عمرہ واجب عینی ہے اور مقابلِ اظہر قول یہ ہے کہ وہ سنت عینی ہے۔ پس چونکہ اس کے وجوب مین اختلاف ہے اس لئے اِسکا منکر کافر نہین ہے کیونکہ کافر وہی شخص ہوگا جو مجمع علیہ اور بدیہیات دینی کا اِنکار کرے (مجمع علیہ سے وہ امور مراد ہین جن پر اجماع امت ہو چکا ہو) پس قولِ اظہر کی بناء پر ایسا شخص میری دانست مین فاسق اوس وقت سے سمجھا جائیگا جب سے کہ وہ یہ انکار کرے کہ عمرہ" واجب ہونے کے جملہ شروط موجود ہونے کے باوجود بھی عمرہ واجب عینی نہین" کیونکہ اس قول کے لحاظ سے تحریم تو محقق ہے۔ اور اوس کو سستی سے چھوڑ دینے والیکا حکم (بناء بر قولِ اظہر) یہ ہے کہ وہ فاسق ہے لیکن ایسے شخص کے انتقال کر جانے پر اوس کا فسق مرتے ہی اوس وقت سے ظاہر ہوگا جبکہ اوس کے شہر کا قافلہ اُس آخر سال مین ادائی حج کے لئے نکلے جس مین ادائی حج ممکن ہونے کے باوجود یہ نہ کیا ہو۔ بہر حال منکر اور تارک دونون بھی مقابل اظہر قول کے لحاظ سے عاصی نہین ہین۔

س۔ عمرہ کے واجب عینی ہونے کا انکار کرنے والے کے متعلق جو احکام تبلائے گئے ہین کیا اون کے سوائے بھی علماء کے کچھہ اقوال مخالف ہیں ؟

ج۔ شیخ ابن حجرؒ کے کلام سے جو فتاوی حدیثیہ مین بیان کئے ہین معلوم ہوتا ہے کہ "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مستطیع پر عمرہ واجب نہین ہے تو وہ کافر ہے" پس اگر شیخ کی مراد اس سے وجوب کفائی ہے جو خانہ کعبہ کی اِحیاء کے لئے ہر سال کیا جاتا ہے تو اِس سے ہمین بحث نہین۔ اور اگر وجوب عینی مراد ہے تو مشکل ہے کیونکہ اس قول کی

بناء پر مقابلِ قولِ اظہر کے قائلین کی تکفیر لازم آئے گی اِس لئے کہ مقابلِ اظہر قول یہ ہے کہ عمرہ سنت عینی ہے۔ اور ہم کسی کو یہ کہتا ہوا نہیں جانتے کہ جو شخص عمرہ کے سنتِ عینی ہونے کا قائل ہو وہ کافر ہے غور و تأمل ہوا چاہتا ہے ؎

فصل رکن دوم از ارکان دین یعنی ایمان اور اوسکے ارکان وما یتعلق بہ کے بیان میں

س۔ بیان کیجئے کہ ایمان کے کیا معنی ہیں ؟

ج۔ ایمان کے معنی لغت مین تصدیق کرنے کے ہیں خواہ وہ تصدیق آنحضرت صلعم کے لائے ہوئے احکام کی ہو یا دیگر امور کی۔ اور شریعت مین آنحضرت صلعم کے جملہ لائے ہوئے احکام جو بدیہی اور مجمع علیہ ہوں اون کی دل سے تصدیق کرنیکا نام ایمان ہے۔

س۔ دلی تصدیق سے کیا مراد ہے ؟

ج۔ دلی تصدیق سے مراد وہ قلبی تسلیم و رضامندی ہے جو اعتقاد جازم کی تابع اور واقع کی مطابق ہو اگر یہ اعتقادِ مذکور کسی دلیل سے پیدا ہوا ہے تو اوس کا نام معرفت ہے اور اگر دلیل سے نہین بلکہ بغیر معرفت دلیل کے کسی دوسرے کا قول اخذ کئے جانیکی وجہ سے پیدا ہوا ہے تو اوس کا نام تقلید ہے۔

س۔ دلی تسلیم اور رضا و قلبی کا اعتقادِ جازم وغیرہ کے تابع ہونا جو بیان کیا گیا ہے اوس سے کیا مراد ہے ؟

ج۔ مراد اوس سے آنحضرت صلعم کے جملہ آوردہ احکام جو مجمع علیہ اور بدیہی ہوں اونکی دلی تسلیم اور رضائے قلبی ہے جو اعتقاد جازم کی تابع اور واقع کے مطابق ہو۔

{یہان تصدیق سے مراد آنحضرت صلعم کے آوردہ احکام بدیہیہ اور مجمع علیہا کیلئے}

بغیر دلی تسلیم و قبول کے دل مین صرف نسبت صدق کا وقوع نہین ہے بلکہ تسلیم و قبولِ قلبی ضروری ہے۔ کیونکہ مجرد معرفت بغیر اذعانِ شرعی کے ایمان مین کافی نہین {فصلِ نسبت میں انشاء اللہ تعالیٰ اِس کی تحقیق ہوئے چاہتی ہے۔

س۔ کیا تصدیقِ شرعی اور تصدیق منطقی مین کچہ فرق بھی ہے یا نہین ؟

ج۔ {نسبتِ حکمیہ کے لئے اذعان کرنا تصدیقِ منطقی ہے اور اذعان مناطقہ کے پاس نسبتِ حکمیہ کے اِدراک کو کھتے ہین یعنی اوس کا اعتقاد رکھنا} اگر یہ اعتقاد راجح ہو تو اوس کو ظنّ کھتے ہین اور اگر اعتقاد جازم ہو اور واقع کے مطابق نہ ہو تو اوسکو جہلِ مرکب کھتے ہین اور اگر راسخ الاعتقادی کے ساتھ واقع کی مطابقت بھی ہو اور شبہات پیدا کرنے سے بھی زایل نہین ہوتا ہے تو یقین ہے اور اگر راسخ الاعتقادی نہ ہو لیکن واقع کی مطابقت ہو تو تقلید ہے۔ اور متکلمین کے پاس دلی تسلیم اور قبول جو اعتقادِ جازم کے تابع ہووے اذعان کہلاتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ متکلمین کی طرف جو اذعان منسوب کیا جاتا ہے اوس مین اور شرعی اذعان مین کوئی فرق نہین ہے۔ پس ظاہر ہے کہ تصدیقِ شرعی تصدیقِ منطقی سے اخصّ ہے کیونکہ ظن اور جہلِ مرکب مین تصدیقِ منطقی صادق آئیگی۔ بخلاف تصدیق شرعی کے وہ ہر دو پر بھی صادق نہین آتی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ تصدیق منطقی اور شرعی دونون مساوی ہین کیونکہ اذعان کے معنی متکلمین اور مناطقہ کے پاس ایک ہی ہین لیکن یہ قول رکاکت سے خالی نہین۔ کیونکہ عموم خصوص مطلق کی نسبت جو بیان کی گئی ہے اوسی سے اِس قول کا رد ہوتا ہے۔ غور کیا چاہئے ۵

س۔ جو شخص کلمۂ شہادت زبان سے کھنے پر متمکن اور قادر ہو اوس پر کلمۂ شہادت زبان سے کھنا ایمان کے لئے شرط ہے یا شطر (رکن) یا کیا ؟

ج۔ اِس مین دو قول ہین قولِ راجح یہ ہے کہ کلمۂ شہادت زبان سے کہنا ایمان کے لئے شرط ہے

جس کے قائل اہلِ تحقیق اشاعرہ اور ماتریدیہ وغیرہ ہیں اسی لئے جمہور علماء نے اِس قولِ راجح سے یہ مراد لیا ہے کہ کلمۂ شہادت زبان سے کہنا شرط اِس لئے ہے کہ تا اوسپر دنیا میں مسلمانوں کے احکام مثلاً توارث تناکح اور نماز وغیرہ میں جاری کئے جائیں اور یہی قول معتمد ہے۔ کیونکہ تصدیق قلبی اگرچہ ایمان باطنی ہے لیکن مخفی ہے جسپر مطلع ہونا ممکن نہیں بدیں وجہ کوئی ظاہری علامت اِس پر دلالت کرنے والی ہونی چاہئے جس سے احکامِ شرعیہ متعلق ہوں لیکن بناءً علیہ جو شخص اپنے دل سے تو تصدیق کرے اور باوجود وقت ملنے کے بلا عذر زبان سے اقرار نہ کرے اور اوس سے عناد یا ناراضی نہ ہو بلکہ ایسا اتفاق ہو جائے اور اگر اوس سے مطالبہ کیا جائے تو فوراً کلمۂ شہادت کہدیگا تو ایسا شخص عند اللہ مومن اور غیر مخلد فی النار ہے مگر دنیوی احکام میں مومن نہیں۔ اِس سے ظاہر ہو گیا کہ کلمہ طیبہ زبان سے کہنا فقہی وجوب ہے جسکا ترک کرنا گناہ ہے کفر نہیں ہے قول دوم جس کے چند علماء قائل ہیں یہ ہے کہ کلمۂ شہادت زباں سے کہنا شرطِ صحت ہے پس انکے پاس بغیر نطق عـہ بالشہادتین کے ایمان صحیح نہیں ہوگا لیکن یہ قول ضعیف ہے ۵

س۔ قولِ راجح اور اوس پر جو کچھ اقوال متفرع ہوئے وہ تو معلوم ہو چکے اب قول مرجوح یعنی ضعیف قول کیا ہے بیان کیجئے؟

ج۔ قول مرجوح یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ زبان سے کہنا ایمان کا شطر یعنی جز ہے۔ یہ بھی بعض اہلِ تحقیق علماء کا قول ہے چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اشاعرہ اسی کے قائل ہیں پس ایمان انکے پاس عملِ لسان اور عملِ قلب یعنی اقرار اور تصدیق دونوں کا نام ہے پس اِس قولِ مرجوح اور اوس قولِ ضعیف کے لحاظ سے جو قولِ راجح میں گذرا کوئی شخص

عـہ۔ نطق بالشہادتین یعنی زبان سے کلمۂ شہادت کا تلفظ کرنا۔

اگر دل سے تصدیق کرے اور مدت العمر میں ایک مرتبہ بھی زبان سے بلا کسی عذر مانع کے اتفاقاً با وجودِ قدرت اقرار نہ کرے تو وہ اس قول کے لحاظ سے نہ ہمارے پاس مومن ہے اور نہ عند اللہ حالانکہ قولِ راجح میں معلوم ہو چکا کہ ایسا شخص اگر معاند نہ ہو تو عند اللہ مومن ہے اور دوزخ میں بھی مخلد یعنی ہمیشہ نہیں رہیگا پس ظاہر ہو گیا کہ یہ قولِ مرجوح بھی ضعیف ہے ۔

س۔ اگر نطق بالشہادتین کو ایمان کا شطر یا شرطِ صحت کہنے والا یہ اعتراض کرے کہ معذور کا ایمان بھی بالاتفاق صحیح ہے مثلاً اوس گونگے کا ایمان جو دل سے تصدیق کرے حالانکہ یہاں نہ شرط کا وجود ہے اور نہ شطر کا اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ کوئی شئے بغیر اپنے شطر یا شرطِ صحت کے پائی نہیں جاتی تو کیا جواب ہوگا ؟

ج۔ جواب دیا جائیگا کہ نطق بالشہادتین (یعنی زبان سے کلمۂ شہادت کا اقرار کرنا) ایسا رکن یا شرط ہے جو ساقط بھی ہو سکتا ہے بخلاف
لیکن تصدیق قولِ اوّل کے لحاظ سے رکن اور قولِ ثانی کے لحاظ سے مشروط ہے جسمیں سقوط کا ہرگز احتمال نہیں ۔

س۔ شریعت میں ایسے شخص کا جو اپنے دِل سے تو تصدیق کرے لیکن اوس کو زبان سے اقرار کرنے کا موقع نہ ملے اور اسی حالت میں انتقال کر جائے و نیز اخرس مصدق یعنی (تصدیق کرنے والے گونگے کا ہر سہ اقوالِ مختلفہ مذکورہ کے لحاظ سے کیا حکم ہے ؟

ج۔ شریعت میں ایسے اشخاص کے متعلق معتبر قول یہ ہے کہ خدا کے پاس یہ مومن ہیں اور جہنم میں بھی ہمیشہ مثل کفار کے نہیں رہیں گے بریں ہم ان پر مسلمانوں کے دینوی احکام جاری نہیں کئے جائیں گے مثلاً مسلمانوں کے مقبرے میں ان کو دفن کرنا اُن سے نماز کا مطالبہ کرنا یا ادائی زکواۃ کے لئے مجبور کرنا ۔ نیز ہر دو اقوالِ ضعیفہ کے لحاظ سے بھی ان دونوں کا حکم یہی ہے ۔

س۔ اگر کسی شخص سے کلمہ شہادت کے نطق کا مطالبہ کیا جائے اور وہ باوجود قدرت کے عناد و استکبار سے انکار کرے تو اوس کا کیا حکم ہے؟

ج۔ ہر دو اقوالِ ضعیفہ و قولِ معتبر یعنی تینوں اقوال کے لحاظ سے ایسا شخص دونوں جہاں مین کافر ہے اگر وہ دل سے اقرار و قبول بھی کرے تو کوئی فائدہ نہیں پس ظاہر ہوگیا کہ صرف دل سے تصدیق کرنے والا بغیر اقرار لسانی کے جو معاند نہو اوس کی نجات اور خلودِ نار سے بچنے کے لئے بنا، بر قولِ معتمد شرطیہ ہے کہ اوس سے نطق بالشہادتین کا مطالبہ نہ کیا گیا ہو اور اگر مطالبہ کئے جانے کے باوجود عناد و استکبار کیوجہ سے زبان سے اقرار نہ کرے یا بغیر مطالبہ کے بھی عِناد و استکبار سے اگر کلمۂ شہادت زبان سے نہ کہے تو ان دونوں صورتوں میں مُخلّد فی النار ہوگا۔ اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب مین لسان البیان علامہ سید احمد دحلان نے علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں اور ابنِ ہمامؒ مسایرہ میں نیز ابن حجرؒ شرح اربعین میں جو اقوال نقل کئے ہیں اون کو مع کچھ زیادتی کے نقل کیا ہے جس سے یہی مطلب مفہوم ہوتا ہے اور اسی کے ضمن میں علامہ مذکور فرماتے ہیں کہ عناداً یا اسلام کو بُرا سمجھ کر زبان سے اقرار نہ کرے تو مخلد فی النار ہے کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مطالبہ کئے جانے کے باوجود اقرار لسانی نہ کرے اور وہ تکبر یا عناد سے نہ ہو بلکہ کسی صحیح عذر کی وجہ سے اقرار نہیں کیا ہے مثلاً کسی ظالم کے قتل یا تکلیف دہی سے ڈر کر یا اس خوف و بیم سے کہ اگر اقرار کرے تو اوسکی اولاد یا خویش و اقارب کو ایذا رسانی کی جائے گی لیکن اوس کا دل مطمئن بالایمان ہو تو ایسا شخص عند اللہ کافر نہیں ہوگا بلکہ اسی حالت میں اگر زبان سے کفر بھی سرزد ہو جائے تو مضر نہیں دیکھو باری تعالیٰ اپنے مقدس آسمانی دستور العمل میں ارشاد فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ علامہ مذکور کا قول ہے کہ

حضرت ابو طالب آنحضرت صلعم کے چچا کا بھی کلمۂ شہادت کے اقرار لسانی سے بعد مطالبہ ممتنع رہنا اسی قبیل سے ہے کیونکہ اون کو یہ خوف تھا کہ اگر اقرار لسانی کر لیوین تو آنحضرت صلعم کو کفار قریش سخت تکلیف دیں گے ورنہ فی الحقیقت آپ آنحضرت صلعم کی حمایت و نصرت مین اور تبلیغ رسالت کے بارے میں نہایت حریص اور سینہ سپر تھے اس مین شک نہیں کہ حضرت ابو طالب کا زبان سے اقرار نہ کرنا اور بظاہر آنحضرت صلعم کی اتباعِ ظاہری نکرنے کے بارے مین یہ نہایت قوی عذر ہے لکھتے ہوئے علامہ نے اِس مبحث پر طول دیا ہے۔ ہم لکھتے ہیں کہ علامہ کی یہ توجیہ حضرت ابو طالب کے لئے اگر واقع کے مطابق ہے تو نہایت ہی بہتر و پسندیدہ اور بالکل درست ہے اور اس کی ذمہ داری علامہ مذکور پر ہی ہے خدا حقیقت الامر اور ابو طالب کی حالت سے زیادہ واقف ہے کہ حقیقت میں یہی بات ہے یا نہیں۔ غور مکرر ہوا چاہتا ہے۔

س۔ کسی معذور سے اقرار لسانی نہ ہو سکے لیکن قرائن سے اوس کے اسلام کا پتا چلے جیسے اخرس کے اشاراتِ مُفہِمہ سے تو ایسے شخص کا شریعت مین کیا حکم ہے؟

ج۔ شریعت میں ایسا شخص باتفاق اقوالِ ثلاثۂ سابقہ مسلمان اور مومن واریں ہے۔ کیونکہ اس کا اشارہ ایمان یا کفر کے لئے بمنزلہ اقرار لسانی کے ہے۔

س۔ جو شخص زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے مثل منافق کے تو اوس کا کیا حکم ہے؟

ج۔ ایسا شخص دنیوی احکام میں باتفاق ہر سہ اقوالِ سابقہ مسلمان و مومن ہے لیکن عند اللہ مسلم و مومن نہیں آیندہ اس کے متعلق مزید توضیح کی جائے گی۔

س۔ ایمان کے تحقق و عدمِ تحقق مین یہ سب اختلاف جو بیان کیا گیا ہے اوس کا موضوع

اشارات مفہمہ۔ یعنی ایسے اشارے جن سے مطلب سمجھ مین آسکے۔

کون ہے ؟

ج ۔ اختلافِ مذکور کا موضوع کا فر اصلی یا مرتد ہے جو اسلام میں داخل ہونا چاہے کیونکہ یہ دونوں دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے تو بالاستقلال داخل ہونگے بالتبع نہیں کما یأتی ۔

س ۔ مسلمانوں کے اطفال مکلف ہونے کے بعد بھی باوجود قدرت عمر بھر کلمۂ طیبہ نہ پڑھیں تو اون کا کیا حکم ہے ؟

ج ۔ بالاتفاق یہ مومن و مسلم ہیں اور ان پر دنیوی احکام بھی جاری ہوں گے اگرچہ کہ وہ زباں سے کلمۂ شہادت کا اقرار نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوئے ہیں کیونکہ کلمۂ طیبہ کا ہر مفروضہ نماز میں زبان سے کہنا ہر مکلف پر دن رات میں پانچ مرتبہ واجب ہے اور یہ مسلم ہے کہ واجب کو بلا عذر ترک کرنا معصیت ہے کفر نہیں کیونکہ یہ اطفال قبل بلوغ دائرہ اسلام وایمان میں اپنے والدین کے لحاظ سے بالتبع داخل ہوں گے علیٰ ہذا جس لڑکے کے والدین میں کوئی ایک مسلمان ہو تو وہ بھی بالتبع اسلام میں داخل ہوگا ۔ یا اگر کوئی مسلمان کسی طفل کو سبی کرلے (جنگ میں جس کافر کو مسلمان قید کرلیں وہ سبی ہے) تو یہ لڑکا بھی اسلام میں تبعًا ہی داخل ہوگا بخلاف اوس طفل کے جو دار الاسلام میں ہاتھ لگے کہ وہ صرف ظاہرًا اسلام میں داخل ہوگا لیکن اوس پر سنِ رُشد کو پہونچنے کے بعد تلفظ بہ کلمۂ شہادت لازم ہے ۔ البتہ اگر اوس بستی میں صرف مسلمان ہی بستے ہوں تو وہ ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں مسلمان ہے اور اوس پر بلوغ کے بعد تلفظ لازم نہیں ۔

س ۔ انس وجن کے مکلف جو حالتِ کفر میں انتقال کریں آخرت میں اون کا کیا حکم ہے ؟

ج ۔ بالاجماع یہ امر مسلم ہے کہ ایسے لوگ دوزخ میں ہمیشہ مخلد رہیں گے اور اون کی تخلید مشیت میں داخل نہیں ارشاد باری ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ

وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ گناہِ شرک کو نہیں بخشتا ہے اور شرک کے سوائے دیگر گناہیں جسے چاہے بخشدیتا ہے پس مشیت ایزدی کا تعلق مَادُوْنَ الْكُفْرِ میں ہے۔

س۔ مکلف انس جو بحالتِ ایمان میں انتقال کریں آخرت مین اُون کا کیا حکم ہے؟

ج۔ انسانِ مکلف و مومن دو قسم پہ ہوگا مطیع۔ یا عاصی۔ اطاعت گذار تو بالاجماع جنت میں رہے گا اور عاصی یعنی گنہگار تائب ہوگا یا غیر تائب۔ توبہ کیا ہوا تو بلا خلاف جنت میں رہیگا اور غیر تائب مشیتِ ایزدی کے تحت ہے۔ اگر معذب بھی ہوگا تو جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیگا بلکہ اپنی سزا بھگتنے کے بعد جنت مین مثل مطیع یا عاصیٔ تائب کے مخلد رہے گا۔

س۔ وہ جن جو بحالتِ ایمان انتقال کریں اون کا آخرت میں کیا حکم ہے؟

ج۔ علماء کرام کا جنّی مومن کے متعلق اختلاف ہے جس کے چار قول ہیں معتبر قول یہ ہے کہ یہ بھی مثل انسانون کے ہیں ان میں بھی وہی تفصیل سابق ہے جو مومن انسانونکے متعلق گذری یعنی خدا کی اطاعت اور بندگی کریں تو ثواب کے مستحق ہوں گے اور نافرمانی کرین تو عذاب کے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ انھیں کسی قسم کا ثواب نہیں ملیگا بلکہ دوزخ سے نجات دیکر بہائم یعنی چوپایون کی طرح ان کو بھی کُونُوا تُرَابًا مٹی ہوجاؤ فرمادیا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بیرونِ جنت اوس کی فصیل سے متصل رہینگے اور بنی نوعِ انسانی اون کو دیکھا کرین گے لیکن وہ ہم کو نہیں دیکھ سکین گے دنیا میں تو اس کا عکس ہے یعنی وہ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم اون کو دیکھ نہیں سکتے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اعراف میں رہیں گے۔

س۔ ایک ضعیف قول یہ بھی گذرا ہے کہ ملائکہ بھی مکلف ہین اگر ہم اِس کو تسلیم کرین تو آخرت میں اِن کا کیا حال ہوگا بیان نہیں کیا گیا؟

ج - ہاں اس لئے بیان نہیں کیا گیا ہے کہ وہ خود معصوم ہیں اون سے کوئی گناہ سرزد ہونا ممکن ہی نہیں علاوہ ازیں اون کے اعمال بھی لکھے نہیں جاتے ہیں کیونکہ وہ خود کاتب ہیں اور ان سے حساب بھی نہیں لیا جائے گا کیونکہ وہ خود محاسب ہیں اور نہ اون کے اعمال تولے جائیں گے کیونکہ اون کے سیئات ہی نہیں آیتِ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ الخ گذر چکی ہے۔

س - یہ تو بتلائیے کہ ملائکہ جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں ؟

ج - ہاں ضرور جنت میں داخل ہوں گے اور اون کو مومنین دیکھیں گے اور خدا اونھیں جو نعمتیں عطا فرمائے اون سے محظوظ ہوں گے۔ احمد بیہقیؒ بیان کرتے ہیں کہ مجاہدؓ نے روایت کی ہے کہ ملائکہ جنت میں اُسی طریقہ سے رہیں گے جیسا کہ دنیا میں تھے یعنی نہ خورد و نوش کریں گے نہ نکاح اب رہا بنی آدم میں سے کافر اصلی یا مرتد اگر باوجود قدرت انکار یا عناد و استکبار کرکے کلمۂ طیبہ زبان سے نہ کہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے اِس کا حکم کتب فقہیہ کے باب السیر اور باب الردۃ میں بالتفصیل مذکور ہے اہل ضرورت دیکھ سکتے ہیں۔

س - کیا اعمالِ حسنہ کمالِ ایمان کے لئے شرط ہیں یا شطر (جز) یا کیا ؟

ج - اہل سنت والجماعت کے پاس پسندیدہ قول یہ ہے کہ نیک عمل شرطِ کمال ہے یعنی اعمالِ حسنہ سے ایمان کامل ہوتا ہے اور نیک اعمال نہ کرنے والا بھی مومن ہے لیکن اپنی شومئ قسمت سے کمال ایمان کو حاصل نہیں کیا ہے۔ یہ حکم اوسی صورت میں ہوگا جبکہ ترک اعمالِ حسنہ کیساتھ استحلال بھی نہ ہوا اور شارع کے لئے صرف عناد بھی نہ ہوا اور صرف نیک عمل کی مشروعیت میں شک بھی نہ ہو۔ ورنہ اگر ترکِ اعمالِ حسنہ کے ساتھ استحلال ہو یا عناد ہو یا عملِ صالح کی مشروعیت میں شک ہوا اور وہ استحلال یا عناد یا عملِ صالح کی مشروعیت میں شک اگر ایسے امور میں ہو جو مجمع علیہ ہیں یا دینی

سے ہوں تو کافر ہو گا۔

س۔ کیا اہل قبلہ میں کوئی ایسا بھی فرقہ ہے جو اعمالِ حسنہ کو شطر ایمان کہتا ہے؟

ج۔ معتزلہ کا قول ہے کہ ایمان مرکب ہے عمل صالح اور نطق و اعتقاد سے پس اگر کوئی شخص نیک اعمال کو ترک کر دیوے تو وہ ان کے پاس مومن بھی نہیں کیونکہ ایمان کا ایک جز فوت ہوا ہے اور کافر بھی نہیں کیونکہ ایمان کے دو جز باقی ہیں گویا کہ ان کے پاس ایسے شخص کا کفر و ایمان کے درمیان ایک تیسرا درجہ ہے اور ایسا شخص معتزلہ کے پاس مخلد فی النار ہو گا لیکن اوس کا عذاب کافر کے عذاب سے کم ہو گا ہ

س۔ کیا اہل قبلہ میں سے کسی فرقہ کا یہ قول ہے کہ ایمان گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے وقت مرتکب کے ساتھ نہیں رہتا ہے؟

ج۔ فرقۂ خارجیہ کا یہ قول ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے کیونکہ ایمان انکے پاس مرتکب معصیت کبیرہ کے ساتھ مجامع نہیں رہتا ہے مگر یہ قول عقیدۂ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔

س۔ کیا اعمال حسنہ کی زیادتی سے ایمان زاید اور اون کی کمی سے کم ہوتا ہے؟

ج۔ اعمال صالحہ کی زیادتی سے ضرور ایمان زاید اور اون کی کمی سے کم ہوتا ہے امام اعظم ابو حنیفہ اور بعض علما کا قول ہے کہ ایمان بڑہتا گھٹتا نہیں کیونکہ ایمان اوسی تصدیق کا نام ہے جو جزم (پکا ارادہ) اور اذعان کے انتہائی مدارج کو پہونچ چکی ہو ظاہر ہے کہ ایسی تصدیق منتہی المدارج میں کچھ مراتب ہی نہیں تاکہ کچھ کمی زیادتی ہو سکے۔

س۔ کیا ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کا ایمان بڑھتا گھٹتا ہے؟

ج۔ ایمان کی کمی زیادتی انبیاء و ملائکہ کے ماسوا میں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا ایمان بڑھتا ہے گھٹتا نہیں ارشاد باری ہے وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا اور ملائکہ کا ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ملائکہ کا ایمان بھی مثل ایمان انبیاء

کے ہے یعنی زیادتی ہوتی ہے کمی نہیں۔

س۔ یہ سب اختلافات سے جمہوراشاعرہ کے پاس معتمد علیہ قول کیا حاصل ہوا ہے بیان کیجئے؟

ج۔ جمہوراشاعرہ کے پاس یہ قول حاصل ہوا کہ ایمان صرف تصدیق ہے اور نطق بالشہادتین دینوی احکام کے جاری کرنے کے لئے شرط ہے اور ایمان طاعت کی زیادتی سے زاید اور اوس کی کمی سے کم ہوتا ہے۔ لیکن انبیاء اور ملائکہ کے ماسوا میں جیسا کہ تفصیل ماسبق سے ظاہر ہے۔ اس کے محقق کو دعائے خیر سے نہ بھولو۔

س۔ ارکان ایمان کتنے ہیں؟

ج۔ ارکان ایمان چھ ہیں (۱) خدائے رب العزت پر ایمان لانا (۲) ملائکہ پر (۳) اوس کے کتابوں پر (۴) اوس کے پیغمبروں پر (۵) یوم آخر یعنی قیامت کے دن پر (۶) اچھی بری تقدیر۔

س۔ ایمان باللہ کے کیا معنی ہیں؟

ج۔ ایمان باللہ کے معنی یہ ہیں کہ اوس کے وجود کی تصدیق کی جائے۔ یعنی یہ تصدیق کرنا کہ خدائے تعالیٰ موجود ہے اور جو صورتِ خیال و اوھام مین آئے رب العزت اوسکے خلاف ہے اور خدائے عزوجل کی ذات دیگر ذوات کی مشابہ نہیں ارشاد باری ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اور نہ اوس کی ذات صفات سے معطل ہے اور جو امور پروردگار کے لئے عقلاً واجب یا مستحیل ہین (اجمالاً اجمالی مین اور تفصیلاً تفصیلی ہیں) اون کو جاننا بھی ضروری ہے۔ نیز خدائے پاک کے حق میں جو امور عقلاً جائز ہیں اون کا جاننا بھی ضروری ہے۔ الحاصل ان سب امور متقدمہ کی تصدیق معہ اوس کے ہر سہ اقسام مذکورہ کے ضروری ہے۔ لیکن اس تصدیق کے جاننے کے لئے ایک مقدمہ کا علم ضروری ہے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ حکم عقلی تین قسموں میں منحصر ہے (۱) وجوب (۲) استحالہ (۳) جواز۔

پس وجوب وہ ہے جس کا عدم عقل میں متصور نہ ہو مثلاً تَحَیُّز جرم کے لئے یعنی ہر جسم کے لئے اوس کے برابر جگہ فراغ میں ضروری ہے۔ اور استحالہ وہ ہے جس کا وجود عقل میں متصور نہ ہو مثل عُرُوْ کے یعنی ایک ہی وقت میں جسم کا خالی ہونا حرکت اور سکون سے اور یہ ہو نہیں سکتا۔ اور جواز وہ ہے جس کا وجود اور عدم عقل میں صحیح ہو سکے مثلاً جسم کا یا تو متحرک ہونا یا ساکن۔ یاد رہے کہ جائز اور ممکن الفاظ مترادفہ ہیں۔

س۔ جناب باری کے متعلق کن باتوں کو تفصیلاً جاننا واجب ہے؟

ج۔ پروردگار عالم کے متعلق بیس صفات کا تفصیلاً جاننا واجب ہے۔ پہلی صفت جس کا تفصیلاً جاننا واجب ہے **وجود** ہے وجود کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وجود **عین الموجود** ہے اور بعض کا قول ہے کہ **غیر الموجود** ہے قول دوم کے لحاظ وجود کی تعریف یہ مشہور ہے کہ وجود وہ حالت ہے جو ذات کے لئے واجب ہوتی ہے جب تک کہ ذات موجود رہے اِس حالت میں کہ ذات کسی علت سے معلل نہ ہو لیکن مکلف کے لئے یہ اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ خدا موجود ہے خواہ یہ اعتقاد رکھے کہ **وجود عین الموجود** ہے یا **غیر الموجود** یا نہ رکھے۔ اور جو لوگ وجود کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک حالت ہے جو نفس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اوسی کی طرف منسوب کی گئی ہے تو وہ اس صفت کا نام صفتِ نفسی یا حالت نفسی رکھتے ہیں۔ پس صفتِ نفسی کی تعریف یہ ہے کہ جس کے بغیر ذات کا تعقل نہ ہو سکے (یعنی بغیر اوس کے ذات سمجھ میں نہ آوے)

س۔ دوسری صفت کیا ہے؟

ج۔ صفتِ ثانیہ جس کا تفصیلاً جاننا واجب ہے **قِدَم** ہے حق تعالیٰ کے متعلق **قِدَم** سے مراد عدمِ اولیتِ وجود ہے یا عدمِ افتتاحِ وجود کہئے

تحقیق یہ ہے کہ قدیم اور ازلی کے ایک ہی معنیٰ ہیں یعنی قدیم یا ازلی وہ ہے جس کے لئے اوّل نہ ہو خواہ وہ اوّل وجودی ہو یا عدمی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ قدیم خاص ہے

وجودی سے اور ازلی عام ہے۔ پس اس قول کے لحاظ سے قدیم وہ ہے جس کے لئے اوّل وجودی نہ ہو۔ نیز اس قول کے لحاظ سے قدیم اور ازلی میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ کیونکہ اِن دونوں کا اجتماع وجودی میں ہوگا جیسے ذات یا قدرتِ باری تعالیٰ میں اور ازلی کا انفراد رہے گا عدمی میں جیسے بقا یا مخالفت حوادث میں۔

س۔ تیسری صفت کیا ہے؟

ج۔ صفتِ سوم جس کا تفصیلاً جاننا واجب ہے بقاء ہے حق تعالیٰ کے متعلق بقاء سے مراد یہ ہے کہ اوس کے وجود کی انتہا نہ ہو یا اوس کا وجود ختم نہ ہو۔ آخریت کا اطلاق انقضاء پر بھی کیا جاتا ہے اور یہی مراد ہے یہاں اسی طرح اولیت کا اطلاق ابتداء پر بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ما سبق میں وہی مراد تھی نیز آخریت کا اطلاق بقاء بعد از فناء خلق پر بھی کیا جاتا ہے۔ پس اسی معنٰی کے لحاظ سے ہے پروردگار کا اسمِ سامی الآخر اور اوس کا مقابل اوّلیت یعنی سبق علی الاشیاء و نیز اسمِ باری الاوّل بھی اسی معنٰی کے لحاظ سے ہے۔

س۔ چوتھی صفت کیا ہے بیان کیجئے؟

ج۔ صفتِ چہارم جس کا تفصیلاً جاننا واجب ہے مُخَالَفَةُ الْحَوَادِث ہے یعنی خدا تعالیٰ اشیاء حادثہ کے خلاف اور غیر مماثل ہے۔ پس مخالفت الحوادث سے مراد یہ ہے کہ رب العزت سے جسمیت عرضیت کلیت جزئیت وغیرہ کا سلب ہو یعنی نہ یہ اشیاء خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں اور نہ ان کے لوازمات مثلاً جسمیت کا لازم تحیز ہے اور عرضیت کا لازم قیام بالغیر ہے اور کلیت کا لازم کبر یعنی بڑا ہونا ہے اور جزئیت کا لازم صغر ہے یعنی چھوٹا ہونا وغیرہ وغیرہ پس یہ سب کے سب ذاتِ باری سے منفی ہیں مخلص من! اگر شیطان لعین آپ کے دل میں یہ خدشہ ڈالے کہ جب

پروردگار نہ جسم ہے نہ عرض اور نہ کل ہے نہ جز تو پھر اوس کی حقیقت کیا ہے آپ اوس کے جواب مین کہدیجئے کہ خدا اپنی حقیقت کو آپ ہی جانتا ہے ہمین تو لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ الخ کا سبق پڑھایا گیا ہے اور اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ بتلایا گیا ہے یعنی اس منزل مین عاجز ہو جانا ہی عین ادراک ہے ٥

س۔ صفتِ پنجم کیا ہے ؟

ج۔ صفتِ پنجم جس کا علم تفصیلی واجب ہے قِیَامِ بَارِی بِنَفْسِہٖ ہے یعنی خدائے تعالیٰ اپنے قیام کے لئے کسی محل یا مخصص کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ خود قایم بنفسہ ہے۔ نفس کا اطلاق کئی معنون پر ہوتا ہے چنانچہ ذات کو بھی نفس کہا جاتا ہے یہان نفس سے مراد ذات ہی ہے اور محل سے بھی مراد ذات ہے مکان یا مقام مراد نہیں اور مخصص سے مراد یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی موجد (ایجاد کنندہ) کا محتاج نہیں ہے۔ الحاصل یہ تفسیر کہ خدائے تعالیٰ قَایِمٌ بِنَفْسِہٖ ہے محل یا مخصص کا محتاج نہیں بعض علم کلام کے علماء کی اصطلاح ہے اور یہی مشہور ہے۔ اور بعض قیام بنفسہ کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ صرف محل کا محتاج نہیں مخصص کی زیادتی نہیں کرتے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کسی موجد کا محتاج نہ ہونا خود صفتِ قِدَم سے ظاہر ہے اسی لئے زیادتی مخصص کی چندان ضرورت نہیں ٥

س۔ چھٹی صفت بیان کیجیے ؟

ج۔ چھٹی صفت جس کا علم تفصیلی واجب ہے وَحْدَانِیَّت ہے یعنی خدائے عزوجل کی ذات وصفات وافعال میں ہرگز کوئی ثانی نہیں ہے الحاصل وہ وحدانیت جو وحدانیت ذات اور وحدانیت صفات اور وحدانیتِ افعال کو شامل ہے وہ حسب ذیل پانچ قسم کے اشیاء کی نفی کرتی ہے (۱) کَمِّ مُتَّصِل فی الذات کی نفی یعنی خدائے تعالیٰ کی ذات اجزاء سے مرکب نہیں (۲) کَمِّ مُنْفَصِل فی الذات کی نفی یعنی ذاتِ باری کے

متعدد ہو نہیں سکتی مثلاً دو خدا ہونا منفی ہے بہر حال کم متصل اور کم منفصل فی الذات کی نفی وحدانیت ذات سے کی گئی ہے (۳) کم متصل فی الصفات یعنے خدائے تعالیٰ کے ایک ہی قسم کے صفات میں تعدد ہونا مثلاً دو تین قدرت ہونا ہو نہیں سکتا (۴) کم منفصل فی الصفات یعنی غیر اللہ میں کوئی ایسی صفت پائی جانا جو پروردگار کے صفات میں سے کسی ایک صفت کے مشابہ ہو ہو نہیں سکتا یہ دونوں قسم وحدانیت صفات سے منفی ہیں۔ اور کم منفصل فی الافعال یہ ہے کہ غیر اللہ سے کوئی ایک فعل بصورتِ ایجاد صادر ہو۔ یہ بھی منفی ہے اب رہا غیر اللہ کی طرف جو فعل کی نسبت کی جاتی ہے اور غیر اللہ کو فاعل کہا جاتا ہے تو وہ اوسکے کسب و اختیار کے لحاظ سے ہے ایجاداً نہیں۔ اس کی نفی وحدانیت افعال سے کی گئی ہے۔ پس اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ سوائے خدا وند سبحانہ وتعالیٰ کے جملہ کائنات میں ہرگز کسی قسم کی تاثیر ہی نہیں ہے۔ پس آگ کو جلانے میں یا چھری کو قطع و برید میں اور کھانے کو سیر و آگھانگی میں یا پانی کو اطفاءِ عطش میں کسی قسم کی تاثیر نہیں ہے۔ بلکہ وہی حکیم مطلق آگ کے چھوتے وقت سوزش واحراق کو پیدا کرتا ہے وغیرہ وغیرہ نہ کہ آگ جلاتی ہے یہی مطلب ہے یُوجِدُ تِلْكَ الْأَشْيَاءَ عِنْدَ هَا لَا بِهَا کا یہ تو عادتاً اسباب ہو گئے ہیں حقیقت میں ان کا کوئی اثر نہیں ہے اِس عادت کے خلاف ہونا بھی ممکن ہے چنانچہ آگ بارہے سرد بھی ہوئی ہے ارشاد ربانی قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ سے ظاہر ہے اب رہا کبھی کبھی جو لوگوں کو کسی ولی یا بزرگانِ دین پر اعتراض کرنے کی وجہ سے جو تکلیف پہونچتی ہے یا مر جاتے ہیں تو اس کو بھی خدائے تعالیٰ جب وہ ولی اوس متعرض پر برہم ہوں پیدا کر دیتا ہے۔

س۔ ولی کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ لغت میں (خلافِ عدو) یعنی دشمن کے سوائے کو ولی کہتے ہین اور اصطلاح میں عارف باللہ کو ولی کہا جاتا ہے۔ بعض اہل تحقیق ائمہ کا قول ہے کہ کوئی شخص بغیر چار شروط کے ولی ہو نہیں سکتا۔ (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اصول دین سے واقف رہے تاکہ خالق اور مخلوق میں فرق کر سکے اور سچے نبی اور نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے کو جان سکے (۲) شرط دوم یہ ہے کہ وہ ایسا عالم اور احکام شرعیہ عقلیہ ونقلیہ کا اِس طرح حاوی اور واقف ہو کہ اگر خدائے تعالی روئے زمین کے لوگون سے علم اوٹھالیوے تو اوس کے پاس پایا جائے۔ (۳) شرط سوم یہ ہے کہ وہ اعمالِ حسنہ و اخلاقِ پسندیدہ سے متصف ہو جیسے وَرَع (پرہیزگاری) اور ہر عمل میں اخلاص سے کام لیوے (۴) شرطِ چہارم یہ ہے کہ اوس کے ساتھ ہمیشہ خدائے ذوالجلال کا خوف لگا رہے کوئی لمحہ خوف سے مطمئن نہ رہے کیونکہ اوس کو یہ علم نہیں کہ وہ اہل سعادت سے ہے یا اہل شقاوت سے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے قُلْ لَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ (کہدیجئے اے نبی مین نہین جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ خدا کیا کرتا ہے) پھر ما و شما کا کیا حال۔

س۔ یہ پانچون صفات جو سابق مین بیان کئے گئے اون کا کیا نام ہے؟

ج۔ ان پانچون صفات کو صفاتِ سلبیہ کہا جاتا ہے چونکہ ان کی تفسیر سلب سے کیجاتی ہے اِس لئے اِن کی نسبت سلب کی طرف کی گئی ہے چنانچہ قِدَم کے معنی ہیں اولیت وجود کا سلب یعنی وجودِ باری عزاسمہ کی ابتدا نہیں ہے۔ اور بقاء کے معنی ہیں آخریت وجود کا سلب یعنی خداوند تبارک وتعالی کے وجود کی انتہا نہیں ہے اور مخالفۃ للحوادث کے معنی ہین حادثِ اشیاء کی مماثلت کا سلب اور قیام بالنفس کے معنی ہیں افتقار واحتیاج کا سلب یعنی خدائے تعالی اپنے قیام میں کسی محل یا مخصص کا محتاج نہیں ہے اور وحدانیت کے معنی سلبِ تعدد ہے پس اس بیان سے واضح ہوگیا کہ ان صفات کو

سلبی کہنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ جو سلبوں کا ذکر کیا گیا اون کا سلب مقصود ہے یہ مراد نہیں کہ یہ صفات ہی باری تعالیٰ سے مسلوب ہین کیونکہ یہ صفات تو باری تعالےٰ کے لئے ثابت و واجب ہیں مسلوب نہیں سہ

س ۔ ساتوین صفت کیا ہے ؟

ج ۔ صفت ہفتم جس کا علم تفصیلی واجب ہے قدرت ہے اور صفتِ ازلی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قایم ہے جس سے ہر ممکن کو وجود مین لانا اور معدوم کرنا حاصل ہوتا ہے ۔

س ۔ آٹھوین صفت کیا ہے ؟

ج ۔ صفتِ ہشتم جس کا علم تفصیلی واجب ہے ارادہ ہے یہ صفتِ ازلی ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ قایم ہے ہر ممکن کے ساتھ جو چیزین جائز ہو سکتی ہین انہین سے بعض کو خاص کر دیتی ہے ۔ جاننا چاہئے کہ تخصیص کی نسبت ارادے کی طرف اور ایجاد کی نسبت قدرت کی طرف کرنے میں مجاز عقلی ہے بسا اوقات کسی شئے کو اوس کی سبب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ حقیقت میں رب العزت ہی اپنے ارادے سے تخصیص کرتا ہے نیز حقیقتہً ایجاد بھی اپنی قدرت سے خدائے ذوالجلال خالقِ عالم ہی کرتا ہے ۔ اب رہا عوام الناس کا یون کہنا کہ "قدرت فلاں کے ساتھ یوں کر رہی ہے" یا قدرت کا فضل دیکھو" اگر اس سے قائل کی مراد یہ ہے کہ فعل صرف ذات ہی کرتی ہے اور قدرت سبب ہے اوس فعل مین ۔ یا علی الاطلاق یعنی بلا کسی قسم کی قید کے کہدیا جائے تو چونکہ اس مین ایک قسم کا ایہام ہے اس لئے حرام ہے اور بعضون کے پاس کراہت ۔ اور اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ حقیقت مین فعل صرف قدرت کرتی ہے یا قدرت اور ذات دونون کرتے ہین تو العیاذ باللہ یہ اعتقاد کفر ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ فعل

ذاتِ باری کا ہے قدرت سے یہی مطلب ہے اَلْفِعْلُ لِذَاتِہٖ تعالٰی بِقُدْرَتِہٖ کا۔
مخفی مباد کہ اکثر تصانیف میں تسامح کیا جاکر جو شئے ذات کی طرف منسوب ہو اوس کو
اپنے بعض صفات کی طرف منسوب کر دیتے ہیں مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ "ہر شئے اپنا
سر عجز و نیاز جناب باری کی قدرت کے لئے جھکائی ہوئی ہے" اس سے یہ مراد
ہوتی ہے کہ ہر شئے رب العزۃ کے لئے بہ سبب اوس کی قدرت کے سر نیاز خم
کی ہوئی ہے۔ اگر اس طرح مراد نہ لی جائے تو یہ مسلم ہے کہ مجرد صفات کی عبادت
کفر اور صرف ذات کی عبادت فسق ہے پس میانہ روی اور صراط مستقیم یہ ہے کہ
ذات متصفہ بالصفات کی عبادت کی جائے۔ غور سے پڑھو اور ضرور از بر کر لو۔

س۔ نویں صفت کیا ہے ؟

ج ۔ صفتِ نہم جس کا تفصیلاً جاننا واجب ہے عِلْم ہے علم صفتِ ازلی ذات باری تعالٰی
کے ساتھ قایم ہے جس سے جملہ معلومات منکشف ہو جاتے ہیں یہ انکشاف ایسا ہے
کہ اس سے قبل خدائے تعالٰی پر کوئی معلومات مخفی نہ تھے۔

س۔ دسویں صفت بیان کیجئے ؟

ج۔ صفتِ دہم جو خدائے تعالٰی کے لئے واجب ہے حَیَاۃ ہے جو ایک صفتِ ازلی ہے
جس کسی شئے میں پائی جائے تو وہ شئے صفات ادراک سے موصوف رہے گی
مثلاً علم سمع بصر بلکہ قدرت ارادہ و دیگر بقیہ صفات سے بھی موصوف ہونا جب تک
کہ صفتِ حیات سے موصوف نہ ہو صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس ظاہر ہے کہ حیات تعقل
میں دیگر صفات سے مقدم ہے یعنی پہلے حیات سے موصوف ہونا ضروری ہے
اس کے بعد دیگر اوصاف سے متصف ہونا صحیح ہو گا۔ لیکن فی الحقیقت بلحاظ واقع
و نفس الامر اللہ جل شانہٗ کے جملہ صفات سابق ہیں نہ لاحق متقدم ہیں نہ متاخر بلکہ
سب کے سب قدیم اور ازلی ہیں اور حیات صفات تاثیر سے نہیں ہے بلکہ وہ

قطعاً بلحاظِ تاثیر کسی شئے سے متعلق ہی نہیں ہوتی ہے

س۔ گیارہویں صفت کیا ہے فرمائیے ؟

ج۔ صفتِ یازدہم جو خداوند سبحانہ و تعالیٰ کے لئے واجب ہے سمع ہے اور وہ ایک ازلی صفت ہے جو پروردگار عالم کی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے تمام موجودات کا انکشاف ہوتا ہے ایسا انکشاف جو غیر ہے اوس انکشاف سے جو علم سے حاصل ہوتا ہے۔

س۔ بارہویں صفت بیان کیجیے ؟

ج۔ صفتِ دوازدہم جو اللہ تعالیٰ کے لئے واجب ہے بصر ہے اور وہ ایک ازلی صفت ہے جو ذات باری کے ساتھ قایم ہے جس سے جمیع موجودات منکشف ہوجاتے ہیں لیکن یہ انکشاف غیر ہے اوس انکشاف سے جو علم و سمع سے حاصل ہوتا ہے ۔ اگرچیکہ ہم سمع و بصر کے انکشاف مین فرق نہیں کر سکتے اور نہ انکشاف علم اور ان دونوں کے انکشاف میں فرق کرسکتے ہیں۔ موجودات مین جملہ الوان و اصوات داخل ہیں۔ البتہ اکوان یعنی اجتماع افتراق حرکت سکون سے خداوند عالم کی صفت سمع و بصر متعلق نہین۔ کیونکہ یہ معتمد علیہ قول کی بناء پر امور اعتباریہ ہین اس لئے کہ روزمرہ مشاہدہ مین جو اجتماع افتراق وغیرہ دکھائی دیتا ہے وہ نفس اجتماع یا افتراق نہیں ہے۔ بلکہ ان سے جو اشیاء موصوف ہوتے ہیں حقیقت مین وہی دکھائی دیتے ہین۔ اور احوال بھی چونکہ موجوات میں سے نہیں ہیں اس لئے مثل اکوان کے امور اعتباریہ ہیں ماحصل یہ ہوا کہ احوال و اکوان موجودات سے نہین ہیں۔ غور کرو اور سنو کہ پروردگار اصوات اور ذوات کو سنتا ہے (مگر) بغیر کان کے اور دیکھتا ہے بغیر آنکھ کے جیسا کہ جانتا ہے بغیر دل کے اور پیدا کرتا ہے بغیر آلہ کے ہے

س۔ تیرہویں صفت فرمائیے؟

ج۔ تیرہویں صفت جو خدائے تعالیٰ کے لئے واجب ہے کلام ہے وہ ایک صفت ازلی ہے جو قایم بذاتہ تعالیٰ ہے اِس میں نہ حروف ہیں اور نہ اصوات تقدیم تاخیر اور معرب ومبنی ہونے سے منزہ نیز سکوتِ نفسی سے بھی پاک ہے (اسطرح کہ کلام کا تدبرا ورا وس کی سوچ باوجود اوس پر قادر ہونے کے نہ کرے) نیز صفتِ کلام آفتِ باطنی سے بھی منزہ ہے (اس طرح کہ اللہ کلام کرنے پر قدرت نہ رکھے جیسے کہ گونگے یا بہت چھوٹے بچے کی حالت ہوتی ہے) یہی ہے وہ صفت جو خدائے عزوجل کے جملہ معلومات پر دلالت کرتی ہے واجب جائز مستحیل سب پر یہی صفت دال ہے اسی سے خدائے تعالیٰ امرونا ہی واعدو متوعد ہے۔ لیکن جو کلام زبانون سے پڑھا جاتا اور سینیون میں محفوظ اور ہمارے مصاحف مین مکتوب ہے وہ لغت اور شرع کے اعتبار سے کلام اللہ ہے۔ اور عقلاً صرف باعتبار دلالت کے کلامِ خدا کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے معنیٰ اوس کلام قدیم پر دلالت کرتے ہیں اس لئے اِس کو بھی کلام اللہ کہتے ہیں نہ اِس اعتبار سے کہ قاری کی زبان یا حافظ کا سینہ یا مصاحف میں خدا کا کلام حلول کیا ہوا ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کا کلام اوس کے غیر کے ساتھ قایم نہیں ہوسکتا ہے اور نہ اوس سے سوائے خدا کے کوئی تکلم کرسکتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ دلالت کرتا ہے اوس کلامِ قدیم پر تو اس لئے اس کو بھی کلام اللہ کہا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو کلام اللہ نہیں ہے کہنا حرام ہے۔ اِس امر پر تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے یعنی پروردگار نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اِس کی اصل ترکیب مین غیر کا کچھ کسب نہیں ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول کہ ''دفتین مصحف کے درمیان جو ہے وہ کلامِ خدا ہے'' اسی پر حمل کیا جانا مناسب ہوگا۔ علامہ بیجوری فرماتے ہیں کہ جو شخص

انکار کرے کہ دفتین مصحف کے درمیان جو ہے وہ کلامِ خدا نہیں ہے تو وہ کافر ہے
البتہ اگر قائل کی مراد اس انکار سے یہ ہو کہ یہ کلام وہ صفت نہیں ہے جو ذاتِ
باری کے ساتھ قائم ہے تو ایسی صورت میں کافر نہیں ہوگا۔

س۔ کیا ان الفاظ کو جنھیں ہم روزمرہ تلاوت کرتے ہیں حادث کہنا جائز ہے؟

ج۔ فاضل بیجوری نے کہا ہے کہ اگرچہ یہ الفاظ جنھیں ہم تلاوت کرتے ہیں
حادث ہیں مگر بایں ہم انھیں حادث کہنا سوائے مقامِ تعلیم کے جائز نہیں ہے
کیونکہ قولِ راجح کے اعتبار سے قرآن کا اطلاق مجازاً اُس صفتِ کلام پر بھی
کیا جاتا ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ قائم ہے (مقامِ تعلیم کو بغرضِ ضرورت
وانکشافِ حالت مستثنیٰ کیا گیا ہے) بسا اوقات قرآن کو حادث کہنے سے
یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ صفت بھی جو ذاتِ باری کے ساتھ قایم ہے حادث ہے
یہی وجہ ہے کہ امامِ محترم حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو زدوکوب وتہدید
کیا جاکر یہ چاہا گیا کہ قرآن کو مخلوق یعنی حادث کہیں مگر آپ نے ہرگز نہیں فرمایا
اھ منہ۔

س۔ خدائے عزوجل کے کلام کے کتنے وجود ہیں؟

ج۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے کلام کے مثل دیگر موجودات کے چار قسم کے وجود ہیں پہلا
وجودِ لفظی جو قاری کی زبان میں ہوتا ہے۔ دوسرا وجود ذہنی جو سینوں میں
ہوتا ہے۔ تیسرا وجود رسمی جو مصاحف میں ہوتا ہے۔ چوتھا وجود حقیقی جو نہ
زبانوں پر ہوتا ہے اور نہ سینوں میں نہ مصاحف میں بلکہ وہ خدائے تعالیٰ کی
ذات کے ساتھ قایم ہے جس کی حقیقت سے واقف صرف خدا ہی ہے۔

س۔ ان ساتوں صفات کو کونسے صفات کہا جاتا ہے؟

ج۔ یہ صفات سبعہ صفاتِ معانی کہلاتے ہیں صفاتِ معانی سے مراد ہر وہ صفت ہے

جو خارج میں اس حیثیت سے موجود ہو کہ اگر حجاب اٹھادیا جائے تو اوس کی رویت ممکن ہوسکے اِس حالت میں کہ وہ کسی موجود کے ساتھ قائم اور اوس کے لئے کوئی ایک حکم واجب کی ہوئی ہو۔ مثلاً قدرت سے (جو صفات معانی سے ہے) اگر حجاب اوٹھادیا جائے تو وہ ذات باری کے ساتھ قادریت کا حکم واجب کی ہوئی نظر آئے گی ٥

س۔ چودہویں صفت کیا ہے بیان کیجئے ؟

ج۔ چودہویں صفت جو خدائے تبارک وتعالیٰ کے لئے تفصیلاً واجب ہے (کونُہٗ قَادِرًا) ہے اور وہ ایک صفتِ ازلی ہے جو ذات رب العزت کے ساتھ قایم ہے غیر موجود اور غیر معدوم اور غیر قدرت ہے ۔

س۔ پندرہویں اور سولہویں صفت کیا ہے ؟

ج۔ پندرہویں صفت جو خدائے تعالیٰ کے لئے تفصیلاً واجب ہے کَوْنُہٗ مُرِیْدًا ہے یہ صفت بھی ازلی اور قایم بذات باری ہے نہ موجود ہے نہ معدوم ارادہ کے بھی سوائے ہے ۔ سولہویں صفت جو خداوند عالم کے لئے تفصیلاً واجب ہے کَوْنُہٗ عالِمًا ہے یہ صفت بھی ازلی اور قایم بذاتِ خداوند عالم ہے نہ موجود ہے نہ معدوم اور صفتِ علم کے سوائے ہے ٥

س۔ سترہویں اٹھارویں انیسویں بیسویں صفات کیا ہیں ؟

ج۔ سترہویں صفت کونُہٗ حیًّا ہے یہ صفت بھی ازلی اور قایم بذاتِ باری ہے موجود بھی نہیں معدوم بھی نہیں حیات کے بھی سوائے ہے ۔ اٹھارویں صفت کَوْنُہٗ سَمِیْعًا ہے علیٰ ہذا یہ بھی ازلی قایم بذات باری تعالیٰ ہے غیر موجود ہے غیر معدوم ہے غیر سمع ہے انیسویں صفت کونُہٗ بَصِیْرًا ہے یہ بھی ازلی اور قایم بذات باری ہے غیر موجود ہے اور غیر معدوم ہے اور بصر کے بھی سوائے ہے ۔

صفتِ ساتم کونہٗ مُتَکَلِّماً یہ بھی صفتِ ازلی قایم بذاتہ تعالیٰ ہے غیر موجود ہے اور اور غیر معدوم کلام کے بھی ماسوا ہے یہی ہیں بیس صفات جو خدائے عزوجل کے لئے تفصیلاً واجب ہیں ٥

س - ان صفات سبعہ کا کیا نام ہے ؟

ج - معانی کے واحد معنیٰ کی طرف نسبت کر کے ان صفاتِ سبعہ کو صفاتِ معنویہ کہا جاتا ہے کیونکہ جب کبھی جمع کی طرف نسبت کرنی مطلوب ہو تو اوس کے مفرد کی طرف کی جاتی ہے نیز انھیں احوال معنویہ بھی کہا جاتا ہے احوال جمع ہے حال کی اور حال کہتے ہین موجود و معدوم کے درمیانی واسطہ کو۔ ما تقدم سے ظاہر ہو گیا کہ خدائے تعالیٰ کے لئے جو صفات واجب ہین اون میں سے کوئی صفت اگر کسی ایسی شئے کی نفی کرے جو ذاتِ باری کے شایان شان نہ ہو تو اوس کو صفتِ سلبیہ کہا جاتا ہے مثلاً قِدَم۔ اور اگر اثبات ہو تو پس وہ یا تو موجود ہوگی یا غیر موجود اگر موجود ہو تو وہ صفاتِ معانی ہیں مثلاً قدرت اور اگر موجود نہ ہو تو وہ صفتِ حال ہے اور صفتِ حال کسی صفتِ معنیٰ کو لازم ہو تو اوس کا نام حال معنوی رکھا جاتا ہے مثلاً کونہٗ قَادِراً اور اگر کسی قایم بالذات معنیٰ کو لازم نہ ہو تو اوس کا نام حال نفسی ہوگا مثلاً وجود ٥

س - کیا صفاتِ معنویہ اور صفاتِ معانی مین تلازم ہے یا نہیں ؟

ج - ہاں ان دونون کے درمیان ہر دو جانب سے تلازم ہے پس ہر ایک ان دونون مین سے جس صفت سے مناسبت رکھتی ہو اوس کی لازم و ملزوم ہوتی ہے مثلاً جب کبھی کسی ذات میں قدرت پائی جائے تو اوس مین کونہٗ قَادِراً کی بھی صفت پائی جائے گی اور جب کبھی کسی ذات مین کونہٗ قَادِراً کی صفت پائی جائے تو اوس مین صفتِ قدرت بھی پائی جائے گی مقتضائے تلازم یہی ہے

اور دیگر صفاتِ معنویہ میں بھی اسی طرح کہا جائے گا۔ اگرچیکہ ارباب فن کے اس قول سے کہ (صفاتِ معنویہ معلول ہیں اور صفاتِ معانی علت) کا مقتضا یہ ہے کہ صفاتِ معنویہ صرف لازم ہیں ملزوم نہیں کیونکہ معلول اپنی علت کا لازم ہوتا ہے ۵

س۔ اہلِ سنت لفظ تعلیل جہاں کہتے ہیں تو اوس سے اُن کی مراد کیا ہے ؟

ج۔ سنو اہلِ سنت کی مراد کسی شئے کے علت ہونے سے دوسری شئے میں یہ ہے وہ شئے دوسری شئے کی ملزوم ہے بغیر تاثیر کے اوس میں پس علت و معلول کا خالق خداوند عالم ہے۔ غایت الامر یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان تلازم ہے اور اس تلازم سے مراد یہ نہیں ہے کہ علت اپنے معلول میں اثر کرتی ہے جیسا کہ بعض سیاہ دل جن کے قلوب پر خدائے رب العزت نے مہر لگا دیا ہے یہی مراد لیتے ہیں اور اس تعلیل میں قدیم و حادث کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لیکن ادباً خدائے ذو الجلال کے حق میں تعلیل سے تعبیر نکرنی چاہے بلکہ تلازم کہا چاہیے ورنہ ایہام ہوگا کہ علت اپنے معلول کو پیدا کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور تعلیل کہنے میں سوئے ادبی ہے ۵

س۔ واجب تعالیٰ کے لئے جو بیس صفتیں واجب تفصیلی قرار دیئے گئے ہیں وہ کس شئے پر مبنی ہیں ؟

ج۔ یہ مبنی ہیں ثبوت احوال کے قائل ہونے پر اور ثبوتِ احوال مبنی ہے اوس طریقہ پر جس کے قائلین کا قول یہ ہے کہ امور چار قسم کے ہیں (۱) موجودات (۲) معدومات (۳) احوال۔ (۴) اُمورِ اعتباریہ۔ موجودات وہ ہیں جو خارج میں اس طرح پائی جائیں کہ اُنھیں دیکھہ سکیں۔ اور معدومات وہ ہیں جن کے لئے اصلاً ثبوت نہ ہو اور احوال وہ ہیں جن کے لئے ثبوت تو ہو مگر درجہ

موجود تک نہ پہونچے ہوں حتی کہ وہ نظر آسکیں اور نہ درجۂ معدوم تک حتی کہ عدم محض (صرف) ہوں۔ امور اعتباریہ یعنی فرضی اور اعتباری اموریہ چوتھی قسم اوسی صورت میں صحیح ہوگی جبکہ ہم نفئ احوال کے قائل نہ ہوں کیونکہ نفئ احوال مبنی ہے اوس طریقہ پر جو اس امر کا قائل ہے کہ امور صرف تین قسم کے ہیں یعنے موجودات۔ معدومات۔ امور اعتباریہ۔ اور یہی طریقہ برگزیدہ و پسندیدہ ہے بلکہ بعض محققین فرماتے ہین کہ حال محال ہے اور اوس کا وجود ہی نہین لیکن بعض اہل تحقیق فرماتے ہین کہ یہ مشہور مختلف فیہ مسئلہ ہے فریقین کے دلائل بالتفصیل اپنے مقام پر مذکور ہین اہل غرض ملاحظہ کر سکتے ہین ٥

س۔ امور اعتباریہ کے اقسام تو فرمائیے ؟

ج۔ امور اعتباریہ کے دو قسم ہیں (۱) انتزاعیہ (۲) اختراعیہ۔ پس امور اعتباریہ انتزاعیہ جیسے زید میں سفیدی کا ثبوت و قیام ایک امر انتزاعی ہے یعنی یہ قیام بیاض ماخوذ ہے اوس ہیئت سے جو خارج میں ثابت ہے یعنی بیاض سے ٥

اور امور اعتباریہ اختراعیہ جیسے بحر زیبق یعنی دریائے سیماب یہ بھی امر اعتباری اختراعی ہے جس کا اختراع کسی مخترع نے کیا ہے یعنی یہ ایک فرضی امر اور من گھڑت ہے واقع مین تو پارے کی دریا کا ثبوت نہیں الحاصل قسم اول اعتبار معتبر یا فرض فارض پر موقوف نہیں ہے البتہ قسم دوم موقوف ہے۔

س۔ یہ تو بتلائے کہ احوال اور امور اعتباریہ انتزاعیہ مین کچھ فرق بھی ہے ؟

ج۔ مخفی مبادکہ ان دونوں کے درمیان باوجودیکہ ہر ایک ان میں سے فی نفسہ ثابت ہے قطع نظر اعتبار معتبر یا غرض فارض کے فرق یہ ہے کہ حال وہ ہے جو ذات کے لئے ثابت ہو جیسے قادر ہونا مرید ہونا۔ حال کی یہ تعریف اوسی وقت صحیح ہوگی جبکہ ہم اثبات احوال کے قائل ہوں۔ اور امر اعتباری وہ ہے جو ذات کے لئے ثابت

نہ ہو صرف اوس کا ثبوت صفت کے لئے ہوتا ہے جیسے ذات اقدس کے ساتھ قدرت کا قیام یا زید کے ساتھ بیاض کا قیام پس مثالِ اوّل قدرت کو ثابت کرتی ہے اور مثالِ ثانی بیاض کو۔ جو لوگ یہ کہتے ہین کہ امورا عتباریہ کا درجہ احوال سے بڑھا ہوا ہے تو اوس کی یہی وجہ ہے ؎

س صفاتِ معنویہ کے انکار کے کیا معنی ہین ؟

ج - اِس انکار سے مراد یہ ہے کہ صفاتِ معنویہ صفات معانی پر زاید نہین ہین اِس حیثیت سے کہ یہ صفاتِ معنویہ واسطہ ہون موجود اور معدوم مین نہ کہ اِنکار خدائے تعالیٰ کے قادر ہونے کا مثلاً کیونکہ خدا وندِ عالم کا قادر ہونا بالاجماع بلا اختلاف ثابت ہے۔ خلاف صرف اس امر مین ہے کہ صفاتِ معنویہ صفاتِ معانی پر زاید ہین یا نہین حاصل اس مختلف فیہ مسئلہ کا یہ ہے کہ اربابِ فن مثلاً خدائے تعالیٰ کی صفت کونُہٗ قادِرًا پر تو اتفاق کئے ہین مگر ثبوت احوال کی بناء پر یہ کونہ قادرًا واسطہ ہوگا موجود اور معدوم مین اور قدرت کے لئے لازم ہوگا۔ اور نفیٔ احوال کی بناء پر مراد اِس سے قدرت کا قیام ہوگا ذات کے ساتھ پس اس صورت مین کونہ قادرًا ایک امرِ اعتباری ہے صفتِ قدرت پر کچھ زاید نہین اور یہ سب اختلاف اہل سنت والجماعت کے پاس ہے ؎

س - اس مسئلہ مین معتزلہ کا کیا قول ہے ؟

ج - معتزلہ کے پاس صفتِ کونہ قادرًا سے مراد قادریت یعنی خدائے تعالیٰ کا بالذات قادر ہونا ہے اسی طرح دیگر صفات مین بھی کہا جائے گا۔ پس معتزلہ اگرچہ کہ صفاتِ معانی کا انکار کرتے ہیں لیکن قادریت عالمیت وغیرہ کے منکر نہین ہین بلکہ قادر بذاتہ عالم بذاتہ وغیرہ کہتے ہین۔ اسی لئے اہل سنت کا قول ہے کہ جو شخص صرف صفاتِ معانی کا انکار کرے تو ہرگز وہ کافر نہین مگر کسی صفتِ معانی کا

انکار کرکے اوس کی ضد کو ثابت کرے تو وہ کافر ہوگا و نیز اگر صفات معنویہ یعنی
قادریت وغیرہ کا انکار کرے تو بھی کافر ہوگا کیونکہ قادریت کے انکار سے
اوس کا ضد یعنی عاجز ہونا ثابت ہوگا۔ اب رہا صفاتِ معنویہ یعنی احوال کا
انکار تو حق اور اہل سنت کا مذہب ہے فتفکر۔

س۔ خدائے تعالیٰ کے لئے اجمالاً کیا واجب ہے ؟

ج۔ ہر صفتِ کمال خداوند عالم کے لئے اجمالاً واجب ہے پس ہم کو اعتقاد رکھنا چاہیئے
کہ ہر قسم کا کمال خدائے عزوجل کے لئے واجب ہے اور اوس کے کمالات غیر
متناہی ہیں۔

س۔ خدائے تعالیٰ پر تفصیلاً کیا چیزیں مستحیل ہیں ؟

ج۔ خدائے تعالیٰ پر بیس صفتیں تفصیلاً مستحیل یعنی محال ہیں اور یہ اضداد ہیں انہی بیس
صفات کے جو خداوند عالم کے لئے تفصیلاً واجب ہیں جن کی تفصیل گذر چکی ہے۔

س۔ بیس صفاتِ مستحیلہ تفصیلی کیا ہیں بیان کیجئے ؟

ج۔ پہلی صفتِ مستحیلہ تفصیلی عدم ہے اور یہ ضد ہے وجود کی اور دوسری صفت حدوث
ہے قِدَم کی ضد تیسری فناء ضدِ بقاء چوتھی مماثلت الحوادث (جو ضد ہے مخالفت
الحوادث کی) یعنی خدائے تعالیٰ کا جسم ہونا یعنی خدائے پاک کی ذات عالیہ کا خلو میں سے کچھ
مقدار لینا یا عرض ہونا جو جسم سے قایم ہو یا ذات باری کا جسم کی کسی جہت مین ہونا یا
خدائے تعالیٰ کے لئے کوئی جہت ہونا یا زمان یا مکان سے مقید ہونا یا خداوند عالم
کی ذاتِ مقدسہ حوادث صغر و کبر سے موصوف ہونا یا اوس کے افعال و احکام مین
غرض ہونا یہ سب امور ذات باری پر مستحیل ہیں۔ پانچویں صفتِ مستحیلہ خدائے عزوجل کا
قایم بنفسہ نہ ہونا یا ئیں طور کہ وہ ایسی صفت ہووے جو کسی محل یعنی ذات مین قایم
یا کسی مخصص یعنی موجد کی محتاج ہو تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً اور یہ ضد ہے

قیام بالنفس کی ۔ چھٹویں صفت مستحیلہ خدائے تعالیٰ کا اپنی ذات یا صفات یا افعال
میں واحد نہ ہونا ہے بایں طور کہ وہ مرکب ہو اپنی ذات میں یا اوس کی ذات یا
صفات میں کوئی مماثل ہو یا اوس کے ساتھ وجود میں کوئی موثر ہو یہ ضد ہے وحدانیت
کی ۔ ساتویں صفت مستحیلہ عجز ہے یعنی خداوند عالم کا کسی فعل ممکن سے عاجز ہونا ۔
یہ ضد ہے قدرت کی ۔ آٹھویں صفت کراہت ہے اور یہ ضد ہے ارادہ کی پس
مستحیل ہے خدائے تعالیٰ پر کسی شئے کو مع الکراہت پیدا کرنا یا معدوم کرنا یعنی بغیر
ارادہ کے موجود یا معدوم کرنا یا ذہول وغفلت سے یا تعلیل سے یا بالطبع پیدا کرنا
تعلیل سے مراد جو یہاں منفی ہے یہ ہے کہ علت اپنے معلول کی موجد نہیں
بلکہ اللہ تعالیٰ علت ومعلول ہر دو کا موجد ہے ۔ نویں صفت جہل ہے اور جہل کے
معنی میں جو کچھ ہو وہ بھی مستحیل ہے یعنی کسی معلوم کا نہ جاننا یہ ضد ہے علم کی دسویں
صفت مستحیلہ موت ہے جو حیاۃ کی ضد ہے گیارہویں صفت مستحیلہ صمم ہے
یعنی بہرہ پن یہ ضد ہے سمع یعنی شنوائی کی بارہویں صفت مستحیلہ عمیٰ یعنی اندھاپن
یہ ضد ہے بصر یعنی بینائی کی ۔ تیرہویں صفت مستحیلہ بکم ہے یعنی گونگاپن یہ ضد ہے
کلام کی چودہویں صفت مستحیلہ خدائے تعالیٰ کا عاجز ہونا یہ ضد ہے کونہ قادراً
یعنی خدائے تعالیٰ کے قادر ہونے کی پندرہویں صفت مستحیلہ خدائے تعالیٰ کا
کارہ ہونا یعنی غیر مرید ہونا یہ ضد ہے کونہ مریداً یعنی خدائے تعالیٰ کے ذی ارادہ
ہونے کی ۔ سولہویں صفت مستحیلہ خدائے تعالیٰ کا جاہل ہونا یہ ضد ہے اوس کے
عالم ہونے کی ۔ سترہویں صفت مستحیلہ خدائے رب العزت کا میت ہونا یہ
ضد ہے کونہ حیاً کی یعنی اوس کے زندہ ہونے کی اٹھارویں صفت مستحیلہ
خدائے تعالیٰ کا بہرہ ہونا یہ ضد ہے اوس کے شنوا ہونے کی ۔ انیسویں صفت
مستحیلہ باری تعالیٰ کا اعمی ہونا یہ ضد ہے اوس کے بینا ہونے کی بیسویں صفت مستحیلہ

کو نہ ایکم یعنی خدائے تعالی کا گونگا ہونا یہ ضد ہے کو نہ متکلماً یعنی خدائے تعالی
گویا ہونے کی ۔ پس ہیں صفات مستحیلہ تفصیلیہ ختم ہو چکے مختصر یہ کہ اللہ تعالے
نیست و نابود یا فنا ہونے والا نہیں ہے اور نہ مخلوق کے جیسا ہے نہ کسی غیر
کے ساتھ قایم ہے ۔ اوس کا کوئی شریک یا ساجھی نہیں اللہ نہ کسی سے عاجز
ہے اور نہ کسی سے مجبور اور اوس کے علم سے کوئی شئے باہر نہیں ہے وہ
مرنے والا نہین ہے اور نہ اندھا یا بہرا یا گونگا ہے ۔ چھوٹائی یا بڑائی کے
حوادثات سے پاک نوم و نسیان سے منزہ ذہول و غفلت سے مبرا ہے
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط
س ۔ خدائے تعالی پر کیا چیزیں اجمالاً مستحیل ہیں ؟
ج ۔ خدائے تعالی پر جو چیزیں اجمالاً مستحیل ہیں وہ یہ ہین کہ ہر وہ صفت جس مین کسی قسم کا
نقص ہو وہ خدائے تعالی پر مستحیل ہے پس ہمیں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ہر قسم کا
نقص باری تعالی پر مستحیل ہے اور نقائص مستحیلہ بھی غیر متناہی ہین ٭
س ۔ پروردگار کے حق مین کیا جائز ہے ؟
ج ۔ خدائے تعالی کے حق مین ہر ممکن کا فعل یا ترک جائز ہے ۔ ممکن وہ ہے جو
خداوند عالم کی ذات و صفات کے ماسوا ہو جیسے آسمان زمین اور ان دونوں کے
درمیان جو کچھ ہے اُن کا وجود اور عدم خدائے تعالی پر یکسان ہے یہی عقیدہ
اکتالیسواں ہے جس کا تفصیلاً جاننا واجب ہے اسی عقیدہ سے پروردگار کے
حق مین جن عقائد تفصیلیہ کا جاننا واجب ہے اون کا اختتام ہو چکا ۔ خدا ہر
مسلمان کو اس کی توفیق عنایت فرمائے ٭

فصل رکن دوم از ارکانِ ایمان یعنی ملائکہ پر ایمان لانیکے بیان مین

س۔ (خدائے تعالیٰ کے) فرشتون پر ایمان لانے کے کیا معنی ہین؟

ج۔ اوس کے معنی یہ ہین کہ بندہ یہ تصدیق کرے اور اعتقاد رکھے کہ ملائکہ موجود اور خدا کے مکرم اور برگزیدہ بندون مین سے ہین اور وہ نورانی لطیف اجسام صفاتِ بشریت سے منزہ جملہ معاصی سے معصوم ہین ان کی کثرت اتنی ہے کہ سوائے خدا کے کوئی ان کی تعداد نہین جانتا ہے

س۔ کیا ان پر اجمالاً ایمان لانا کافی ہے یا نہین؟

ج۔ ہان ان پر اجمالاً ایمان لانا کافی تو ہے مگر جو ملائکہ کی تعین اُن کے نامون سے یا کسی خاص قسم سے کی گئی ہے تو ان پر تفصیلاً ایمان لانا واجب ہے۔ نامون سے جن کی تعیین کی گئی ہے وہ مثل جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل منکر نکیر رضوان مالک رقیب عتید وغیرہ ہین۔ نوع مخصوص سے جن کی تعین کی گئی ہے ان کی مثال حملۃ العرش (عرش برداران) حَفَظَۃٌ (حفاظت کرنے والے) کَتَبَۃٌ (نویسندۂ اعمال) وغیرہ ہے

فصل رکن سوم از ارکانِ ایمان یعنی خدائے تعالیٰ کے کتابون پر ایمان لانیکے بیان مین

س۔ خدائے تعالیٰ کے کتابون پر ایمان لانے کے کیا معنی ہین؟

ج۔ اِس کے معنی یہ ہین کہ بندہ یہ اعتقاد رکھے اور تصدیق کرے کہ سب کتب منزلہ حق اور کلامِ الٰہی ہین جنھین پروردگار نے اپنے پیغمبرون پر نازل فرمائے ہین اور جو کچھ ان کتب مین ہے وہ حق ہے خواہ ان کا نزول الواح کے ذریعہ سے ہو جیسے توراۃ یا کسی فرشتہ کے توسط سے جیسے قرآن مجید وغیرہ۔

س۔ اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں انکی تعداد کیا ہے؟

ج۔ کتب منزلہ کی تعداد میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ وہ یکصد و چہار (۱۰۴) ہیں اس قول کے لحاظ سے یہ کہا گیا ہے کہ حضرت شیث کے ساٹھ صحیفے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے تیس (۳۰) اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے قبل نزول توراۃ دس (۱۰) زبور حضرت داؤد کی انجیل حضرت عیسیٰ مسیح کی اور قرآن مجید و فرقان حمید سرور کائنات مبدأ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ حبیب اللہ صلعم کی۔ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ حضرت شیث کے پچاس صحیفے ہیں اور حضرت ادریس کے تیس (۳۰) اور حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ کے علی السویۃ بیس (۲۰) صحیفے ہیں اور کتب اربعہ نیز بعضوں نے کہا ہے کہ جملہ کتب منزلہ یکصد و چہاردہ (۱۱۴) ہیں حضرت شیث کے پچاس اور حضرت ادریس کے تیس (۳۰) اور حضرت ابراہیم کے بیس (۲۰) اور دس کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ دس حضرت آدم ابو البشر کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے ہیں اور کتب اربعہ۔ صَلَوٰتُ اللہِ تَعَالیٰ وَسَلَامُہٗ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ؕ

س۔ اس میں قول حق کیا ہے بیان کیجئے؟

ج حق تو یہ ہے کہ کتب منزلہ کو کسی تعداد میں معین نہ کیا جائے کیونکہ اس کے متعلق جتنی جستجو کریں اُتنے ہی روایات بھی ملتے جائیں گے حتیٰ کہ ان کی تعداد کی نوبت ایک سو چوراسی (۱۸۴) تک پہونچی ہے پس مکلف پر اجمالاً یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ خدائے عزوجل نے اپنے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائے ہیں البتہ کتب اربعہ کی تفصیل جاننی واجب ہے ؏

فصل رکن چہارم از ارکان ایمان (یعنی خدائے تعالیٰ کے) رسولوں پر ایمان لانیکے بیان میں

س۔ خدائے تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں ؟

ج۔ معنی اوس کے یہ ہیں کہ بندہ یہ اعتقاد رکھے اور تصدیق کرے کہ خداوند عالم نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے مرد اور احرار رسولوں کو ارسال فرمایا ہے جو سب بندوں سے افضل ہیں جسد کے اعتبار سے تو سب سے اوّل حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر آن سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو فضیلت کے اعتبار سے افضل ترین مخلوق خدا ہیں (وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا) سے ظاہر ہے اور جملہ بنی نوع انسانی ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں ۔

س۔ آنحضرت صلعم کے بعد فضیلت میں کونسے انبیاء علیہم السلام ہیں ؟

ج۔ آنحضرت صلعم کے بعد فضیلت میں ابراہیم علیہ السلام ہیں آپ کے بعد موسیٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام پھر نوح علیہ السلام ہیں جنھیں اولوالعزم کہا جاتا ہے پس آنحضرت صلعم پروردگار عالم کی جملہ مخلوق انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین وغیرہ سب سے افضل ہیں۔ لیکن آپ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ جملہ دیگر انبیاء سلام اللہ علیہم اجمعین کے کمال و تنزیہ کا اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اگرچیکہ آنحضرت صلعم کے افضل ہونے سے یہ ثابت ہے کہ دیگر انبیاء رتبہ میں اقل ہیں لیکن اس اقلیت یعنی کمی رتبہ کا لحاظ نہیں رکھنا چاہئے تاکہ کسی نبی کی تنقیص شان لازم نہ آئے ۔

س۔ بیان کیجئے کہ اولوالعزم پیغمبروں کے بعد فضیلت میں جملہ مخلوق میں کون ہیں ؟

ج- اولوالعزم پیغمبرون کے بعد فضیلت میں دیگر رسول ہیں پھر وہ انبیاء ہین جو رسول نہیں یہ بھی عنداللہ رتبہ مین متفاوت ہیں لیکن ان مین اس طرح سے تعین کرنی کہ فلان نبی فلان سے افضل ہین ممنوع ہے کیونکہ اس پر کوئی توقیف (دلیل) وارد نہین ہے۔ ان کے بعد روساء ملائکہ کا درجہ ہے جیسے جبرئیل علیہ السلام وغیرہ ان کے بعد اولیاء بشر کا درجہ ہے جو انبیاء نہین جیسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر عام ملائکہ کا درجہ ہے ان کے بعد عام مسلمانون کا درجہ ہے۔ انبیاء اور رسولون کے سوائے عام مسلمانون میں بھی فضیلت کے لحاظ سے ترتیب ہے ہے

س- فرمائیے وہ کونسی ترتیب ہے؟

ج- وہ ترتیب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ کا زمانہ خَیْرُ القرون ہے اور صحابہ مین سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہین پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بعد ذی النورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہین ان حضرات کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ کا درجہ ہے اور ان کے بعد اہل بدر ہین پھر اہل احد پھر اہل بیعۃ الرضوان ان کے بعد فتح مکہ سے پیشتر جو ایمان لائے اور خدا کی راہ مین خرچ کرے اور حدیبی کفار کے ساتھ جہاد کئے ان کے بعد اُن تابعین کا درجہ ہے جو ان حضرات کی اتباع بعد کی کرین ہیں۔ تبع تابعین بھی اسی طرح ان کے بعد کسی گورے کو کالے پر بغیر تقویٰ اللہ کے فضیلت نہین ارشاد باری ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط

س- کیا پیغمبرون کے حق مین بیان سابق کے علاوہ اور بھی کچھ اعتقاد رکھنا واجب ہے؟

ج- ہان ضروری ہے جاننا ہر اوس شئے کا جو ان کے لئے عقلاً واجب او رمستحیل ہے تفصیلاً تفصیلی مین اور اجمالاً اجمالی مین نیز جو کچھ ان کے لئے عقلاً جائز ہے اوسکو

بھی جاننا ضروری ہے اور جاننے کے علاوہ اوس کا اعتقاد رکھنا قبول کرنا اور
اوس کی تصدیق کرنی اور اقرار کرنا بھی ضروری ہے ٥

س - پیغمبروں کے لئے تفصیلاً کیا واجب ہے ؟

ج - پیغمبروں کے لئے حسب ذیل چار صفتیں واجب تفصیلی ہیں۔ پہلی صفت صدق ہے یعنی سچائی دوسری امانت تیسری تبلیغ مَا أُمِرُوا بِتَبْلِيغِهِ یعنی جن امور کی تبلیغ کا اُنھیں حکم دیا گیا ہو اُن سب کی تبلیغ کر دینی چوتھی فطانت یعنی زیرکی۔ بہرحال یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہایت سچے اور امانت دار پکے اللہ کے سارے احکام پہنچا دینے والے اور بے حد ذہین اور بڑے عقلمند گذرے۔

س - پیغمبروں کے حق میں اجمالاً کیا واجب ہے ؟

ج - اِن کے حق میں اجمالاً یہ واجب ہے کہ یہ حضرات کسی ایسی شئے سے موصوف نہ ہوں جس سے سلیم طبیعت نفرت کرے جیسے رذیل (ادنیٰ) پیشہ ور ہونا۔

س - اِن حضرات پر تفصیلاً مستحیل کیا ہے ؟

ج - ان پر مستحیل تفصیلی بھی چار ہی صفتیں ہیں جو صفاتِ واجبہ مذکورہ کے اضداد ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے پہلی صفتِ مستحیلہ کذب ہے یعنی جھوٹ کہنا جو صدق کی ضد ہے دوسری خیانت جو امانت کی ضد ہے تیسری کتمان شَيْءٍ مِمَّا أُمِرُوْا بِتَبْلِيغِهٖ (یعنی جن امور کی تبلیغ کا انہیں حکم دیا گیا ہو اُن میں سے کچھ چھپا نا) جو ضد ہے تبلیغ مَا اُمِرُوْا کی چوتھی صفت بلادت ہے یعنی کند ذہنی اور کم عقلی جو ضد ہے فطانت کی۔

س - پیغمبروں پر کیا چیزیں اجمالاً مستحیل ہیں ؟

ج - پیغمبروں پر جو اشیاء اجمالاً مستحیل ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ حضرات کسی ایسی شئے سے موصوف ہوں جس سے طبیعت نفرت کرے مثلاً اُن کے نسب میں دناءت و

نہ ہونی کا پایا جانا۔

س۔ انکے حق میں کیا چیزیں جائز ہیں؟

ج۔ پیغمبروں کے حق میں ایسے اعراض و عوارضات بشریت جائز ہیں جو اُن کے مراتب عالیہ میں کسی قسم کا نقص پیدا نہ کریں جیسے خورد و نوش جماع یا ایسا مرض جس سے طبیعت نفرت نہ کرے لیکن جو مرض طبعاً بہت ہی خراب اور متنفر ہو مثلاً جذام کوڑ وغیرہ تو وہ ممتنع ہے الحاصل جن امور کا پیغمبروں کے متعلق تفصیلاً اعتقاد رکھنا واجب ہے وہ تو صفتیں ہیں جن سے پچاس عقیدے تمام ہوتے ہیں۔ اس بیان سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ہر پیغمبر کا اپنی قوم میں اشرف ہونا ضروری اور واجب ہے و نیز ان میں کوئی دنی الحرفت بھی نہ ہو جیسے دباغ حجام وغیرہ رذیل پیشے جو ان برگزیدہ حضرات کے شایانِ شانِ عالی نہ ہوں اور اُن کے امہات (سلسلہ مادری) بھی زناکاری سے محفوظ ہوں اور جملہ پیغمبراں سلام اللہ علیہم اجمعین کسی فعل حرام یا مکروہ میں واقع ہونے سے خواہ عمداً ہو یا سہواً قبل نبوت ہو یا بعد نبوت معصوم ہیں۔

س۔ یہ تو فرمائیے کہ ان حضرات کی تعبیر رسل سے کی گئی ہے انبیاء نہیں کہا گیا حالانکہ انبیاء کہے جاتے ہیں وہ انبیاء جو رسول نہیں یعنی جنھیں تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا ہو وہ شامل ہو جاتے باوجودیکہ ہر دو فریق پر ایمان لانا واجب ہے؟

ج۔ اس قسم کی تعبیر یا تو اس لئے کی گئی ہے کہ رسل سے مراد مطلق انبیاء ہیں یا اس لحاظ سے کہ نبی اور رسول میں کچھ فرق نہیں بلکہ دونوں میں ترادف ہے۔ کئی لفظ ہم معنی ہوں تو ترادف کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ترادف کا قول گذر چکا ہے۔

س۔ کیا رسول میں جو باتیں واجب یا مستحیل ہیں وہی باتیں نبی میں بھی ہیں یا کچھ استثناء کی گئی ہے؟

ج - جو کچھ رسول کے متعلق واجب یا مستحیل یا جائز کہا گیا ہے۔ وہی انبیاء کے حق میں کہا جائیگا سوائے تبلیغ اور اُسکی ضد کے کیونکہ یہ دونوں صفتیں رسول سے خاص ہیں اس لئے کہ جو انبیاء رسول نہیں ہیں وہ چونکہ تبلیغ نہیں کرتے اسلئے ضد تبلیغ یعنی کتمان بھی اون پر مستحیل نہیں ہے البتہ ان حضرات پر صرف اتنا واجب ہے کہ یہ لوگوں سے یہ کہدیں کہ ہم انبیاء اللہ ہیں تاکہ ان کی عزت اور تعظیم کی جائے ؎

س - یہ تو فرمائیے کہ رسولوں کی تعداد کتنی ہے ؟

ج - ان کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے بعض روایات میں تین سو تیرہ (۳۱۳) اور بعض میں تین سو چودہ (۳۱۴) اور بعض میں تین سو پندرہ (۳۱۵) تبلایا گیا ہے

س - انبیاء علیہم السلام کی تعداد کیا ہے بیان کیجئے ؟

ج - ان کی تعداد میں بھی اختلاف ہے چنانچہ بعض علماء کا قول ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ایک روایت میں ایک لاکھ پچیس ہزار ہیں اور ایک روایت میں بارہ لاکھ اور ایک روایت میں سولہ لاکھ چوبیس ہزار ہیں ؎

س - ان سب مختلف فیہ روایتوں میں کونسی روایت صحیح ہے ؟

ج - ان ہر دو مکرم فریق کو کسی خاص تعداد میں معین نہ کرنا ہی روایت صحیحہ ہے -

س - یہ تو فرمائیے کہ ان حضرات کے تعداد کی تعین سے رُکنا ہی روایت صحیحہ کس طرح ہے ؟

ج - تعداد کی تعین سے رُکنا یعنی خاص تعداد معین نہ کرنا صحیح اس لئے ہے کہ ہم اگر کوئی خاص تعداد معین کر دیں تو ممکن ہے کہ یہ تعداد واقع کے خلاف ہو جس سے رسالت یا نبوت کا ثبوت اُن لوگوں کے لئے بھی ہو جائے گا جو فی الحقیقت رسول یا نبی نہیں - یہ بھی ممکن ہے کہ ہم جو تعداد معین کر دیں وہ اس سے واقع میں تعداد زاید ہو جس سے واقعی انبیاء و رُسل کی نفی لازم آئے گی - دیکھو باری تعالیٰ

اپنی کتاب پاک میں ارشاد فرماتا ہے) مِنْهُم مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ یعنی بعض انبیار ورسول ایسے بھی ہیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

س۔ اس خصوص میں مکلف پر کیا اعتقاد رکھنا واجب ہے ؟

ج۔ ہر مکلف پر اجمالاً یہ اعتقاد رکھنا اور یہ تصدیق واذعان اور قبول کرنا واجب ہے کہ خدائے عزوجل کے لئے انبیار ورسول ہیں وبس۔

س۔ کیا یہ اجمالی اعتقاد کافی ہے ؟

ج۔ کافی تو ہے مگر پچیس (۲۵) رسولوں کی تفصیلی معرفت واجب ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں وارد ہے۔

س۔ اُن کے نام تو فرمائیے ؟

ج۔ اُن کے اسمائے گرامی کے متعلق بعض فضلا نے یہ نظم لکھی ہے اشعار

حَتْمٌ عَلَى كُلِّ ذِي التَّكْلِيفِ مَعْرِفَةٌ
بِأَنْبِيَاءٍ عَلَى التَّفْصِيلِ قَدْ عُلِمُوا
فِي تِلْكَ حُجَّتُنَا مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ
مِنْ بَعْدِ عَشْرٍ وَيَبْقَى سَبْعَةٌ وَهُمْ
إِدْرِيسُ هُودٌ شُعَيْبٌ صَالِحٌ وَكَذَا
ذُو الْكِفْلِ آدَمُ بِالْمُخْتَارِ قَدْ خُتِمُوا

یعنی ہر مکلف پر ان انبیار کی معرفت تفصیلی واجب ہے جن کی تفصیل قرآن شریف میں مذکور ہے آیت تِلْكَ حُجَّتُنَا سورۂ انعام میں اٹھارہ مذکور ہیں اور دیگر مواضع قرآنی میں سات ہیں جملہ پچیس (۲۵) حسب تفصیل ذیل ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم آدمؑ۔ ادریسؑ۔ نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ ایوبؑ ذوالکفلؑ۔ شعیبؑ۔ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ یونسؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔

الیاسؑ۔ الیسعؑ۔ زکریاؑ یحییٰؑ۔ عیسیٰؑ صلوات اللہ علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین

س۔ ان پر تفصیلاً ایمان لانا جو واجب کہا گیا ہے اوس سے کیا مطلب ہے ؟

ج۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے مکلف پر اگر کوئی نبی یا رسول کی نبوت یا رسالت پیش کی جائے تو اُن کی نبوت یا رسالت کا انکار نہ کرے کیونکہ ان میں سے کسی ایک کی بھی نبوت یا رسالت کا انکار کرنا کفر ہے لیکن عامی شخص یعنی جاہل کے کفر کا حکم نہیں دیا جائیگا البتہ اگر تعلیم کے بعد بھی منکر ہو تو کافر ہوگا اور اس معرفت تفصیلی سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مکلف پر ان کے اسماء گرامی حفظ یاد کرلینی واجب ہے جیسا کہ بعضوں کا دعویٰ ہے سہ

فصل رکن پنجم از ارکان ایمان یعنی ایمان بالیوم الآخر کے بیان میں

س۔ ایمان بالیوم الآخر کے کیا معنی ہیں ؟

ج معنے اوس کے یہ ہیں کہ ہر مکلف یہ تصدیق کرے کہ یوم آخر کا وجود ہونے والا ہے اور اوس میں جو کچھ ہوگا مثلاً بعث حساب صراط میزان اور اخذ صحف کی بھی تصدیق کرے اور اس امر کی بھی تصدیق کرے کہ ہر شخص کا صحیفہ ایک خزانے سے جو زیر عرش ہے اڑتے ہوئے نکلکر اوس کی گردن سے آگے نہیں بڑھے گا ملائکہ جملہ مخلوق کی اطراف صف بستہ گھیرے رہیں گے اور آفتاب خلائق کے سروں سے بمقدار میل مکحلہ یعنی سلائی برابر قریب ہوگا۔ عرق موضع لگام یعنی دہن تک ہوگا اور جنت و دوزخ اور ان دونوں میں جو کچھ ہے سب کی تصدیق کرے اور یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ فی الوقت جنت و دوزخ موجود ہیں چنانچہ حضرت آدمؑ و حواؑ کا قصہ ان دونوں کے فی الوقت موجود ہونے کی بیّن دلیل ہے جیسا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اس پر قبل کسی منکر کے ظہور کے اجماع بھی ہو چکا ہے

اگرچیکہ بعد اجماع ایسے منکرین ظاہر ہوئے ہیں جیسے ابوہاشم معتزلی اور عبدالجبار معتزلی ان دونون کا قول ہے کہ جنت و دوزخ اسوقت موجود نہین بلکہ روز قیامت موجود کئے جائیں گے لیکن چونکہ خرقِ اجماع جائز نہیں اس لئے ان کا قول بھی غیرمعتبر ہے۔ اکثر و بیشتر علماء کا قول ہے کہ جنت سماواتِ سبعہ کے اوپر اور عرشِ معلی کے تحت میں ہے اور دوزخ ساتون زمینون کے نیچے ہے۔ حق تو یہ ہے کہ محلِ وقوع کے علم کو خدا ہی پر مفوض کیا جائے ؎

س۔ یہ تو فرمائے کہ جنت اور دوزخ سعید اور شقی کے لئے دارِ خلود بن پایا کیا؟

ج۔ ہاں جنت سعداء کے لئے دارِ خلود یعنی دوامی گھر ہے سعید وہ شخص ہے جو بحالت اسلام انتقال کرے اگرچیکہ بحالتِ اسلام انتقال کرنے سے پیشتر اوس سے کفر سرزد ہوا ہو اور خواہ قیامت میں معذب بھی کیا جائے ؎

اور دوزخ اشقیا کے لئے دارِ خلود ہے شقی وہ شخص ہے جو بحالتِ کفر یعنی کافر رہکر انتقال کرے اگرچیکہ قبلِ انتقال اُس سے اسلام سرزد ہوا ہو۔ شقی کی تعریف میں اطفالِ کفار داخل نہیں ہیں جبکہ وہ قبلِ بلوغ انتقال کرین بلکہ یہ برنبائے قولِ صحیح جنت مین داخل ہونگے ان کے متعلق دیگر اقوال بھی ہیں چنانچہ بعض کہتے ہین کہ یہ دوزخ میں رہیں گے اور بعض کا قول ہے کہ یہ اعراف میں رہیں گے وغیرہ وغیرہ لیکن صحیح اور معتمد علیہ قول یہی ہے کہ یہ جنت میں مستقل طور پر رہیں گے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ اہل جنت کے خدمتگذار ہوں گے اس کے باوجود دنیوی احکام مین تو یہ کفار ہین نہ ان پر نماز پڑھی جائے گی اور نہ مسلمانون کے مقابر میں مدفون ہونگے۔ اب رہا اطفالِ مومنین کے متعلق جمہور کا قول ہے کہ وہ جنت میں رہیں گے ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ یہ مشیت کے تحت ہیں بلکہ فاضل شبراملسی نے علامہ ابن حجر کے فتاویٰ سے نقل کی ہے کہ یہ قطعاً بالاجماع جنت میں

رہیں گے اس میں خلاف کرنا شاذ بلکہ غلط ہے اور یہ اختلاف انبیاء علیہم السلام کی اولاد کے سوا میں ہے کیونکہ انبیاء کی اولاد تو بالاجماع جنت میں رہے گی۔ اب رہا انس و جن کے سعداء و اشقیاء میں کچھ فرق نہیں ہے جیسا کہ اسکے متعلق فصل ایمان میں بیان ہو چکا ہے؟

س۔ کیا جنت و دوزخ اور اہل جنت و دوزخ کے فنا ہونے کے بھی کوئی قائل ہیں؟

ج۔ فرقہ جہمیہ اس کا قائل ہے یہ فرقہ منسوب ہے جہم ابن صفوان کی طرف۔

س۔ اس فرقہ کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

ج۔ علامہ بیجوری جوھرۃ التوحید میں فرماتے ہیں کہ اوس کے معتقد کافر ہیں کیونکہ اس قول میں کتاب اللہ اور سنت رسول صلعم کی مخالفت ہے ۵

س۔ کیا اس حکم کے منافی علماء کے کچھ اور بھی اقوال ہیں؟

ج۔ ہاں اس حکم کے منافی وہ قول ہے جس کو شیخ جمل نے سورۂ ھود میں قولہ تعالیٰ خَالِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ الخ کی تفسیر نقل کی ہے چنانچہ اونھوں نے چند اختلافی اقوال بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ایک جماعت کا قول یہ بھی ہے کہ آگ فنا ہو گی اس لئے کہ خدائے عزوجل اُس کے لئے مدت متناہی مقرر فرمایا ہے جس کے بعد عذاب زائل ہو جائیگا پس چونکہ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ اور خَالِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اور لَابِثِیْنَ فِیْھَا اَحْقَابًا وارد ہے یعنی جب تک آسمان و زمین موجود ہیں اوس وقت تک کفار مخلد رہیں گے اور لَابِثِیْنَ فِیْھَا اَحْقَابًا سے مراد یہ ہے کہ کئی احقاب اوس میں رہیں گے احقاب کے معنی دھور کے ہیں یعنی کئی زمانے چونکہ اس قسم کی مدتیں بتلائی گئی ہیں اس لئے ابن جماعت کا قول ہے کہ قرآن شریف میں بقائے دوزخ اور اوس کے فناء نہ ہونے کے متعلق کوئی دلیل نہیں ہے صرف قرآن شریف سے

اتنا ہی ثابت ہے کہ کفار اوس مین مخلد رہیں گے اور نہیں نکلیں گے کسی وقت بھی عذاب اون سے منقطع نہیں ہوگا بلکہ اون پر عذاب ہمیشہ رہے گا مرینگے نہیں وغیرہ وغیرہ لیکن اس مین تو صحابہ یا تابعین کا اختلاف ہی نہیں ہے۔ نزاع اس امر میں ہے کہ نار ابدی ہے یا اوس پر بھی فناء مکتوب ہے۔ اب رہا یہ کہ کفار جہنم سے نہیں نکلیں گے اور جنت میں داخل نہ ہونگے تو اس مین اہل سنت جماعت والوں میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔ فاضل ابن تیمیہ نے اس کے فنا ہونے کے متعلق ابن عمرؓ اور ابن عمروؓ ابن مسعودؓ ابن عباسؓ انسؓ حسن بصریؒ۔ حماد بن سلمہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ کے اقوال نقل کی ہے اور عبد ابن حمید کی روایت بھی بیان کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند معتبر روایت کرتے ہیں کہ اہل دوزخ میدان عالج کی کنکریوں کی تعداد بھی آگ میں رہیں تو ایک دن ضرور اُن کے نکلنے کا ہوگا۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے بھی ابن عمرو ابن العاصی سے روایت کی ہے کہ ضرور جہنم پر ایک روز ایسا آئیگا کہ اوس میں کوئی نہیں رہیگا خالی پڑے رہکر اوس کے دروازوں کی آواز ہوتی رہے گی۔ بغویؒ وغیرہ سے بھی بروایت ابوھریرہؓ وغیرہ بھی مروی ہے۔ ابن قیم نے بھی اپنے استاد ابن تیمیہ کے موافق اسی قول کی تائید کی ہے۔ لیکن یہ غیر معتبر اور متروک مذہب ہے نہ اسپر اعتماد کیا جائے اور نہ اوس کی اتباع کی جائے الحاصل جمہور اہل سنت بیان ماتقدم کے بہتر تاویلات کر چکے ہیں اور جو آیات کہ اونھوں نے بیان کیا ہے اوس کے جوابات بھی قریبًا بیس طریقے سے ہو چکے ہیں چنانچہ یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ آیات مذکورہ مین جو مدت وغیرہ بتلائی گئی ہے وہ مومن عاصیون کے متعلق ہے یعنی مومن عاصی جہنم مین مخلد نہیں ہوگا اور مومن عاصیون کے مواضع خالی پڑے رہینگے کفار کے مواضع تو اُن سے بھرے ہوئے رہین گے انھیں کبھی چھٹکارہ نہیں ہوگا

جیسا کہ پروردگار نے متعدد آیات مین اوس کا ذکر فرما چکا ہے۔ نیز امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ عذاب باری منقطع ہوگا اور اوس کی انتہا بھی ہوگی چنانچہ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا سے استدلال کی ہے اور یہ بھی کہتے ہین کہ ظالم کی معصیت تو متناہی تھی اس لئے اوس کو غیر متناہی عذاب دیا جانا ظلم ہوگا۔

جواب۔ اس اعتراض کا یہ ہے کہ قول باری تعالیٰ احقاباً اس امر کا مقتضی نہین ہے کہ اوس کے لئے انتہا ہو کیونکہ عرب اپنے استعمال مین احقاب وغیرہ کہکر دوام ہی مراد لیتے ہین۔ مزید برآن اس مین کسی قسم کا ظلم بھی نہین ہے اس لئے کہ کافر نے خود کفر کا ارادہ ہمیشہ اپنی مدت العمر کے لئے دوامی کیا ہوا تھا بدین وجہ اوس کا عذاب بھی دائمی ہوگا گویا کہ کافر کو عذاب دائمی عزم (ارادہ) دائمی کی وجہ سے دیا گیا ہے پس اوس کا عذاب جَزَاءً وِفَاقًا ہوا اھ فائدہ جنت مین سب سے آخر ایک شخص داخل ہوگا جس کا نام جُهَيْنَة ہوگا ۔

س۔ کیا اس بیان کے بھی کچھ اقوال منافی ہین ؟

ج ۔ ہان جو اقوال کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے مضنون کبیر مین لکھے ہین وہ اس بیان کے منافی ہین چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ توراۃ مین یہ بتلایا گیا ہے کہ اہل جنت نعیم یعنی ہر قسم کی لذتونمین پندرہ ہزار سال تک رہین گے بعد ازان ملائکہ بنجائین گے اسی طرح اہل دوزخ بھی اتنی ہی مدت یا اس سے زاید معذب ہونگے اور اس کے بعد شیاطین بنجائین گے انجیل مین مذکور ہے کہ بنی آدم ملائکہ بناکر مبعوث کئے جائین گے توالد تناسل اور خورد و نوش نہین کرین گے اور نہ نیند لیا کرین گے۔

س۔ کیا اس قول کے بھی منافی دیگر اقوال ہین ؟

ج ۔ عبد الکریم جیلی انسان کامل مین جو بیان کئے ہین وہ اس قول کے منافی ہے چنانچہ

اونہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ امر جہنم چونکہ عارضی یعنی حادث ہے وجود میں تواسی لیئے اوس کا زوال بھی جائز ہے ورنہ اوس کا زوال مستحیل ہوتا اور اوس کے زوال سے مطلب یہ ہے کہ صفت احراق (جلانا) اوس سے نکالدیجائے گی اور جب احراق جاتا رہے تو اوس کے ملائکہ بھی نکلجائین گے اور جب ملائکہ احراق خارج ہوجائیں تو ملائکہ نعیم آجائیں گے اور ان کی آمد کے ساتھ ہی شجر جرجیر اگیں گے جو ایک قسم کی سبزی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جنت میں بہترین لون بھی سبزی ہے پس جو آگ تھی وہ نعیم ہوگئی جیساکہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے قصے میں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ چنانچہ ارشاد کے ساتھ ہی سبزہ زار درخت وگل اُگ گئے محل نار تو علی حالہٖ باقی رہا صرف آگ معدوم ہوگئی یا یون کہیئے کہ آگ بھی معدوم نہیں ہوئی بلکہ عذاب کا رنج والم راحت سے بدل گیا پس دوزخ کا بھی قیامت میں یہی حال ہوگا خواہ یہ کہا جائے کہ وہ مطلقاً خدائے رب العزت کا قدم پڑتے ہی زائل ہوجائے گا یا عذاب راحت سے بدلدیا جائیگا دونون قول ہوسکتے ہین اِنْتَھٰی کَلَامُہٗ ۃ

س- اس قول مین منافات کس لئے ہے ؟

ج- منافات اس لئے ہے کہ اِس فرقۂ جھمیہ کی تکفیر جس وجہ سے کی جارہی ہے وہ مختلف فیہ مسئلہ ہے اور مسلم ہے کہ جو مسئلہ مختلف فیہ ہو اُس مین تکفیر نہیں کی جاسکتی البتہ اگر یہ کہا جائے کہ اختلاف تو مئول ہوچکا ہے شیخ جبلؒ کے قول سے و نیز شیخ محمد الامیر نے شرح جوہرۃ التوحید مین جو تاویل کی ہے اوس سے کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ یا عبدالکریم جیلی کے اقوال مین جو فناءِ عین نار اور تصیفق (آواز) ابواب اور شجر جرجیر کا ذکر ہے اوس سے مراد وہ نار ہے جہاں مومن عاصی رہیں گے تو پس ایسی صورت میں فرقہ جہمیہ کی تکفیر مین کوئی قول منافی نہیں رہیگا - اور جہان

آخر الذکر ہر دو اصحاب کے اقوال کی تاویل ممکن نہ ہو تو وہ اون کا قول نہیں سمجھا جائیگا بلکہ یہ مدسوس علیہم یعنی دوسروں کی زیادتی تصور ہوگی یا ایسے اقوال کو واہی اور غیر معتبر سمجھنا چاہیے کما قیل

وَلَیْسَ کُلُّ خِلَافٍ جَاءَ مُعْتَبَرًا اِلَّا خِلَافٌ لَّہٗ حَظٌّ مِّنَ النَّظَرِ

یعنی ہر قسم کا اختلاف معتبر نہیں ہوگا بلکہ وہی اختلاف قابل اعتبار ہے جس میں نظر و فہم کا بھی کچھ حصہ ہو پس ایسی صورت میں بھی فرقہ مذکورہ کی تکفیر میں کوئی قول منافی نہیں ہے ؎

س ۔ آپکا اعتقاد اس مسئلہ میں کیا ہے ؟

ج ۔ میرا اعتقاد اس مسئلہ میں وہی ہے جس پر اہل سنت والجماعت ہیں وہ یہ ہے کہ نار فنا نہیں ہوگی اور اہل دوزخ کو چھٹکارا بھی نہیں ہوگا جیسا کہ جنت دائمی ہے اور اہل جنت اُس میں مخلد رہیں گے انہیں بہشت میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ نکالے جائیں گے ارشاد ہے وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ الحاصل جنت و دوزخ کا باقی رہنا اگرچہ جائز عقلی ہے لیکن شرعاً واجب ہے۔ خداوندا ہمیں بھی اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما آمین ۔

س ۔ جب آپ کا اعتقاد یہی ہے تو پھر بحث کرنے کی وجہ کیا تھی ؟

ج ۔ مسئلہ ہذا پر اس قدر بحث کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اہل ہنود کا ایک شخص جو اپنے مذاہب میں سے کسی مذہب معین کا بھی متبع نہ تھا یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ علم معقول مدارج قصوی (انتہائی درجے) پر پہونچ چکا ہے اور مجھ سے اکثر یہ بحث کیا کرتا تھا کہ بہشت اور دوزخ کا باقی رہنا عقلاً محال ہے اس لئے کہ دلیل عقلی یہ قایم ہو چکی ہے کہ قدیم ذاتی قائم بنفسہٖ جو واجب الوجود سبحانہ وتعالی ہے وہ ایک ہی ہے پس باقی بھی ایک ہی ہوگا جو کہ خدائے عزوجل ہے انتہٰی کلامہٗ (حالانکہ ایسے قدما کا تعدد

جو وجودی اور متغایر و منفک ہو سکتے ہون اس حیثیت سے کہ وہ مستقل ذوات ہون اون کا ممتنع ہونا تو مسلم ہے لیکن یہ دعویٰ کہ اشیاء حادثہ کا بقا بھی ممنوع ہے مسلم نہین بلکہ حوادث کا باقی رہنا عقلاً جائز اور شرعاً بعض مین واجب ہے جیسے بہشت و دوزخ کہ ان کا باقی رہنا شرعاً واجب ہے اور عقلاً جائز ؎

س۔ یوم قیامت کو یوم آخر کس لئے کہا جاتا ہے ؟

ج۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ قیامت کا دن ایام دنیا مین سب سے آخر ہے یا اس لئے کہ اوس کے بعد پھر شب نہین ہوگی اور یوم آخر کی ابتدا نفخۂ ثانیہ عــہ سے ہے بعض کہتے ہین حشر سے ہے اور بعضون کا قول ہے کہ موت سے ہے بہر حال جملہ اقوال کے لحاظ سے یوم آخر کی انتہا نہین ہے اور یہی قول حق ہے۔ بعض کہتے ہین کہ اہل جنت جنت مین اور اہل دوزخ دوزخ مین داخل ہو جانا یوم آخر کی انتہا ہے ؎

س۔ نفخۂ ثانیہ سے کیا مراد ہے ؟

ج۔ نفخۂ ثانیہ سے مراد بعث ہے یعنی قبور سے ابدان کا زندہ کیا جانا۔

س۔ نفخۂ ثانیہ کی کیفیت تو بیان کیجئے ؟

ج۔ نفخۂ ثانیہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ جملہ خلائق نفخۂ اولیٰ سلہ سے مر جانے کے بعد ہوگا اور نفخۂ اولیٰ کو نفخۂ صعق بھی کہتے ہین اور صعق کہتے ہین مر جانے کو۔ نفخۂ ثانیہ نفخۂ اولیٰ کے چالیس سال بعد کو ہوگا اور بعد از نفخۂ اولیٰ چالیس یوم تک آسمان سے موسلا دھار بارش ہوگی ہر قطرے کی ضخامت اتنی ہوگی جتنا کہ بھرے مشکون کے منھ سے آب نکلتا ہے پانی کی حالت منی الرجال کے جیسے ہوگی یہان تک کہ لوگو نپر

عــہ دوسری پھونک۔ سلہ پہلی پھونک۔

بارہ ذراع پانی چڑھ جائے گا۔

س۔ یہ تو فرمائے کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟

ج۔ اس کے بعد پروردگار دوجہان اجساد کو حکم دیگا پس وہ مثل سبزیون کے اگنے لگین گے جب وہ کامل اور حسب سابق ہوجائین تو فرمان خداوندی ہوگا کہ جبریل و میکائیل اسرافیل (علیہم السلام) زندہ ہوجائین بعدازان اسرافیل علیہ السلام کو اخذ صور کا حکم ہوگا صور ایک نور کی سینگ ہے گویا بصورت بگل جو فی زمانا باجاجاتا ہے جس کی عظمت وضخامت آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اس کے بعد خداوند عالم ارواح کو بلا کر صور مین ڈالدیگا۔

س۔ اس کے بعد کیا ہوگا بیان کیجئے؟

ج۔ خداوند عالم اس کیفیت کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام کو نفخ صور کا حکم دیگا نفخ کہتے ہین پھونکنے کو پس ارواح فوراً صور سے شہد کی مکھیون کی طرح نکلکر اجسام مین اسطرح گھسین گے جیسا کہ زہر مار گزیدہ کے جسم مین سرایت کرتا ہے اسی کا نام نشر ہے اور میدان محشر مین لوگون کو لیجانے کا نام حشر ہے الحاصل یوم آخر یعنی قیامت کے احوال بہت کچھ ہین پس بالجملہ یوم آخر اور اوس مین جو کچھ ہوگا جس کا بیان شارع علیہ السلام فرما چکے ہین اوس پر ایمان لانا واجب ہے اَللّٰھُمَّ نَجِّنَا مِنْ اَھْوَالِ یَوْمِ الْقِیَامَہ

فصل رکن ششم از ارکان ایمان یعنی ایمان بالقدر خیرہٖ وشرہٖ کے بیان مین

س۔ ایمان بالقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ کے کیا معنی ہین؟

ج۔ معنی اوس کے یہ ہین کہ بندہ یہ اعتقاد رکھے کہ پروردگار نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پیشتر ہی خیر وشر کو مقدر فرما رکھا ہے جملہ کائنات اور خیر وشر نفع وضرر وغیرہ

سب کچھ اوسی حکیم مطلق کی قضاء و قدر اور اوسی کے ارادہ سے ہے اور اگر جملہ مخلوقات انس و جن ملائکہ و شیاطین سب جمع ہوکر کسی ذرہ کو اوس کی جگہ سے نقل کرنا چاہیں تو بغیر قضاء و قدر الٰہی اور بغیر اوس کے ارادے اور حکم و ایجاد کے ہرگز نہیں ہوسکیگا لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ

س - اس پر دلیل کیا ہے بیان کیجئے ؟

ج - دلیل اس کی ارشاد باری عزاسمہ وَاللّٰہُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ہے یعنی خدا تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے (پس ما جو اس آیت میں ہے وہ مصدری ہے اگر مصدر سے مراد حاصل بالمصدر معنی لئے جائیں جس کی تقدیرہ و معمولکم ہوگی اور مصدری معنی چونکہ امر اعتباری ہیں جس سے خلق و ایجاد کا تعلق ہو نہیں سکتا اس لئے مراد نہیں لئے جاسکتے یا ما موصولہ ہوگا جس کی تقدیر والذی تعملونہ ہوگی یعنی خدائے تعالیٰ تمہیں اور جسے تم کیا کرتے ہو پیدا کیا ہے) عام ازیں کہ خیر ہو یا شر اختیاری ہو یا اضطراری بندہ کو اوس میں کسی قسم کا دخل نہیں ہے صرف حالت اختیار میں محض مائل ہونے کا حق حاصل ہے اسی کا نام کسب ہے تکلیف کا دار و مدار بھی اسی پر ہے اور اسی پر ثواب و عقاب مرتب ہوتا ہے البتہ شر کی نسبت کریم مطلق کی طرف تادُّباً نہیں کی جاتی ہے دیکھو خدائے تعالیٰ اپنی کتاب مقدس میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کی حکایت حال فرماتا ہے وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ یعنی جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ حکیم مطلق شفاء بخشتا ہے ظاہر ہے کہ خلیل علیہ السلام نے ادباً مرض کی نسبت اپنے طرف کی ہے اور شفاء کی خداوند عالم کی طرف۔ اس مسئلہ کی مزید توضیح انشاء اللہ تعالیٰ خاتمہ میں کی جائیگی ۔

س - قدر کے معنی کیا ہیں بیان کیجئے ؟

ج - اشاعرہ کے پاس قدر کے معنی ہیں خدائے تعالیٰ کا اپنے حسب ارادہ اشیاء کو خاص طور

اور وجہ معین پر پیدا کرنا ہم گویا کہ اشاعرہ کے پاس قدر صفتِ فعل ہے کیونکہ اس سے
مراد ایجاد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایجاد صفاتِ افعال سے ہے (خیرہ دشرہ میں
جو ضمایر ہیں وہ قدر پر عاید ہیں اور خیرہ بدل ہے شرہ اوس پر معطوف)

فصل رکن سوم از ارکان دین یعنی احسان اور اوس کے ارکان وغیرہ کے بیان میں

س - احسان کے معنی کیا ہیں ؟

ج - لغت میں احسان کہتے ہیں عمدگی سے کام کرنے کو اور شریعت میں خداوند عالم کا عبادت میں مراقبہ کرنے کا نام احسان ہے -

س - اوس کے ارکان کتنے ہیں ؟

ج - ارکان احسان دو ہیں پروردگار دو جہان کی عبادت اس طرح ادا کرنا کہ ہم گویا اوسے دیکھ رہے ہیں اگر اتنا نہ ہو سکے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے -

س - اس کے کیا معنی ہیں فرمائیے ؟

ج - اس کے معنی یہ ہیں کہ احسان کے تین مقامات ہیں (۱) مقامِ مکاشفہ (۲) مقامِ مراقبہ (۳) مقامِ صحت -

س - مقامِ مکاشفہ تو بیان کیجیے ؟

ج - مقامِ مکاشفہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ عبادت کو کامل طور پر معہ ارکان و شروط اسطرح بحارِ مکاشفت میں غرق ہو کر ادا کرے گویا کہ خالقِ دوجہان کو دیکھ رہا ہے اور یہ ہر سہ مقاماتِ احسان میں اعلیٰ تر مقام ہے یہ ہی مرتبہ ہے آن سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا -

س - مقامِ مراقبہ بھی بیان کیجیے ؟

ج۔ مقامِ مراقبہ یہ ہے کہ بندہ عبادتِ الٰہی کامل طور پر معہ ارکان و شرائط اس طرح ادا کرے گویا کہ خداوند سبحانہٗ و تعالیٰ اوسے دیکھ رہا ہے یہ مقام بلحاظِ فضل و احسان مقامِ اوّل کے بعد ہے اور یہ مرتبہ ہے صدیقین کا ۔

س۔ مقامِ صحت بھی بیان کر دیجئے ؟

ج۔ مقامِ صحت یہ ہے کہ بندہ عبادتِ الٰہی معہ ارکان و شروط کامل طور پر اس طرح ادا کرے کہ وظیفۂ تکلیف یعنی اوس عبادت کا مطالبہ اوس سے ساقط ہو جائے یہ مقام ہر سہ مقاماتِ تکلیف میں ادنیٰ تر ہے عام مومنوں کا یہی درجہ ہے پس ہر ایک مرتبہ اِن تینوں مراتب میں سے احسان ہی ہے اب رہا مرتبۂ ثالثہ کا ارکانِ احسان میں شمار اس لئے نہیں کیا گیا ہے کہ جو احسان ارکانِ دین میں معدود ہے اوس سے خاص احسان مراد ہے ۔

فصل اوس نسبت کے بیان میں جو اسلام ایمان احسان کے درمیان واقع ہے

لیکن اوس نسبت کے متعلق گفتگو کرنے سے پیشتر ایک مقدمہ کی تمہید ضروری ہے

س۔ فرمائیے وہ مقدمہ کیا ہے ؟

ج۔ وہ مقدمہ یہ ہے کہ جو تصدیق تعریف ایمان میں ماخوذ ہے اوس کے تین معانی ہیں جن کا جاننا اوس نسبت کی معرفت کے لئے ضروری ہے ۔

س۔ معانی تصدیق میں پہلے معنے کیا ہیں ؟

ج۔ تصدیق کے پہلے معنی لغوی ہیں اور وہ یہ ہے کہ تصدیق باب تفعیل سے ہے جو کئی معانی کے لئے آتا ہے ازآں جملہ کبھی مفعول کی نسبت اصل فعل (یعنی مصدر) کی طرف کر دیجاتی ہے اور اوس مفعول کا نام بھی اصل فعل یعنی مصدر سے رکھدیا جاتا ہے مثلاً

صداقتہ کے معنی ہیں نسبتہُ الی الصدق (یعنی منسوب کیا میں اوس کو سچائی کی طرف اور سمیتہُ صادقاً یعنی اوس کا نام میں نے صادق رکھا۔ لئے جاتے ہیں پس یہاں تصدیق کے معنی ہوں گے آنحضرت صلعم کو آپ کے جملہ آوردہ احکام میں صرف سچائی کی طرف بغیر تسلیم اور قبول کرنے کے منسوب کرنا۔ اور یہ معنی اگرچیکہ منجملہ تصدیق منصطقی کے معانی سے ہیں لیکن مانحنُ فیہ میں بالاتفاق مراد نہیں لئے جاسکتے سہ

س۔ تصدیق کے معنی دوم بیان کیجئے؟

ج۔ تصدیق کے ثانی معنی شرعی ہیں اور وہ یہ ہے کہ تصدیق سے مراد معرفت ہے اور معرفت ذہن کے اوس حکم جازم کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو اور کسی دلیل کی وجہ سے پیدا ہوا ہو اگرچیکہ اوس کے ساتھ دلی رضامندی نہ ہو۔ چنانچہ بعض علماء کا قول ہے کہ حصول ایمان کے لئے یہی معنی ثانی کافی ہیں مگر فی الحقیقت یہ قول نہایت ضعیف ہے کیونکہ اس قول پر تعریف ایمان کا غیر مانع ہونا لازم آئیگا اس لئے کہ اس میں کافر کی معرفت بھی داخل ہے بدیں وجہ کہ حدیثِ نفس یعنی دلی رضامندی ضروری نہیں قرار دی گئی ہے حالانکہ کافر مومن نہیں ہے۔ نیز تعریف ایمان کا غیر جامع ہونا لازم آئے گا کیونکہ اس تعریف میں جزم مقلد شامل نہیں ہے (اس لئے کہ اعتقادِ جازم اور مطابق واقع کے ساتھ ناشی عن دلیل کی قید ہے اور ظاہر ہے کہ مقلد کا اعتقادِ جازم ناشی عن دلیل نہیں ہے بلکہ تقلیداً ہوتا ہے اس لئے مقلد کا شمول نہیں ہوگا) حالانکہ جمہور علماء کا قول ہے مقلد مومن ہے پس ثابت ہوگیا کہ تصدیق کے دوسری معنی بھی حصول ایمان کے لئے کافی نہیں ہیں سہ

س۔ اس معنی دوم پر جو اعتراضات وارد ہوئے ہیں کیا اون کا رد بھی کیا گیا ہے؟

ج۔ ہاں رد کیا گیا ہے چنانچہ اعتراض اوّل کا جس سے ایمان کا غیر مانع ہونا لازم آیا تھا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ایمان کی جو تعریف معنی ثانی میں کی گئی ہے اوس سے مراد ایمان

شرعی ہے جو عنداللہ یعنی آخرت میں سودمند ہو۔ اور چونکہ ایمانِ شرعی کا اجتماع کفر
کے ساتھ ہو نہیں سکتا اس لئے کہ ایمان شرعی جو عنداللہ نافع ہے اوس کی شرط یہ ہے
کہ اوس کا منافی یعنی اوس کو باطل کرنے والا بھی نہ پایا جائے اور ظاہر ہے کہ اذعانِ
شرعی کا نہ پایا جانا ایمان شرعی کے منافی ہے جیسے بالاختیار کسی صنم کو سجدہ کرنا کہ ایسی
حالت میں اگرچہ اذعانِ شرعی پایا جائے مگر ایمان شرعی مفید عنداللہ کے منافی
ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ متنافیین یعنی ضدین کا اجتماع محلِ واحد میں ہو نہیں سکتا پس
ثابت ہو گیا کہ ایمان مذکور کی صحت کے لئے بالاجماع اذعانِ شرعی ضروری ہے اذعان
شرعی کے معنیٰ سابق میں گذر چکے ہیں اور اعتراض ثانی کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تعریف
مذکور ایمان کامل کی ہے جس سے یہ لازم آئیگا کہ مقلد کا ایمان غیر کامل ہے ٥

س۔ تصدیق کے معنیٰ سوم بیان کیجئے؟

ج۔ معنیٰ سوم یہ ہیں کہ "تصدیق ایسی دلی رضامندی ہے جو اعتقاد جازم کی تابع اور واقع
کی مطابق ہو" اور اگر یہ اعتقادِ جازم وغیرہ کسی دلیل سے پیدا ہوا ہے تو اوس کا نام معرفت
ہے اور اگر کسی دوسرے کا قول بغیر اوس کی دلیل کی معرفت کے لیا گیا ہے تو اوس کا
نام تقلید ہے الحاصل تصدیق کے جو تیسرے معنیٰ بتلائے گئے ہیں وہی محقق ہیں ٥

س۔ معنیٰ سوم ہی محقق کس لئے ہیں؟

ج۔ معنیٰ سوم اس لئے محقق ہیں کہ اوس میں ہر دو اعتراضات سابقہ جو معنیٰ ثانی میں مذکور
ہوئے ہیں اون کے جوابات کی ضرورت نہیں پڑے گی چونکہ کافر اس تعریف میں
داخل نہیں ہوگا کیونکہ اوس کے جزم کے ساتھ اذعانِ شرعی نہیں ہے اس لئے کہ
اوس کا نفس اذعانِ شرعی سے راضی نہیں اسی لئے اوس کے ساتھ حدیث نفس یعنی
قلبی رضا بھی نہیں پس کافر کا اعتقاد جازم مذکور تصدیق شرعی نہیں بلکہ تصدیق منطقی ہے
ظاہر ہے کہ تصدیق منطقی کی وجہ سے کافر کفر سے خارج نہیں ہو سکتا اور نہ اوس سے

کافر کو کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ آیندہ اس کو وضاحت سے بیان کیا جائے گا نیز اس
تعریف میں مقلد بھی داخل رہے گا کیونکہ اوس کے اعتقادِ جازم کے ساتھ حدیث
نفس یعنی رضاء قلبی ہوا کرتی ہے غایت الامر یہ ہے کہ مقلد کا اعتقادِ جازم ناشی عن
دلیل نہیں ہے بریں ہمہ جمہور علماء کے پاس صحتِ ایمان کے لئے کافی ہے ۵
س۔ اب فرمائیے کہ اسلام اور ایمان کے مابین کونسی نسبت ہے؟
ج۔ واضح باد کہ اس نسبت کے متعلق اختلاف ہے بعض علماء تو کہتے ہیں کہ اسلام اور ایمان
شرعاً الفاظِ مترادفہ ہیں جن کے ایک ہی معنی ہیں پس ایمان و اسلام ہردو کی تعریف
یہ ہوگی کہ آنحضرت صلعم کے جملہ لائے ہوئے احکام جو مجمع علیہا اور بدیہیاتِ
دینی سے ہوں اون کی دل سے تصدیق کرنی پس اس قول کے لحاظ سے کلمہ طیبہ کا
زبان سے کہنا ایمان و اسلام کے لئے دلیل ہوگا اور عمل ان دونوں کے لئے کمال ہوگا
لیکن یہ قول ضعیف ہے قول صحیح اور راجح یہ ہے کہ ایمان و اسلام متغایر ہیں ۵
س۔ ایمان و اسلام کے تغایر کی کیفیت تو بیان کیجئے؟
ج۔ ہاں قول راجح کی بناء پر انقیاد ظاہری کا نام اسلام ہوگا اور تصدیق باطنی کا نام ایمان
س۔ اس میں کچھ اور وضاحت فرمائیے؟
ج۔ مزید توضیح یہ ہے کہ اسلام و ایمان ہر ایک کے دو دو قسم ہیں (۱) اسلام مُنجی عِندَاللّٰہِ
وَعِندَالنَّاس یعنی ایسا اسلام جو مخلوق و خالق دونوں کے پاس منجی ہو (۲) ایمان
منجی عنداللہ و عندالناس یعنی ایسا ایمان جو عنداللہ و عندالناس نجات دہندہ ہو (۳)
اسلام منجی عندالناس فقط (۴) ایمان منجی عنداللہ فقط ۵
س۔ اسلام میں تو یہ اقسام بیان کیجئے؟
ج۔ وہ اسلام جو خدا و ندِ عالم اور مخلوق دونوں کے پاس نجات دہندہ ہے وہ ظاہری امتثال
ہے (امتثال کہتے ہیں حکم ماننے اور فرماں برداری کرنے کو) جو تصدیق قلبی کے

ساتھ ہو یعنی امتثال ظاہری کے علاوہ دل سے تسلیم اور قبول کرنا چنانچہ اسی کو ایمان کہا جاتا ہے اور جو اسلام کہ عند الناس منجی ہے وہ صرف امتثال ظاہری کا نام ہے بدون ایمان کے مثلاً منافق کہ یہ دنیوی احکام میں تو مسلم و مومن ہے لیکن اگر اوس کے کفر پر کسی علامت کے ذریعہ سے اطلاع ہو جائے مثلاً کسی بت کو باختیار سجدہ کرتا ہوا نظر آئے تو ایسی صورت میں دنیا میں بھی اوس پر احکام کفر جاری ہوں گے۔

س۔ ایمان میں بھی یہ اقسام بیان کیجئے؟

ج۔ وہ ایمان جو عند اللہ اور عند الناس منجی ہے یہ ہے کہ دل سے تصدیق یعنی تسلیم مع امتثال ظاہری کے کیجائے جس کو اسلام کہا جاتا ہے اور وہ ایمان جو صرف عند اللہ منجی ہے یہ ہے کہ محض دل سے تسلیم اور قبول بغیر امتثال ظاہری کے کیا جائے (جیسے نطق بالشہادتین) یعنی اتفاقاً بغیر کسی عذر مانع کے یا بغیر کسی قسم کے عناد یا انکار کے زبان سے کلمۂ طیبہ کا اقرار نہ کرسکے یا اتنا موقع ملنے سے پیشتر انتقال کرجائے تو ایسا شخص عند اللہ مومن ہے چنانچہ ماسبق میں اس کا کئی بار ذکر ہو چکا ہے ؏

س۔ اسلام اور ایمان میں جو تغایر بتلایا گیا ہے آیا وہ مفہوم اور ما صدق اور محل کے اعتبار سے ہے یا کسی ایک کے اعتبار سے؟

ج۔ اسلام اور ایمان میں جو تغایر بتلایا گیا ہے وہ باعتبار مفہوم یعنی معنی اور باعتبار ما صدق یعنی اوس کے افراد دونوں کے لحاظ سے ہے چونکہ اسلام کے معنی انقیاد ظاہری کے ہیں اس لئے اوس کے افراد بھی انقیادات ہیں جیسے زید عمر بکر وغیرہ کا انقیاد۔ اور ایمان کے معنی ہیں تصدیق باطنی اس لئے اوس کے افراد بھی تصدیقات ہیں جیسے زید عمر وغیرہ کی تصدیق اور محل کے اعتبار سے اسلام و ایمان ہر دو متحد ہیں

یعنی شرعاً باعتبارِ محل دونوں متلازم ہیں لیکن یہ اتحادِ محلی "جہت معتبرہ" کے اتحاد کے بعد ہوگا۔ اور محل سے مراد وہ ذات ہے جس سے یہ دونوں قایم ہوں یعنی جو شخص ان دونوں (یعنی اسلام وایمان) میں سے کسی ایک سے اگر موصوف ہو تو دوسرے سے بھی موصوف ہوگا اور جو شخص کسی ایک سے بھی موصوف نہ ہو تو دوسرے سے بھی موصوف نہ ہوگا۔ اور جہت معتبرہ سے مراد عند اللہ یا عند الناس کی قید اتفاقی ہے۔ پس ایسی صورت میں ایمان یا اسلام کا تحقق بغیر ایک دوسرے کے نہیں ہوگا یعنی ہر مسلمان مومن ہوگا اور ہر مومن مسلمان نیز اس تلازم سے جو مراد ہے اس کا ذکر قریب میں آئے گا ؎

س۔ کیا جو شخص دل سے تصدیق کرے اور زبان سے کلمۂ طیبہ کا اقرار نہ کرے لیکن ناراضی یا عناد کی وجہ سے نہیں بلکہ ایسا اتفاق ہوگیا ہے یا اقرار زبانی پر قادر و متمکن ہونے سے پیشتر اچانک موت کا شکار ہوجائے مگر دل سے تو مصدِق تھا یا اقرار لسانی سے معذور ہے جیسے اخرس (گونگا) تو کیا تلازمِ مذکور پر اِن صورتوں میں کوئی اعتراض وارد ہوگا؟

ج۔ کسی قسم کا بھی اعتراض تلازم مذکور پر وارد نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ سب عند اللہ مسلم ومومن ہیں مگر عند الناس نہیں کیونکہ تلازم مذکور کا اعتبار ان دونوں کے درمیان شرعاً جہت معتبرہ کے اتحاد کے بعد واقع ہوا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اس لئے ظاہر ہے کہ صورتِ ہذا میں جہت معتبرہ عند اللہ کے لحاظ سے متحد ہے یعنی تصدیق قلبی موجود ہے ؎

س۔ اسلام وایمان کے مابین جو تلازم شرعی بتلایا گیا ہے کہ وہ "باعتبار محل جہت معتبرہ کے اتحاد کے بعد لازمی ہوگا" تو اس سے کیا مراد ہے؟

ج۔ اس تلازم سے مراد یہ ہے کہ ایمان اور اسلام ہر دو ہیں اگر عند اللہ و عند الناس

منجی ہونے یا صرف عند اللہ منجی ہونے کا اعتبار کیا جائے تو ایسی صورت میں ہر ایک دوسرے سے غیر منفک اور لازم ہوگا ورنہ تلازم باقی نہیں رہے گا اور اور جب تلازم نہ رہا تو بسا اوقات دونوں بھی محل واحد میں پائے جائیں گے اور کبھی صرف ایک ہی پایا جائے گا ۔

س۔ ایمان اور اسلام میں جبکہ ہم ہر ایک میں منجی عند اللہ وعند الناس یا صرف منجی عند اللہ ہونے کا اعتبار نہ کریں تو دونوں میں کونسی نسبت ہوگی ؟

ج۔ ایسی صورت میں ایمان واسلام کے مابین عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہوگی یعنی ایک مادہ میں دونوں کا اجتماع ہوگا اور دو مادوں میں افتراق ۔

س۔ اسلام وایمان کا اجتماعی مادہ کیا ہے ؟

ج۔ مادۂ اجتماع ان ہردو کا اوس صورت میں ہوگا جبکہ کوئی شخص اپنے دل سے آنحضرت صلعم کے جملہ لائے ہوئے احکام جو بداہتہً معلوم ہوں اور جن پر اجماع بھی ہو چکا ہو اون کی تصدیق کرے اور ظاہر میں بھی احکام شرعیہ کا متبع رہے ۔ ایسا ہی شخص مسلم ومومن ہے ۔

س۔ اسلام کا مادۂ انفراد بیان کیجئے ؟

ج۔ اسلام کا مادۂ انفراد اوس صورت میں ہوگا جبکہ کوئی شخص بظاہر تو احکام شرعیہ کا منقاد ومتبع ہے مگر آنحضرت صلعم کے لائے ہوئے احکام جو بداہتہً معلوم اور مجمع علیہ ہوں اون کی دل سے تصدیق نہ کرے جیسے آنحضرت صلعم کے زمانے کے منافقین کہ باطن میں جھٹلاتے اور تصدیق بھی نہیں کرتے تھے چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

ترجمہ۔ اعراب کہتے کہ ہم ایمان لاچکے (اے نبی صلعم) آپ انھیں کہدیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں ایمان تو تمہارے قلوب میں

داخل ہی نہیں ہوا۔ ہم پر یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ منافق پر اس مادہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ وہ باعتبار ظاہری حالت کے مسلم ہو مومن ہے۔ کیونکہ منافق کا ایمان اور اسلام دونوں بھی عنداللہ منجی نہیں ہیں چہ جائے کہ ایک ہی منجی ہو سکے۔ بلکہ وہ عنداللہ کافر اور مخلد فی النار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا یا التحقیق منافقین آگ کے نہائی درجہ میں رہیں گے اور آپ ہرگز کسی کو ان کا معین و مددگار نہیں پائیں گے ؎

س۔ ایمان کا انفرادی مادہ بیان کیجئے ؟

ج۔ مادۂ انفراد ایمان اوس صورت میں ہو گا جبکہ کوئی شخص آنحضرت صلعم کے لائے ہوئے احکام جو بداہتہً معلوم اور مجمع علیہ ہوں اُن کی بغیر اذعان شرعی کے دل سے تصدیق کرے اور بظاہر احکام شرعیہ کی اتباع نہ کرے جیسے کفارِ قریش اور علماء یہود کی حالت آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھی ؎

س۔ اوس حالت کی کیفیت تو بیان کیجئے ؟

ج۔ کیفیت اوس کی یہ ہے کہ کفارِ قریش و علماء یہود دل سے اس امر کی تصدیق کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم پیغمبر خدا ہیں اور آپ کے آوردہ جملہ احکام برحق ہیں لیکن چونکہ یہ اہلِ استکبار و عناد تھے اور اذعان و انقیاد اور تسلیم نہیں کرتے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ یہ حالت ایمانِ شرعی جو عنداللہ مفید ہے اوس کے منافی ہے غایت الامر یہ ہے کہ ان کی تصدیق منطقی ہے شرعی نہیں جس سے ایمانِ لغوی ثابت ہو گا ایمانِ شرعی نہیں اور ایمان لغوی انہیں کفر سے نہیں نکالے گا اور نہ کچھ فائدہ دیگا اس کی مزید توضیح قریب میں کی جائے گی ؎

س۔ اس پر دلیل کیا ہے ؟

ج۔ دلیل اوس کی حسب ذیل قرآنی آیات ہیں قولہ تعالیٰ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ

يَقُولُونَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ يَجْحَدُوْنَ ه
بالتحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپ کو شاق گذرتا ہے جو کچھ آپکو کہتے ہیں یہ آپکو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالمین اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں و قولہ تعالیٰ يَعْرِفُونَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۤءَهُمْ آپکو ایسا جانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں و قولہ تعالیٰ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ نہیں ایمان لاتے ہیں اون میں سے اکثر خدائے تعالیٰ پر مگر اس حالت میں کہ وہ مشرک باللہ ہوتے ہیں۔

س۔ ایمان اور اسلام میں جو تین مادے بیان کئے گئے ہیں اون میں نافع اور دنیا و آخرت میں نجات دہندہ کونسا مادہ ہے؟

ج۔ مادۂ اجتماع ہی نافع اور دنیا و آخرت میں نجات دینے والا ہے جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا؟

س۔ صرف دنیا میں کونسا مادہ نفع بخش ہے؟

ج۔ انفرادِ اسلام کا مادہ صرف دنیا میں نافع ہے آخرت میں تو صرف اسلام بغیر ایمان شرعی کے کسی قسم کا فائدہ نہیں دے گا۔

س۔ وہ کونسا مادہ ہے جو دنیا و آخرت یعنی دونوں جہان میں مفید نہیں؟

ج۔ صرف ایسا ایمان جس کے ساتھ حدیث نفس یعنی رضاء قلبی نہ ہو وہ مفید ہر دو جہان نہیں جیسا کہ بیشتر ذکر کیا گیا پس اس قسم کا ایمان بغیر اسلام کے دارین میں کسی قسم کا فائدہ نہیں دے گا۔

س۔ احسان اور اسلام و ایمان کے درمیان کونسی نسبت ہے؟

ج۔ نسبت درمیان اسلام کے جو بمعنی انقیاد ظاہری کے ہے اور درمیان احسان کے باعتبار اوس کے مقامِ سوم کے ترادف کی ہے یعنی اسلام و احسان دونوں مترادف ہیں پس جبکہ یہ ہر دو مترادف ہوئے تو جو نسبت کہ اسلام و ایمان میں تھی یعنی نسبت تعامم

وہی نسبت ایمان و احسان میں ہوگی جیسا کہ توضیح ما سبق سے ظاہر ہو چکا لیکن اگر ہم اس امر کے قائل ہوں کہ اسلام و ایمان مترادف یا متغایر ہیں مگر دونوں میں باعتبار محل کے تلازم شرعی ہے تو ایسی صورت میں اسلام و ایمان اخص ہوں گے احسان سے اب رہا احسان باعتبار اوس کے مقام اول و دوم کے تو وہ ایمان اور اسلام سے باعتبار ان دونوں کے جملہ معانی سابقہ کے اخص ہوگا ٥

س - یہ تو فرمائیے کہ آیا ہر مکلف پر دین الاسلام کے لئے دائمی راسخ الاعتقادی اور جزم واجب ہے جیسا کہ اسلام میں داخل ہونا ہر مکلف پر واجب ہے یا کیا ؟

ج - دین الاسلام پر دائمی جزم اور راسخ الاعتقادی رکھنی واجب ہے پس اگر کوئی مسلمان قطع اسلام کا ارادہ کر لیوے یا اسلام کی حقیت میں شک و تردد کرے یا اسلام کو کسی مستقبل شئے سے معلق کر دے تو فوراً کافر ہو جائے گا پس ظاہر ہو گیا کہ استمرار علی الاسلام یعنی دین اسلام میں ثابت قدم رہنا واجب ہے ٥

س - کیا ہر مکلف مسلمان پر اسلام کی حفاظت واجب ہے ؟

ج - ہاں ہر مکلف مسلمان پر اسلام کی حفاظت کرنی واجب ہے - حفاظتِ اسلام بھی منجملہ اُن کلیاتِ خمسہ کے ہے جن کی حفاظت کرنی واجب اور ضروری ہے - کلیاتِ خمسہ بالترتیب حسب ذیل ہیں (۱) حفاظتِ دین (۲) حفاظتِ نفس (۳) حفاظتِ نسب (۴) حفاظتِ عقل (۵) حفاظتِ مال - عزت و آبرو کی حفاظت بھی اسی مرتبۂ اخیرہ کے درجہ میں ہے ٥

س - علمِ توحید ارکانِ دین کے کونسے ارکان میں سے ہے ؟

ج - واضح باد کہ رکنِ دوم از ارکانِ دین یعنی ایمان چونکہ اعتقادات ہے اس لئے علم توحید کی تدوین اوس کے لئے کی گئی ہے اور کلمۂ طیبہ جو ارکانِ اسلام کا پہلا رکن ہے چونکہ اوس کے معنی جملہ عقایدِ توحید کے مستلزم ہیں اس لئے اوس کو بھی اسی میں شامل

کر دیا گیا ہے ؂

س ۔ علم تصوف ارکانِ دین کے کونسے رکن میں سے ہے ؟

ج ۔ واضح رہے کہ رکن سوم از ارکان دین یعنی احسان کے معنی جو باعتبار اوس کے مقامِ اوّل و دوم کے ذکر کئے گئے ہیں انھیں مدارج کے لئے علم تصوف کی تدوین کی گئی ہے ؂

س ۔ اسلام کے ارکانِ اربعہ اخیرہ کے لئے کن علوم کی تدوین کی گئی ہے ؟

ج ۔ اسلام کے ارکانِ اربعہ اخیرہ کے لئے علمِ فقہ کے ربع عبادات کی تدوین کی گئی ہے اور علمِ فقہ کے چار حصے ہیں عبادات ۔ معاملات ۔ مناکحات ۔ جنایات

س ۔ عبادات کے سوائے علم فقہ کے بقیہ سہ حصوں کی تدوین کن اصول سے ہوئی ہے ؟

ج ۔ علم فقہ کے تینوں حصوں کی تدوین کلیات خمسہ مذکورہ سے (جن کی حفاظت واجب ہے) ہوئی ہے اور کلیاتِ خمس میں زیادہ تر تاکیدِ آکد حفاظتِ دین کے وجوب کی ہے اور دیگر کلیات کی بھی حفاظت کرنی چونکہ حفظ دین کا ہی وسیلہ و ذریعہ ہے اس لئے واجب ہے پس معلوم ہو گیا کہ بقیہ کلیات بھی حفاظت دین میں ہی داخل ہیں خارج نہیں ؂

س ۔ بقیہ علوم کو ارکانِ دین سے کیا نسبت ہے ؟

ج ۔ علم تفسیر اور علم حدیث یہ دونوں فقہ ۔ اور تصوف ۔ اور بعض عقایدِ توحید کے دلائل میں سے ہیں ۔

س ۔ اس کی مزید کافی توضیح فرمائیے ؟

ج ۔ (واضح باد کہ) یہ امر مشہور ہے کہ فقہ کے دلائل بلا خلاف چار ہیں یعنی کتاب اللہ سنتِ رسول صلعم ۔ اجماع ۔ قیاس ۔ البتہ دلیل پنجم یعنی استصحابِ اصل کے متعلق اختلاف ہے لیکن فی الحقیقت جملہ دلائل کتاب اللہ کی طرف ہی راجع ہیں

چنانچہ ارشاد باری ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ترجمہ اتارا ہم نے آپ پر (اے نبی) ایسی کتاب جو تمام امور شرعیہ کے لئے (جن کی مخلوق کو ضرورت لاحق ہوتی ہے) بیان بلیغ ہے۔ جملہ ادلہ کتاب اللہ کی طرف اس لئے راجع ہیں کہ بیان حکم یا تو نفس کتاب یعنی قرآن میں ہوگا یا کتاب کے سنت پر حوالہ دینے سے ہوگا دیکھو خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا یعنی آنحضرت صلعم تمہیں جو کچھ دیں تو پس تم اُسے لیلو اور جس سے تمہیں منع کریں اوس سے باز رہو۔ یا کتاب اللہ اجماع پر حوالہ دینے سے بیان حکم ہوگا جو وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ الآیۃ سے ظاہر ہے یعنی جو شخص طریق مومنین کے سوائے دوسرے راستے کی اتباع کرے تو اوس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ یا کتاب اللہ قیاس پر حوالہ دینے سے بیان حکم ہوگا جیسا کہ ثابت ہے فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ سے (عبرت لو اے بصیرت والو) ظاہر ہے کہ اعتبار کے معنی نظر و استدلال کے ہیں جن سے قیاس حاصل ہوتا ہے الحاصل یہی چار طرق ہیں جن سے کوئی حکم شرعی خارج ہو نہیں سکتا اور یہ سب کے سب قرآن میں مذکور ہیں اسی لئے قرآن کریم تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہے اور اگر استصحاب اصل کا بھی شمار ادلہ فقہیہ میں کیا جائے تو وہ بھی تامل صادق سے غور کیا جائے تو کتاب اللہ سے خارج نہیں پس اس توضیح سے ظاہر اور ثابت ہوگیا کہ احکام شرعیہ کی دلیل اصلی کتاب اللہ ہی ہے اور دیگر ادلہ بالواسطہ یعنی بواسطہ قرآن احکام شرعیہ کے دلائل ہیں ؎

س۔ علم اصطلاح حدیث کی تدوین کیوں ہوئی ہے؟

ج۔ اصطلاح حدیث چونکہ علم حدیث کی معرفت کا وسیلہ ہے اس لئے اوس کی تدوین ہوئی ہے۔

س - علمِ اصولِ فقہ کس لئے مدون ہوا ہے ؟

ج - چونکہ علم فقہیہ مبنی ہے اصولِ فقہ پر اسی لئے اوس کی تدوین ہوئی ہے ۔

س - اِن تمام مذکورہ علوم کا نام کیا رکھا جاتا ہے ؟

ج - اِن سب علوم کو علوم دینیہ کہا جاتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ بعض سے بعض اشرف ہیں اب رہا بعض کو جو شرف حاصل ہے تو وہ اِس لئے ہے کہ یہ بعض دیگر علوم کے اصول ہونے کی وجہ سے اشرف ہوں گے یا اور دیگر خوبیوں کی وجہ سے انھیں شرف حاصل ہوا ہے نیز ان علوم کو علم منقول اور علوم شرعیہ اور علم الشریعت بھی کہا جاتا ہے ۔

س - کیا علوم دینیہ کو علوم ادبیہ کی ضرورت ہے یا نہیں چنانچہ بعض اشخاص جو خود کو عالم علوم دینیہ کہتے ہیں اِس امر کے قائل ہیں کہ علومِ ادبیہ کی ضرورت نہیں ؟

ج - علومِ دینیہ کو علومِ ادبیہ کی سخت ضرورت ہے کیونکہ علوم ادبیہ وسیلہ ہیں علوم شرعیہ کے ۔ اب رہا ایسے قائلین کے قول سے ان علوم کے احتیاج میں کسی قسم کا قدح نہیں ہو سکتا ہے البتہ قائل کے جیسے اور اُن سے کم تمیز رکھنے والے عدم احتیاج سمجھتے ہیں اور ان کی ضرورت کو محسوس نہیں کر سکتے ۔

س - کیا علوم شرعیہ علم معقول کے بھی محتاج ہیں ؟

ج - عقاید توحید کے دلائل میں علوم شرعیہ علم معقول کے محتاج ہیں اس لئے کہ عقاید توحید میں جبکہ دلیل نقلی سے دلیل عقلی کا تعارض ہو تو دلیلِ عقلی ہی معتبر ہے الحاصل جو شخص علوم دینیہ وادبیہ وعقلیہ ان سب کا جامع ہو تو گویا وہ کامل تر شرف حاصل کر چکا ہے اور جو شخص بعض علوم کو حاصل کرے تو گویا کہ وہ بقدر ادراک شرف سے حصہ لیا ہے اور اگر جملہ علوم مذکورہ کا عالم بھی ہو اور اون پر عمل بھی کرے تو ایسا شخص دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے ورثا اور اون کے خلفا میں سے ہوگا خدا ہمیں اس قسم کی ہدایت و توفیق عنایت فرمائے آمین ۔

فقہ شافعی

فقہ شافعیہ
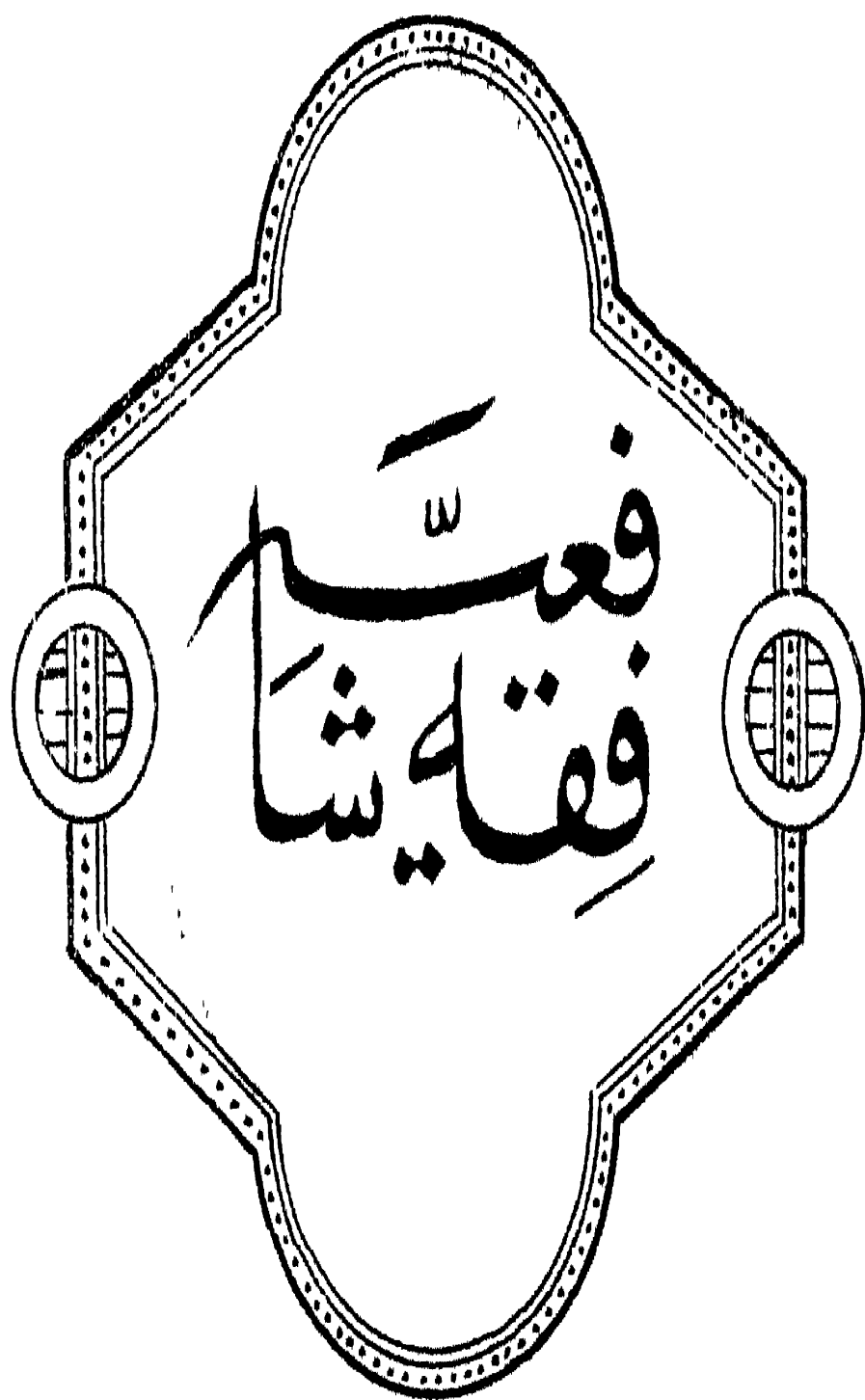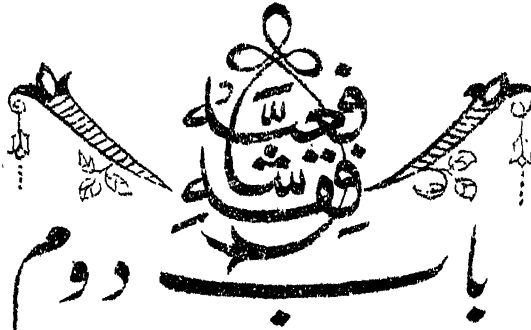
باب دوم

نماز اور اُس کے متعلقات کے بیان میں

نماز کے متعلقات وغیرہ کو بھی ہم نے اسی باب میں تتمیم فائدہ کی غرض سے ذکر کر دیا ہے
نماز رکن دوم ہے ارکانِ اسلام کی اور اسلام رکن اوّل ہے ارکانِ دین کا جیسا کہ
پیشتر ذکر کیا گیا۔ لغت میں صلاۃ کے معنی دعائے خیر کرنے کے ہیں اور شریعت میں
نماز کہتے ہیں چند خاص افعال و اقوال کو جو تکبیر تحریمہ سے آغاز اور سلام سے
ختم کئے جاتے ہیں۔ نماز کی یہ شرعی تعریف وضع یا اغلبیت کے لحاظ سے ہے
اب رہا اس کے خلاف جیسے بیمار یا گونگے کی نماز کہ یہ افعال و اقوال کو صرف اپنے
قلب پر جاری کرتے ہیں تو یہ عارضی یا غیر الغالب اتفاقی طریقہ ہے ٥

سوال۔ نماز میں اقوال کتنے ہیں؟

جواب۔ پانچ ہیں پہلا تکبیر تحریمہ (۲) سورۂ فاتحہ (۳) تشہد اخیر (۴) درود
آنحضرت صلعم پر (۵) تشہد اخیر کے بعد پہلا سلام ٥

سوال۔ نماز میں افعال کتنے ہیں؟

جواب۔ آٹھ ہیں (۱) نیت (نماز کی) (۲) قیام یعنی قدرت والے کا نماز میں کھڑا رہنا
(۳) رکوع (۴) اعتدال یعنی رکوع کے بعد بقدر طمانیت کھڑا رہنا اور طمانیت کہتے ہیں
سکون بقدر سبحان اللہ کو (۵) سجود مرتین یعنی ہر رکعت میں دو سجدے کرنا (۶) جلوس
بین السجدتین یعنی ہر دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا (۷) تشہد اخیر کے لئے بیٹھنا (۸) ترتیب
چونکہ طہارت یعنی صحت نماز کے شرائط میں سے ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ شرط مشروط پر طبعاً

مقدم ہوتی ہے اس لئے ارباب فن نے وضع میں بھی شرط کو مشروط پر مقدم کیا ہے۔
پس میں نے بھی انھیں بزرگواروں کی اتباع کرکے بیان نماز سے پہلے طہارت کا ذکر کیا ہے۔

فصل طہارت کے بیان میں

سوال۔ طہارت کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ طہارت کے معنٰی لغت میں نظافت اور ستھرائی (یعنی ظاہری وباطنی) میل کچیل سے پاکیزگی کے ہیں۔ آلودگی حسیہ جیسے لعاب دہن اور رینٹ اور معنویہ جیسے حسد کینہ اور تکبیر۔ اور شریعت میں طہارت کی متعدد طریقوں سے تفسیر کی گئی ہے ازاں جملہ اوس کی تعریف شرعی یہ بھی ہے کہ "طہارت وہ ہے جس کے کرنے سے نماز صحیح ہوسکے" جیسے وضو غسل تیمم ازالہ نجاست۔ "یا ایسا فعل کرنا ہے جس سے صرف ثواب ہی حاصل ہو جیسے تجدید وضوء کرنی" طہارت کے چند مقاصد ہیں اور چند وسائل ہیں۔

سوال۔ طہارت کے مقاصد کتنے ہیں؟

جواب۔ مقاصد طہارت چار ہیں۔ وضو۔ غسل۔ تیمم۔ ازالۂ نجاست

سوال۔ طہارت کے وسائل کتنے ہیں؟

جواب وسائل طہارت چار ہیں۔ پانی۔ مٹی۔ حجر استنجا۔ دابغ یعنی وہ اشیاء جن سے مردار چرم تراش دیئے جاتے ہیں۔ اب رہا ظروف اور اجتہاد تو خود وسائل نہیں ہیں بلکہ وسیلۂ وسائل ہیں۔ اب ہم سب سے پیشتر اعظم ترین وسیلہ کا ذکر کرتے ہیں۔

سوال۔ کتنے قسم کے پانیوں سے طہارت جائز ہے؟

جواب۔ سات قسم کے پانیوں سے طہارت جائز ہے (۱) بارش کا پانی (۲) دریائی پانی (۳) نہر کا پانی۔ (۴) چاہ وکنوئیں کا پانی۔ (۵) چشمہ کا پانی (۶) برف کا پانی (۷) اولوں کا پانی سے

سوال۔ ان میں سے ہر ایک پانی کے کتنے قسمیں ہیں ؟

جواب ۔ ہر ایک کے چار چار قسم ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سوال ۔ پہلی قسم کیا ہے ؟

جواب۔ قسم اوّل اوس پانی کی ہے جو خود بھی پاک ہو اور غیر کو بھی پاک کرے اور اوس کا استعمال بھی مکروہ نہ ہو اور وہ آب مطلق ہے جس میں کسی قسم کی قیدِ لازم جس کو اصحاب عُرف اور اہلِ لسان جو اوس آب کی حالت سے واقف ہوں نہ لگائیں ۵

سوال۔ قسم دوم کیا ہے ؟

جواب قسم دوم اوس پانی کی ہے جو خود بھی پاک ہو اور دوسرے کو بھی پاک کرے اور اسکا استعمال صرف بدن کے لئے مکروہ ہے کپڑے کے لئے مکروہ نہیں البتہ گرم پانی سے ترکئے ہوئے کپڑے پہننا مکروہ ہے اور جب کپڑے خشک ہو جاہیں تو کراہت نہیں اور وہ ماءِ مشمّس ہے یعنی گرمی کے وقت گرم علاقوں میں تمازت آفتاب سے (اناءِ منطبع میں یعنی جو برتن ٹھوک کر بنائے جاتے ہیں اُس میں) گرم شدہ پانی۔ اگر سونے چاندے کے برتن میں ہو تو ایسے آبِ مشمس میں کراہت نہیں اس لئے کہ سونے یا چاندی کا جوہر دراصل صاف ہے اگرچہ بحیثیتِ استعمال سونے چاندی کے ظروف کا استعمال حرام ہے اور آب مشمس جب سرد ہو جائے تو کراہت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ نیز نہایت سرد اور نہایت گرم پانی کا استعمال بھی ضروریاتِ بدن کے لئے مکروہ ہے کپڑوں کے لئے نہیں (اور جس زمین پر خدائے تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہو اوس کے پانی کا استعمال بھی مکروہ ہے جیسے مقام حِجر کی باؤلیوں کا پانی البتہ اُس علاقہ کی وہ باؤلی جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیا کرتی تھی اوس میں کراہت نہیں اور قوم لوط کے دیار اور بابل اور بیر برھوت کا پانی بھی مکروہُ الاستعمال ہے ونیز بیرِ ذروان جس میں آنحضرت صلعم پر سحرکاری کی گئی تھی اوس کے پانی کا بھی استعمال مکروہ ہے۔)

سوال - قسم سوم کیا ہے ؟

جواب - قسم سوم وہ پانی ہے جو خود تو پاک ہو مگر مطہر لغیرہ نہ ہو یعنی وہ پانی جو رفع حدث یا ازالۂ نجاست کے لئے استعمال کیا گیا ہو لیکن صورتِ ثانیہ یعنی ازالۂ نجاست میں اوسی وقت تک فی نفسہ طاہر رہے گا جبکہ وہ ازالۂ نجاست کے بعد متغیر نہ ہو جائے اور دھونے سے پیشتر اوس کا جتنا وزن تھا اوس سے بعد از غسل زاید نہ ہونے پائے یعنی غسل شدہ شئے میں جتنا پانی جذب ہوگا اور وسخ طاہر (میل کچیل) کے لئے جتنا ضم ہوگا اوس کے اعتبار کرنے کے بعد وزن میں کچھ زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ ایسا پانی متنجس ہوگا - نیز جس پانی میں پاک چیزیں ملجانے کی وجہ سے اوس کا کوئی ایک وصف بدلجائے مثلاً مٹی یا کنجال کے ملجانے سے کسی ایک وصف میں تغیر ہوجائے تو حرج نہیں یا جو پاک چیزیں پانی کے مقر (جائے قرار) یا اوس کے بہنے کی جگہ میں ہونے کی وجہ سے کسی ایک وصف میں تغیر ہو تو بھی مضائقہ نہیں **مخالط** وہ ہے جس کا جدا کرنا ممکن نہ ہو یا جس کی دیکھنے میں تمیز نہ ہو سکے اور **مجاور** ضد ہے **مخالط** کا ۔

سوال - قسم چہارم کیا ہے ؟

جواب - قسم چہارم آب متنجس ہے اور اوس کے دو قسم ہیں **ماءِ قلیل** اور **ماءِ کثیر** ماء قلیل وہ ہے جو قلتین سے کم ہو اگر اس میں غیر معفو نجاست گرجائے خواہ وہ متغیر ہو یا نہ ہو متنجس ہوجائیگا اور ماء کثیر وہ ہے جو قلتین یا اوس سے زاید ہو اگر اوس میں نجاست خواہ معفو عنہا کیوں نہ ہو گرجائے یا صرف اوس کے مجاور ہو جس سے ادنیٰ تغیر بھی پیدا ہوجائے تو متنجس ہوجائے گا کیونکہ نجاست کا معاملہ نہایت اہم ہے ۔

سوال - تول اور ناپ کے لحاظ سے قلتین کی مقدار کیا ہے ؟

جواب - قلتین کہتے ہیں تقریباً پانسو رطل (۵ سیر) بغدادی کے ہم وزن پانی کو اس سے اگر ایک دو رطل کم بھی ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن دو رطل سے زیادہ کی کمی مضر ہے

اور ناپ کے لحاظ سے مربع جیسے زمین ۱/۲ ۱ یعنی سوا ہات لانبائی چوڑائی گھرائی ہونی چاہیئے اور اگر مدور کی صورت ہو جیسے باؤلی تو اوس میں ۱/۲ ۲ یعنی ڈھائی ہات گہرائی ہو اور ایک ہات چوڑائی ۔ اور جو پانی نوش کرنے کے لیئے وقف کیا گیا ہو اوس کو طہارت میں استعمال کرنا حرام ہے لیکن اوس سے اگر کوئی طہارت کر لیوے تو مع الحرمت طہارت صحیح ہو گی یعنی یہ فعل حرام ہے لیکن طہارت صحیح ہے کیونکہ حرمت خارجی سبب سے ہوئی ہے پانی کو اوس سے کوئی تعلق نہیں ۔ اسی طرح غصب کردہ پانی کی بھی یہی حالت ہے یعنی غصب کرنا تو حرام ہے لیکن اگر اوس سے طہارت کر لیجائے تو مع الحرمت طہارت صحیح ہے ۔

فصل طہارت کیلئے اجتھاد کرنے کے بیان میں

سوال ۔ اجتھاد کس کو کہتے ہیں ؟

جواب ۔ مقصود کے حاصل کرنے میں کوشش کو صرف کرنا اجتھاد کہلاتا ہے ۔

سوال ۔ طہارت میں اجتھاد کرنا جائز ہے یا واجب ؟

جواب ۔ اگر آب طاہر متنجس پانی یا مستعمل پانی کے ساتھ مشتبہ یا مشکوک ہو جائے اور وقت بالکل تنگ ہو اور سوائے اس مشتبہ پانی کے دوسرا پانی نہیں ملسکتا ہے اور نہ دونوں کو ملانے سے قلتین بغیر تغیر کے حاصل ہو سکتے ہیں تو متنجس کی صورت میں اجتھاد کرنا وجوبِ فوری ہے اور مستعمل کی صورت میں اجتھاد کرنا جائز ہے ۔ پس بعد از اجتھاد قرائن و امارات سے جس پانی کو طاہر سمجھے اوسی سے طہارت کر لیوے ۔ اگرچیکہ اجتھاد کرنے والا اندھا کیوں نہ ہو اور اگر کوئی معتبر شخص خبر دیوے کہ یہ پانی نجس ہے اور سبب بھی بتلا دے یا احکام طہارت کو جاننے والا خبر دیوے خواہ اوس کا ہم مذہب ہو یا صرف اوس کے مذہب سے عارف ہو تو ایسے شخص کی خبر پر اعتماد کرنا واجب ہے ۔

فصل نجس اشیاء کے بیان میں اور اُن میں سے جو قماش دینے سے پاک یا ناپاک ہوتے ہیں ون کے بیان میں

سوال۔ جو نجس اشیاء قماش دینے سے پاک ہوتی ہیں وہ کونسی ہیں؟

جواب۔ جلود میتہ (یعنی چرم ہائے مردار) سب کے سب قماش دینے سے ظاہر و باطن دونوں جانب پاک ہو جاتے ہیں۔ یہ بنائے قول معتمد علیہ ظاہر سے مراد وہ حصہ ہے جو چرم کے دونوں جانب سے دکھائی دے جانبین کے سوائے جو اندرونی حصہ ہے وہ باطن کہلائے گا مثلاً چرم کو چیرنے سے جو حصہ ظاہر ہوگا وہ باطن ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دباغت کے اشیاء جس جانب لگیں وہ ظاہر ہے اور جس جانب نہ لگیں وہ باطن ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ اس حکم میں جلود (چرم) میتہ خواہ ایسے جانوروں کے ہوں جنکا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو دونوں مساوی ہیں مگر چرم سگ و خنزیر اور ان دونوں سے جو حیوان پیدا ہوں یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ دیگر حیوانِ طاہر کی جفتی سے جو حیوان پیدا ہوں تو اون کے چمڑے قماش دینے پر بھی طاہر نہیں ہوں گے اور جلود یعنی کھال کہنے سے میتہ کے بال خارج ہیں کیونکہ میتہ کے بال نہ دباغت سے پاک ہوتے ہیں اور نہ دیگر طریقے سے البتہ تھوڑے سے ہوں تو تبعاً چرم کے لحاظ سے شہاب الدین ابن حجرؒ کے پاس طاہر ہیں اور جمال الدین رملیؒ کے پاس معاف ہیں۔ اور دباغت کے بعد کھال کا حکم مثل نجس کپڑے کے ہے یعنی بعد دباغت کے اوس کو دھو لینا واجب ہے۔

" سوال۔ میتہ سے مراد کیا ہے؟

" جواب۔ میتہ سے مراد ہر وہ جانور ہے جس کی حیات بغیر شرعی طور پر ذبح کرنیکے

زایل ہو جائے اس طرح کہ وہ یا تو اصلاً ذبح ہی نہ کئے جائیں یا خلاف شرع طریقے سے ذبح کئے جائیں مثلاً خچرا ور حمار اہلی کہ اگر انھیں خواہ ذبح ہی نہ کیا جائے یا شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے تو یہ ہر دو صورت میں میتہ ہی ہیں کیونکہ ان کا گوشت کھانا حرام ہے اور اسپ و گورخر مثلاً اگر شرعی طریقے پر ذبح کئے جائیں تو میتہ نہیں بلکہ حلال ہیں البتہ اگر یہ اور ہر وہ جانور جن کا گوشت حلال ہے بغیر ذکاۃ شرعیہ کے مرجائیں تو وہ میتہ ہیں ۔

فصل ان پاک برتنوں کے بیان میں جن کا استعمال حرام ہے اور جن کا استعمال حرام نہیں

سوال - کیا سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں ؟

جواب - سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال ہرگز جائز نہیں خواہ کھانے پینے کے لئے ہو یا دیگر طریقے سے استعمال کئے جائیں - بلکہ بلا استعمال بھی ان کا لے رکھنا مرد و زن کے لئے جائز نہیں - نیز زر و سیم سے طلاء و ملمع کئے ہوئے برتنوں کا بھی استعمال اوس صورت میں جائز نہیں ہے کہ اگر اوس طلائی برتن کو تپایا جائے تو کچھ متموّل شئے حاصل ہو - لیکن سونے چاندی کے سوائے دیگر نفیس دھات بیہا ادانی جو یاقوت زبرجد مرجان یا عقیق و بلور وغیرہ کے ہوں تو اون کا استعمال کرنا جائز ہے - نیز کسی ایسے ظرف کا استعمال کرنا یا لے رکھنا بھی حرام ہے جس پر چاندی کی پٹی اس قدر لگی ہوئی ہو جو باعتبار عرف کلاں سمجھی جائے - خواہ پٹی محض زینت کے لئے ہو یا زینت و ضرورت دونوں کے لئے لگائی جائے حرام ہی ہے - اگر صرف ضرورت کے لئے ہو تو جواز مع الکراہت ہے اور چاندی کی باعتبار عرف چھوٹی پٹی اگر صرف زینت کے لئے ہو یا زینت و ضرورت دونوں کے لئے لگائی گئی ہے تو جائز مع الکراہت ہے اور اگر صرف ضرورت کے لئے ہو تو بلا کراہت جائز ہے - اور پٹی کے خورد و کلاں ہونے میں

اگر شک ہو تو ایسی صورت میں چھوٹی بڑی پٹی چونکہ شک ہے اس لئے کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ پس یہ سات صورتیں ہیں چاندی کی پٹی کے متعلق۔ اب رہا سونے کی پٹی تو مطلقاً حرام ہے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ضرورت کے لئے ہو یا بغرض زینت ہر حالت میں حرام ہے۔

فصل احکام مسواک کے بیان میں

سوال ۔ مسواک کرنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب ۔ ہر حالت و ہر وقت میں بلا افراط مسواک کرنا مستحب ہے مثلاً اٹھتے بیٹھتے لیٹتے البتہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ تنزیہی ہے خواہ زوال تقدیراً کیوں نہ ہو جیسا کہ دجال کے زمانہ میں ہوگا تو ایسے زوالِ تقدیری کے بعد بھی صائم کے لئے مسواک کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

سوال ۔ "کیا بعض مواضع میں استحباب مسواک اہم تر ہوتا ہے ؟

جواب ۔ ہاں تین مواضع میں استحباب مسواک اہم تر ہوتا ہے پہلا جبکہ گندہ دھنی ہو جائے مثلاً کھانا پانی کے ترک کر دینے سے یا بدبو دار شئے کے کھانے سے جیسے لہسن پیاز مولی گندنا وغیرہ جس سے منہ میں گندگی ہوتی ہے۔ دوسرا نیند سے بیداری کے وقت تیسرا نماز کے لئے قیام کرتے وقت خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ علاوہ ازیں دیگر بہت سے مواضعات میں بھی مسواک کرنا احب ہے جن کا ذکر کتب مبسوطہ میں مذکور ہے جیسے تلاوتِ قرآن کے وقت اور دانتوں کے زرد ہو جانے پر اور وضوء کرتے وقت (یا حدیث شریف اور دیگر علوم شرعیہ کی تعلیم کے وقت ذکر کے وقت اور مکان میں داخل ہوتے وقت یا خطبہ سننے کے لئے)"

سوال ۔ مسواک حاصل کس شئے سے ہوتا ہے ؟

جواب۔ "ہر سخت چیز سے مسواک حاصل ہوتا ہے خواہ وہ نجس بھی ہو تو علامہ ابن حجرؒ کے پاس مسواک حاصل ہو جائے گا البتہ انگشت متصلہ سے مسواک نہیں ہو سکتا ہے مگر منفصل انگشت سے بھی ابن حجرؒ کے پاس مسواک حاصل ہو جائے گا۔ مسواک کے لئے پیلو کی لکڑی درختہائے دیگر سے اولیٰ ہے اور اوس کی ڈالیاں جڑوں سے بہتر ہیں پھر اولویت میں جرید النخل (خرما کی ڈالی) ہے اس کے بعد درخت زیتون اور اوس کے بعد ہر خوشبودار درخت پھر بقیہ اقسام کی ڈالیں ہیں کپڑا وغیرہ بھی اسی مرتبہ اخیرہ میں ہے الحاصل یہ پچے مراتب ہیں جن میں سے ہر ایک میں پانچ مدارج جاری ہوں گے جن کا مجموعہ تیس ۳۰ مراتب ہیں مثلاً پیلو کی ڈالیوں میں اس طرح کہا جائے کہ اوس کی ڈالیوں میں وہی ڈالی افضل ہے جس کو پانی سے تر کیا جائے اس کے بعد اوس کا درجہ ہے جو گلاب کے پانی میں تر کی جائے پھر وہ جو لعاب دہن سے تر کی جائے پھر سوکی ڈالی جو تر نہیں کی گئی ہو پھر کچی ڈالی اسی طرح پیلو کی جڑوں میں اور دیگر اقسام میں کہا جائے گا البتہ کپڑے اور اوس کے مثل دیگر اشیاء میں پانچواں درجہ حاصل نہیں ہوگا"

سوال۔ مسواک کرنے والا نیت کیا کرے؟

جواب۔ نیت اس سے سنت کی کرے مثلاً یہ کہے نَوَیْتُ سُنَّۃَ الاستیاك لکذا (نیت کی میں نے فلاں امر کے لئے سنت السواک کی) اگر بغیر نیت کے مسواک کیا جائے تو سنت حاصل نہیں ہوگی بشرطیکہ مسواک کسی عبادت کے ضمن میں نہ ہو ورنہ اگر مثلاً نیت وضو کے بعد یا تکبیر تحریمہ کے بعد مسواک کر لیوے تو ایسی صورت میں اوس کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وضو یا نماز کی نیت میں یہ بھی شامل ہے۔

فصل فرائضِ وضوء کے بیان میں

سوال ۔ وضوء کے کیا معنٰی ہیں ؟

جواب ۔" وضوء کے معنٰی لغت میں وضاءت یعنی خوبی اور پاکی اور گناہوں کی ظلمت و تاریکی سے خلوص وچھٹکارہ پانے کے ہیں اور شریعت میں وضوء کہتے ہیں خاص اعضاء میں خاص طریقے اور مخصوص نیت سے پانی کے استعمال کرنے کو اور وضوء میں چھے فرض ہیں ۔

سوال ۔" وضوء میں پہلا فرض کیا ہے ؟

جواب ۔" پہلا فرض دل سے نیت کرنا ہے نیت کے معنٰی لغت میں قصد (یعنی ارادہ) کرنے کے ہیں اور شرع میں ارادہ کرنا کسی شئے کا اوس کے فعل کے ساتھ نیت کہلاتا ہے (یعنی نیت اور فعل دونوں مقترن ہوں) زبان سے نیت کرنا تو سنت ہے اور چہرے کا ابتدائی حصہ دھوتے وقت نیت کرنا واجب ہے اور اوس کی کیفیت یہ ہے کہ نَوَیْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ الْاَصْغَرِ (نیت کیا میں نے حدث اصغر رفع کرنے کی) یا صرف نویت رفع الحدث یا نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَۃَ الصَّلٰوۃِ (نیت کیا میں نے نماز جائز کر لینے کی) وغیرہ کوئی ایک معتبر نیت کہہ لے ۔ اگر نیت چہرے کا ابتدائی حصہ دھوتے وقت نہ ہو سکے بلکہ کچھ حصہ دھو لینے کے بعد کی گئی ہے تو نیت کافی تو ہوگی لیکن نیت کرنے سے پیشتر جس قدر حصہ دھو لیا گیا ہے اوس کو مکرر دھو لینا واجب ہے وضوء کی نیت کرنے والے پر یہ بھی لازمی ہے کہ اصل وضوء جن ارکان سے مرکب ہے ان کا استحضار اور اون کے فعل کا بھی ارادہ نیت سابقہ کے ساتھ کر لیوے البتہ اگر رفع الحدث کی نیت کیا ہے تو وہی کافی ہے خواہ استحضار مذکور نہ کرے اِس لئے کہ رفع حدث میں وہ بھی شامل ہے ۔

سوال - وضو میں دوسرا فرض کیا ہے ؟
جواب - پورے چہرے کا دھونا - یعنی بال جہاں سے عادۃً اُگتے ہیں وہاں سے تھوڑی کے نیچے انتہائی حصے تک لانبائی میں اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک چوڑائی میں دھونا واجب ہے - ہونٹوں کی سرخی منہ بند کرنے کے بعد جو نمایاں اور ظاہر رہتی ہے وہ اور موضع غمم بھی چہرے میں داخل ہیں (غمم وہ بال جو پیشانی اُگتے ہیں) پس اون سب کا پوست اور بال ظاہر اور باطن دھونا بھی واجب ہے - البتہ گنجان داڑھی اور گنجان عارضین کا باطنی حصہ دھونا واجب نہیں ہے - اور ان دونوں میں ظاہر کہنے سے مراد بربنائے قولِ معتمد علیہ صرف اگلا حصہ ہے اور باطن سے مراد پچھلا اور درمیانی حصہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ظاہر سے مراد اگلا اور پچھلا حصہ ہے اور باطن سے مراد صرف درمیانی حصہ ہے ٥

سوال - وضو میں تیسرا فرض کیا ہے ؟
جواب - دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا پس محلِ مفروض میں جو کچھ بال ناخن وغیرہ ہوں خواہ لانبے کیوں نہیں اون کا دھونا واجب ہے حتیٰ کہ ناخنوں کا اندرونی حصہ جس میں ناخنوں کے میل کی وجہ سے پانی نہیں پہونچ سکتا ہو برنبائے قولِ اصح اسکا دھونا بھی واجب ہے لیکن سہولت کے لئے ایک وجیہ قول بھی ہے جس کو امام غزالی علیہ الرحمہ نے اختیار فرمایا ہے کہ ناخنوں کا اندرونی حصہ جس میں بدن کا ہی میل ہو معفو عنہ ہے البتہ اگر آٹا وغیرہ دیگر اشیاء ہوں تو اوس صورت میں عفو نہیں - نیز محلِ مفروض میں جو کچھ ترکیں یا سوراخ ہوں ان کا دھونا بھی واجب ہے - ہاتھ وغیرہ میں اگر ترک یا سوراخ ہو تو اوس کا حکم یہ ہے کہ جتنا پوست بدن تک ہو اوس کا دھونا واجب ہے گوشت دبدن تک اگر پہنچگیا ہے اور دوسرے جانب سے روشنی ظاہر نہیں ہوتی ہے تو اوس کا دھونا ضروری نہیں اور اگر روشنی دوسرے جانب سے ظاہر ہوتی ہے تو ایسی ترک یا

سوراخ کا مل طور پر دھونا واجب ہے۔ مگر اس میں عدم ضرر کی شرط ہے۔ اگر ضرر کا احتمال ہے تو صرف پوستِ بدن تک کا حصہ دھونا واجب ہے اوس سے اندر تر حصے کا دھونا واجب نہیں۔ اگر کانٹا بدن میں پوشیدہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ باطن کے حکم میں ہے اگر اوس کا سر نظر آتا ہے اور وہ پوستِ بدن تک ہی محدود ہے تو اوس کا اخراج واجب ہے اور اوس کو نکالنے سے پیشتر اگر وضو کر لیا جائے تو بناءً علی القول الصحیح وضو صحیح ہوگا البتہ نماز ایسی حالت میں قبل اخراج صحیح نہیں ہو سکتی جبکہ کانٹا دمِ کثیر (یعنی زیادہ خون) سے متصل ہو اور بغیر مشقت کے کانٹے کا نکالنا بھی ممکن ہو۔ اور اگر دمِ کثیر سے کانٹے کا اتصال تو ہے مگر بلا مشقت اوس کا نکالنا ممکن نہیں بلکہ سخت تکلیف ہوگی تو ایسی صورت میں نکالنے سے پہلے بھی نماز صحیح ہوگی ؎

سوال: وضو میں چوتھا فرض کیا ہے؟

جواب - پوستِ سر کے بعض حصے کا مسح کرنا یا چند بال جو حدودِ سر میں ہوں اُن کا مسح کرنا چوتھا فرض ہے۔ خواہ ایک بال کا کچھ حصہ کیوں نہ ہو بشرطیکہ مسح کئے ہوئے بال اگر بجانب نزول لانبے کئے جائیں تو حدودِ سر کے باہر نہ ہوں ؎

سوال: وضو میں پانچواں فرض کیا ہے؟

جواب: دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا فرض پنجم ہے اور اگر خفین (موزے) پہنا ہوا ہے تو مسح کر لینا کافی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی کعبین (یعنی ٹخنوں) سے مراد وہ دونوں استخواں ہیں جہاں سے پنڈلی اور قدم جدا ہوتے ہیں ؎

سوال: وضو میں چھٹا فرض کیا ہے؟

جواب: چھٹواں فرض ترتیب ہے۔ ہر شئے کو اوس کے مرتبے میں رکھنا ترتیب کی حقیقت ہے اور یہاں ترتیب سے مراد یہ ہے کہ خلافِ سلسلہ کسی عضو کو دوسرے پر مقدم نہ کیا جائے بلکہ پہلے چہرے کو دھولیں اور اوس کے بعد دونوں ہاتھ

پھر سر کا مسح بعد ازاں دونوں پیر دھو دیں۔ اگر ترتیب کو بھول جائے تو وضو صحیح نہیں ہوگا۔ اور اگر نیت کر کے پانی میں ڈوب جائے خواہ پانی تھوڑا کیوں نہ ہو اور پانی میں کچھ دیر ٹھیرا بھی نہیں ہے تب بھی وضوء صحیح ہوگا۔

فصل وضوء کی سنتوں کے بیان میں

سوال: وضوء کی سنتیں کتنی ہیں؟

جواب: گیارہ ہیں پہلی سنت وضو کے اوّل میں اوس کی قلبی سنتوں کی نیت[1] کے ساتھ تسمیہ پڑھنا اقل تسمیہ صرف بسم اللہ اور اکمل بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور جنابت والا بھی تسمیہ کہہ سکتا ہے لیکن صرف ذکر کا ارادہ رہے یا مطلقاً کہہ لے اگر ابتدائے وضوء میں تسمیہ نہ کہے خواہ عمداً کیوں نہ ہو تو اثنائے وضوء میں کہہ لیا جائے البتہ فارغ ہونے کے بعد بے سود ہے۔ دوسری سنت دونوں ہاتھ کو پہونچوں تک دھونا خواہ نیند سے بیدار بھی نہ ہوا ہو اور نہ کسی برتن میں ہاتھ ڈالنا چاہتا ہو اور نہ ہاتھوں کے طاہر ہونے میں شک کیا ہو۔ البتہ اگر اون کے طاہر ہونے کا تیقن نہ ہو تو تین بار دھونے سے پیشتر اونھیں ماءِ قلیل یا مائعات میں ڈبونی مکروہ ہے کوع سے مراد وہ استخواں ہے جو ہاتھ کے انگشتِ تر سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ تیسری سنت دونوں ہاتھ پہونچوں تک دھونے کے بعد مسواک کرنی ہے۔ کمتر مسواک ایک بار اور اکمل تین بار ہے البتہ اگر گندہ دہنی کی وجہ سے کیا گیا ہے تو عفونت زائل ہونے تک کرنی ضروری ہے۔ چوتھی سنت مسواک کرنے کے بعد مضمضہ یعنی کلی کرنا ہے۔ پانچویں سنت کلی کرنے کے بعد استنشاق یعنی ناک میں پانی لینا اور مضمضہ و استنشاق دونوں کو ملا کر ادا کرنا بھی سنت ہے۔ نیز دونوں کو ملا کر تین ہی چلو میں اس طرح ادا کرنا

[1] وضوء کی سنتوں کی نیت کے لئے اگر نویت سنۃ الوضوء کہدیا جائے تو کافی ہے۔

کہ ہر چلو میں پہلے کچھ حصے سے مضمضہ کر لیں اور باقی سے استنشاق یہ طریقہ افضل ہے۔ چھٹویں سنت سارے سر کا مسح کرنا اور کانوں کا ظاہر و باطن دونوں جانب نئے پانی سے مسح کرنا۔ ساتویں سنت گنجان داڑھی ہو تو خلال کرنی۔ آٹھویں سنت ہاتوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنی۔ نویں سنت سیدھے ہاتھ اور پیر کو بائیں پہ مقدم کرنا۔ دسویں سنت وضوء کے سب اعضاء کو تین تین بار دھونا۔ گیارھویں سنت اعضاء کو پے در پے دھونا یعنی اعضاء کو اتنا جلدی دھونا کہ ایک خشک نہ ہونے سے پیشتر دوسرا دھونے لگ جائیں۔ (یہ بھی مسنون ہے کہ اعضاء کو خوب مَل کر دھویا جائے اور ماقین میں دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے مسح کرنا (ماقین کہتے ہیں آنکھوں کے اوس انتہائی کونوں کو جو ناک سے متصل ہوتے ہیں) اور بوقت وضوء استقبال قبلہ کرنا اور اگر برتن میں وضو کریں تو اوس کو سیدھے جانب رکھنا نیز پانی سے چہرے کو نہ مارنا بھی سنت ہے۔ وضو کے بعد کی دعا یہ ہے:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ ۵ اھ بشریٰ الکریم۔

فصل مکروہاتِ وضوء کے بیان میں

سوال: وضوء کے مکروہات کیا ہیں؟

جواب: وضوء میں ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا مکروہ ہے یعنی ہر عضو کے واجبات اور سنن میں جتنا پانی کافی ہو سکتا ہے اوس سے زیادہ اسراف کرنا مکروہ ہے خواہ دریا کے کنارے کیوں نہ ہو اور تین بار سے زیادہ دھونا اوس پانی سے جو پینے کے لئے وقف کیا ہوا نہ ہو اگر وقف کردہ ہے تو حرام ہے نیز ایسے پانی سے تین بار سے

زیادہ کرنا جس کی کسی حیوان محترم کو پینے کے لئے ضرورت لاحق نہ ہو تب بھی مکروہ ہے اگر حیوان محترم کے لئے ضرورت ہو تو حرام ہے۔ یا ایسے پانی سے تین بار سے زیادتی کرنا جس کی ضرورت غسل واجب کے لئے نہ ہو تب بھی مکروہ ہے ورنہ یہ بھی حرام۔ اعضائے وضوء کو تین بار سے کم دھونا بھی مکروہ ہے۔ اور وضوء میں کسی دوسرے شخص سے اپنے اعضاء دھونے میں مدد لینی بھی مکروہ ہے البتہ اگر کچھ عذر ہو تو کراہت نہیں۔ نیز ماءِ راکد (ٹھیرے ہوئے پانی میں) وضو کرنا اگرچیکہ وضوء کرنے والا جنابت والا نہ ہو مکروہ ہے لیکن ماء راکد غیر مُستَبحَر ہونا چاہیے (مستبحر سے اسقدر پانی مراد ہے کہ اگر اوس کے کسی ایک جانب نجاست واقع ہو تو دوسرے جانب سے کسی کا نفس اوس پانی کو خراب نہ سمجھے) اور ایسے پانی سے وضوء کرنا جس کے طاہر ہونے میں اختلاف کیا گیا ہو اور عورت کے وضوء بنانے کے بعد جو پانی بچ رہے اوس سے وضوء کرنا اور تانبے کے برتنوں میں بھی وضو کرنا اور ترکِ تیامُن (یعنی سیدھے اعضاء سے شروع نہ کرنا) اور اوس کے موکدہ سنتوں کو ترک کرنا بھی مکروہ ہے "

فصل شرائط وضوء کے بیان میں

سوال "وضوء کے شرائط کتنے ہیں؟

جواب "تیرہ (۱۳) ہیں (۱) اسلام یعنی وضوء کرنے والا مسلمان ہو (۲) تمیز یعنی وضو بنانے والا بے تمیز یا دیوانہ نہ ہو (۳) حیض و نفاس سے پاک ہونا بحالتِ حیض یا نفاس اگر وضو کیا جائے تو درست نہیں (۴) اعضائے وضوء پر پانی کو بدن سے روکنے والی کوئی شئے نہ ہو۔ (۵) اعضائے وضوء پر پانی کو متغیر کرنے والی کوئی شئے نہ ہو (۶) اعضاء پر پانی جاری ہونا (۷) پانی طاہر اور مطہر ہونا یعنی ایسا کہ خود بھی پاک ہو اور دوسرے کو بھی پاک کر سکے وضوء کی فرضیت کو جاننا یا یہ نہ سمجھے کہ وضوء سنت ہے (۹) فروضِ وضوء میں سے

کسی ایک معین فرض کو سنت نہ سمجھے۔ (۱۰) **تحقق مقتضی** یعنی وضو جس حدث کے لئے کیا ہے وہ محقق اور معلوم رہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ محدث تھا۔ اور اگر حدث معلوم نہ ہو تو احتیاطی وضو، ہو گا مثلاً طہر کا تو یقین ہو لیکن وقوع حدث میں شک ہو اور بغیر ناقض کے وضو کر لیوے اور کوئی حدث کا علم بھی نہ ہو تو وضو صحیح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وقوع حدث میں اگر شک ہو (یعنی یہ علم نہ ہو کہ وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں) تو خود کسی ناقض کو پیدا کرلے اور بعد ازاں وضو بنائے (۱۱) **علم صارف** جس سے مراد یہ ہے کہ نیت کا حکماً دوام رہے اگر اثنائے وضو میں وضوء کی نیت قطع کرکے پھر ارادہ کرلے تو بقیہ اعضاء کے لئے جدید نیت کی ضرورت ہوگی (۱۲) **دخول وقت دائم الحدث** کے لئے یعنی جو شخص ہمیشہ حدث میں مبتلا ہو یا کسی کو سلسل بول کی شکایت ہو وغیرہ وغیرہ تو ایسے اشخاص ہر نماز کے لئے بعد دخول وقت وضوء بنائیں اگر قبل از وقت وضوء کریں تو درست نہیں۔ (۱۳) دائم الحدث اپنی طہارت پے در پے کرے "

فصل موزوں کے مسح کے بیان میں

سوال :۔ "موزوں کے مسح کا کیا حکم ہے؟

جواب :۔ مسح خفین کا حکم یہ ہے کہ وہ صرف وضو میں پیر دھونے کے بجائے جائز ہے اور غسل یا ازالہ نجاست میں جائز نہیں اور جواز کے حسب ذیل چار شرطیں ہیں (۱) کامل طورپر وضو کرنے کے بعد موزے پہننے شروع کرے (۲) موزہ اتنا بڑا ہو کہ پیر میں سے محل فرض جتنا دھونا واجب ہے وہ ڈھک جائے (۳) موزے اتنے قوی ہوں کہ ادن یہ سفر (قصر) کرنے والا اپنے ضروریات کے لئے اترنے اور کوچ وغیرہ کرتے وقت تین دن تین رات چل پھر سکے اور مقیم یا ایسے مسافر کے لئے جو سفر قصر نہ کرے ایسے موزے ہونی چاہیئے جو ایک دن ایک رات تک اوس کے ضروریات میں کام دے سکیں ضروریات

بعض یہ مراد لیتے ہیں کہ اقامت مسافر کے وقت جو ضروریات لاحق ہوں ادن میں کام دے سکیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ بوقت سفر جو ضروریات لاحق ہوں ادن میں کام دیکیں اگر مقیم کا موزہ اتنا قوی ہو کہ مدتِ مسافر سے کچھ کم اور مدتِ مقیم سے کچھ زیادہ یا مساوی کام دے سکتا ہے تو ایسی صورت میں جتنی مدت تک کام دے اوس وقت تک مسح کر سکتا ہے مثلاً دو ڈھائی یوم۔ (۴) دونوں موزوں کا پاک ہونا۔"

سوال ۔ جو موزہ جبیرہ پر پہنا ہوا ہو کیا اوس پر مسح کرنا کافی ہو سکتا ہے؟

جواب :۔" اگر جبیرہ پر (یعنی زخم پر پٹی یا لکڑی وغیرہ لگائی ہوئی ہو اور اوس پر موزے پہن لئے گئے ہیں) تو ایسی صورت میں اوس پر مسح کرنا کافی نہیں ہے کیوں کہ یہ ممسوح پر ملبوس ہے (یعنی موزہ جبیرہ پہ پہنا گیا ہے اور جبیرہ کو خود مسح کی ضرورت ہے) گویا اس کی مثال مسح عمامہ کی سی ہے "

سوال مسح خفین کی مدت کتنی ہے؟

جواب مسح خفین کی مدت مقیم اور اوس مسافر کے لئے جو سفر غیر قصر کرے ایک دن ایک رات ہے اور اوس مسافر کے لئے جو سفر قصر کرے تین دن تین رات ہے۔ مدتِ مسح کا شمار اوس وضو کے ٹوٹنے کے بعد ہوگا جس پر موزے پہنے گئے تھے۔ اگر بحالتِ اقامت مسح کیا تھا اور اوس کے بعد سفر کرے یا بحالتِ سفر مسح کیا اور بعد ازاں ایک دن ایک رات گذرنے سے پیشتر مقیم ہو جائے تو صورتِ سفر و اقامت دونوں میں تغلیباً مقیم کی مدتِ مسح تمام کرے کیونکہ اقامت ہی اصل ہے۔ اگر بحالتِ اقامت مسح کر کے ایک دن ایک رات گذر جانے کے بعد سفر کرے تو چونکہ مدت ختم ہو چکی ہے اس لئے موزوں کا نکال دینا واجب ہے۔ یا بحالتِ سفر مسح کر کے ایک یوم و شب گذر جانے کے بعد مقیم ہو جائے تو بمجرد اقامت کے مدت ختم ہو جائے گی اور جو نمازیں مدت ماضیہ میں مسح کر کے پڑھے تھے وہ کافی ہو چکے ہیں۔ کیونکہ اقامت تو آئندہ کے لئے اثر کرے گی۔ اور مسح خفین میں

واجب یہ ہے کہ اُپری حصے کے اوپر جو محلِ فرض کے محاذی ہو کچھ حصے کا مسح کریں مسح میں، مسنون یہ ہے کہ وہ خطوط کے طور پر ہو اور ایک ہی بار ہو،،

سوال ،، مسح خفین کو باطل کرنے والی چیزیں کتنی ہیں؟

جواب ،، حسب ذیل تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائی جائے تو مسح خفین باطل ہو جائے گا۔ (۱) دونوں موزوں کو یا ایک ہی کو نکال دینا یا موزے میں مسح کی صلاحیت نہ رہنا مثلاً اوس کا پھٹ جانا یا ڈھیلے پڑ کر خود بخود نکل جانا (۲) مدتِ مسح ختم ہو جانا (۳) پہنے ہوئے شخص پر غسل واجب ہونا جیسے جنابت یا حیض یا نفاس یا ولادت سے،،

فصل حدثِ اصغر کے اسباب کے بیان میں جن کو نواقضِ وضوء بھی کہا جاتا ہے

سوال ،، حدثِ اصغر کس کو کہتے ہیں؟

جواب ،، لغت میں حدث کے معنی بلا قید اصغر یا اکبر (الشئی الحادث) یعنی نو پیدا شئے کے ہیں اور اگر اصغر کی قید لگائی جائے تو شرعاً اوس کی تعریف اس طرح ہوگی حدث اصغر ایک امر اعتباری ہے جو اعضائے وضوء میں پایا جاتا اور صحت نماز کا مانع ہوتا ہے جہاں کوئی مرخص[1] نہ ہو۔ سر میں حدثِ اصغر کا کوئی خاص مقام معین نہیں ہے بلکہ جہاں مسح کریں وہی مقام معین ہو جائے گا۔ نیز حدثِ اصغر کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ جو شئے وضو کو واجب کرے وہ **حدثِ اصغر** ہے۔ حدث کی دو قسمیں ہیں اکبر جس کا ذکر آئندہ آئے گا اور اصغر جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

سوال ،، نواقض وضو کتنے ہیں؟

جواب ،، وضوء کو توڑنے والی چیزیں چار ہیں (۱) کسی چیز کا زندے آدمی کی

---

[1] فقہ میں مرخص سے مراد مٹی اور پانی کا نہ ملنا ہے،،

اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے نکلنا خواہ معتاد ہو جیسے بول و براز یا غیر معتاد کا نکلنا (خواہ عین ہو یا ریح) جیسے کیڑا پتھری وغیرہ البتہ صرف مرد کی منی جو پہلے وضو نکلے اوس سے وضو نہیں ٹوٹتا (اور غسل واجب ہوتا ہے) (۲) زوالِ عقل یعنی عقل کا زائل ہونا نیند وغیرہ سے البتہ چوتڑ جماکر بیٹھے ہوئے نیند آجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا (۳) اجنبی اور بڑے مرد و زن کا جسم بغیر حائل کے ملنا (۴) ہتھیلیوں یا انگلیوں کے پیٹ (بطون) کی طرف سے کسی انسان کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ کا چھونا خواہ کمسن ہو یا میت یا اپنی ہی شرمگاہ کیوں نہ ہو۔"

فصل اُن چیزوں کے بیان میں جو بحالت حدث اصغر حرام ہیں

سوال"حدث اصغر سے کیا چیزیں حرام ہوتی ہیں؟

جواب،،بحالتِ حدثِ اصغر یعنی بے وضو کی حالت میں چار چیزیں حرام ہیں (۱) نماز پڑھنا خواہ فرض نماز ہو یا نفل یا نماز جنازہ اسی طرح سجدۂ تلاوت سجدہ شکر و خطبۂ جمعہ (پڑھنے حرام ہیں) (۲) خانۂ کعبہ کا طواف کرنا خواہ فرض ہو یا نفل (۳) قرآن شریف چھونا قرآن سے یہاں مراد ہر وہ شئے ہے جس پر قرآنِ شریف پڑھنے کے لئے لکھا گیا ہو۔ اگرچہ کسی آیت کا بعض مفہم حصہ کیوں نہ ہو خواہ کسی حائل پر سے چھوئے یا ہتھیلیوں کے اوپری جانب وغیرہ سے چھویا جائے (۴) قرآن شریف اٹھانا حائل سے کیوں نہ ہو اسی طرح قرآن شریف کی جلد جو اوس سے متصل ہو یا علٰحدہ لیکن ابھی اُسی کے ساتھ ہو یعنی کسی دوسرے کام میں نہیں لے لیگئی ہے تو اوس کا بھی چھونا حرام ہے۔ نیز قرآنِ مجید کا جزدان یا صندوق وغیرہ جبکہ قرآن اُن میں ہو اُن کا چھونا بھی حرام ہے۔ البتہ قرآنِ مجید کو اسباب اور سامان کیساتھ اٹھانا جائز ہے مگر صرف حملِ مصحف کا ارادہ نہ رہے بلکہ سامان اٹھانے کا ارادہ رہے۔ نیز کلامِ مجید اگر ایسی تفسیر میں ہو جو اوس سے زاید ہے تو

ایسی صورت میں بھی اوس کا اٹھانا جائز ہے۔ طفل ممیز خواہ جنابت والا کیوں نہ ہو پڑھنے
کے لئے قرآنِ شریف اٹھانا اور چھونا چاہے تو منع نہ کیا جائے۔ اگر کسی شخص کو طہارت کا
تو یقین ہے مگر حدث کا بھی شک ہے یا حدث کا یقین ہے اور طہارت میں شک ہے
تو ہر حالت میں یقین پر عمل کرے "

فصل اون چیزون کے بیان میں جن کے لئے وضوء کرنا مسنون ہے

سوال " کن چیزوں کے لئے وضوء کرنا سنت ہے ؟

جواب " متعدد امور کے لئے وضوء کرنا مسنون ہے بعض کہتے ہیں کہ (۷۸)
ہفتاد و ہشت امور ہیں جن کے لئے وضو کرنا سنت ہے۔ منجملہ اون کے یہ بھی امور ہیں
فصد (یعنی نشتر لگائے) یا حجامت یعنی سنگی لگائے۔ ناک سے خون جائے یا اونگنی
لگے۔ چوتڑ جما کر نیند لے سے قئے کرے۔ یا نماز میں قہقہہ مارے۔ یا محض آگ پر پکائے ہوئے
اشیا تناول کرے یا اونٹ کا گوشت کھائے یا وقوع حدث میں شک ہو غیبت
نمیمت دروغ گوئی یا فحش کلامی یا بدگوئی کرے یا برافروختہ ہوے نیند لینی چاہے یا نیند
سے بیدار ہووے قرآنِ شریف کو اپنی یاد اور حافظہ سے پڑھنا چاہے تفسیر و حدیث پڑھنا
یا ذکر کرنا چاہے یا اون کے سننے کا ارادہ کرے نیز مسجد میں بیٹھنے یا اوس میں گذرنے کا
ارادہ ہو۔ اور علوم شرعیہ یا اون علوم کے درس کا ارادہ کرے جو علوم دینیہ کے آلہ میں
یا اون کے سننے لکھنے اٹھانے کا ارادہ کرے یا زیارت قبور کا ارادہ کرے خواہ قبور صالحین کے
نہ ہوں یا مردہ کو چھونا اٹھانا چاہے وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال ان سب صورتوں میں وضوء
کرنا سنت ہے "

فصل استنجا اور آداب قضائے حاجت کے بیان میں

سوال:۔ ہر دو شرمگاہ سے اگر کوئی نجس چیز جو مرطوب اور ملوث ہو خواہ نادر کیوں نہ ہو نکلے تو اوس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ایسی صورت میں استنجا یعنی طہارت کرنا واجب ہے۔ اگر وقت کی گنجائش ہو تو وجوب موسّع ہے اور اگر وقت تنگ ہو تو وجوب فوری ہے لیکن اگر تاخیر طہارت سے نجاست پھیل جاتی ہے تو فوراً طہارت کرنا واجب ہے۔

سوال:۔ استنجا کن چیزوں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب:۔ استنجا حاصل ہوتا ہے پانی یا پتھر سے یا ہر ٹھوس طاہر غیر محترم شئے سے اور پانی و پتھر ہر دو سے بھی۔

سوال۔ ان سب میں استنجا کرنے کے لئے افضل کیا ہے؟

جواب۔ پانی و پتھر ہر دو سے استنجا کرنا افضل ہے اس طریقے سے کہ پہلے پتھر سے استنجا یعنی پاکی کرکے عین نجاست زائل کردیں اور بعدازاں پانی سے۔

سوال:۔ اگر پتھر و پانی میں صرف ایک ہی پر اکتفا کرنا چاہیں تو افضل کونسا ہے؟

جواب:۔ بصورت اقتصار پانی سے استنجا کرنا افضل ہے کیونکہ اس سے نجاست کا اثر اور عین دونوں زائل ہو جاتے ہیں۔

سوال:۔ اگر صرف پتھر سے ہی استنجا کرنا چاہیں تو اس صورت میں کیا کرنا واجب ہے؟

جواب:۔ پتھر سے تین بار صاف کرنا واجب ہے خواہ ایک ہی پتھر کے تین کناروں سے کیوں نہ ہو مگر محل نجاست صاف ہو جائے۔

سوال:۔ صرف پتھر سے ہی استنجا کرنے میں کچھ اور بھی مشروط ہے؟

جواب:۔ ہاں شرط یہ ہے کہ نجاست خارجہ سوکھ نہ جائے اور محل خروج سے منتقل بھی

نہ ہو یا باہر سے کوئی نجاستِ مطلقہ یا طاہر مرطوب شئے اوس پر نہ لگے البتہ اگر عرق بدن لگے تو مضائقہ نہیں علامہ ابن حجرؒ کے پاس اگر کوئی سوکھی شئے کا بھی اختلاط اوس کے ساتھ ہو جائے تو صرف پتھر پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا الحاصل شروطِ مذکورہ میں سے کوئی ایک شرط بھی منتفی ہو جائے تو پانی ضروری ہے ،،

سوال ،، آدابِ قضاءِ حاجت کے کیا معنٰی ہیں ؟

جواب ،، آداب جمع ہے ادب کی لغت میں اچھے کام کو ادب کہتے ہیں یہاں ادب سے مراد وہ امر ہے جو شرعًا مطلوب ہو پس واجب و مسنون دونوں کو شامل ہے ،،

سوال ،، قضائے حاجت کرنے والے پر کونسے آداب واجب ہیں ؟

جواب ،، اوس پر واجب یہ ہے کہ صحرا میں اگر اوس کے اور قبلے کے درمیان کوئی ساتر نہیں ہے تو استقبال یا استدبار قبلے کا نہ کرے یا ساتر تو ہے مگر اوس کی اونچائی دو ثلث ⅔ ذراع نہیں ہے یا دو ثلث ذراع تو ہے مگر معتدل آدمی کے ہاتھ سے تین ذراع کے فاصلے سے زائد دوری پر ہے تو ایسی صورت میں بھی قبلے کا استقبال یا استدبار نہ کرنا واجب ہے علامہ ابن حجرؒ کے پاس ساتر میں عرض ہونا مشروط نہیں ہے عمارت (آبادی) بھی اس حکم میں مثل صحرا کے ہے اور جو مواضع قضاءِ حاجت کے لئے ہی مہیا کئے گئے ہوں اون میں استقبال و استدبار کرنا نہ حرام ہے نہ مکروہ نہ خلافِ اولیٰ ہاں اگر بلا مشقت قبلے سے میل و انحراف کرنا ممکن ہونے پر بھی نہ کیا جائے تو خلافِ افضلیت ہے ،،

سوال ،، قضاءِ حاجت کرنے والے پر کون سے آداب مسنون ہیں ؟

جواب ،، قضائے حاجت کرنے والے کے لئے ماءِ راکد (یعنی غیر جاری پانی) میں خواہ تھوڑا ہو یا بہت لیکن غیر مستبحر ہو بول و براز نہ کرنا اور تھوک و رینٹ نہ ڈالنا مسنون ہے لیکن آبِ جاری اگر تھوڑا ہو تو مکروہ ہے اور اگر بہت ہو تو کراہت نہیں لیکن دونوں حالتوں میں اجتناب کرنا بہتر و اولیٰ ہے ۔ نیز قضاءِ حاجت بوقت شب پانی میں

نہ کرنا بھی مسنون ہے خواہ پانی کم ہو یا زیادہ تر کیونکہ بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ پانی میں بوقت شب جن رہتے ہیں - نیز پھل دار درخت کے نیچے خواہ ثمرہ ہو یا نہ ہو - اور شارع عام پر و نیز موسم گرما میں سایہ دار مقام پر اور سرما میں اوس مقام پر جہاں دھوپ ہو اور زمین کے سوراخوں میں اور ترڑکوں میں بھی بول و براز نہ کرنا اور بول و براز کے وقت بلا ضرورت بات نہ کرنا اور استقبال شمس و قمر بھی بغیر ساتر کے نہ کرنا مسنون ہے ،،

سوال ،، پیشاب سے استبراء کرنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب ،، پیشاب سے فارغ ہو جانے کے بعد استبراء کرنا مستحب ہے کھنکارنے اور ذکر کو نرمی سے کھینچنے سے استبراء حاصل ہوتا ہے بایں طور کہ مرد بائیں ہاتھ کی سبابہ اور انگشت نر سے حلقۂ دبر سے ہوتا ہوا سرِ ذکر تک مسح کرے اور عورت اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں اپنے پیڑو پر رکھکر نرمی سے اتنا نچوڑیں کہ انھیں عادۃً یہ گمان ہو جائے کہ مجرائے بول یعنی پیشاب کی راہ میں سے پھر کچھ نکلنے کا خوف نہ رہے الحاصل اختلاف طبائع کے لحاظ سے اس میں بھی اختلاف ہوتا ہے ،،

فصل حدثِ اکبر کے اسباب کے بیان میں جن کو موجبات غسل بھی کہا جاتا ہے

سوال ،، حدثِ اکبر کس کو کہتے ہیں ؟

جواب ،، حدثِ اصغر کے اسباب میں جو بیان ہو چکا ہے اوس سے ظاہر ہو گیا کہ حدثِ مطلق اور حدثِ اصغر کس کو کہتے ہیں اب رہا حدثِ اکبر اوس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ ایک امرِ اعتباری ہے جو جمیع بدن میں پایا جاتا اور صحت نماز کا مانع ہوتا ہے جہاں کوئی مرخص نہ ہو نیز حدثِ اکبر کی تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ حدثِ اکبر وہ ہے جو غسل کو واجب کرے ،،

سوال ،، غسل کس کو کہتے ہیں ؟

جواب ،، لغت میں غسل کہتے ہیں کسی شئے پر پانی بہانے کو اور شریعت میں جمیع بدن پر خاص نیت کے ساتھ پانی بہانے کا نام غسل ہے ،،

سوال ،، موجبات غسل کیا ہیں ؟

جواب ،، چھ چیزوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا غسل کو واجب کرتا ہے ان چھ چیزوں میں سے تین تو ایسے ہیں جن میں مرد و زن دونوں شریک ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) التقاءِ ختانین یعنی مرد و زن کی شرمگاہوں کا ملنا (۲) منی کا خارج ہونا اگرچہ بلا فعل فاعل ہو ان دونوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے جنابت حاصل ہوتی ہے (۳) موت البتہ اگر شہید یا کافر مر جائیں تو غسل واجب نہیں۔ نیز سقطِ حمل (سقط وہ بچہ ہے جو شکمِ مادر سے ناتمام نکلے) سے بھی غسل واجب نہیں جبکہ اوس کی حیات غیر معلوم اور اوس کی خلقت ظاہر نہ ہو۔ اور باقی تین ایسے ہیں جو عورتوں سے ہی خاص ہیں یعنی حیض۔ نفاس۔ ولادت و جنابت سے بھی وہی چیزیں حرام ہیں جو حدث اصغر سے حرام ہوتی ہیں علاوہ ازیں مسجد میں ٹھیرنا یا بلا عذر اس میں چلنا پھرنا اور قرآن شریف کو بقصدِ تلاوت یا تلاوت کے ساتھ دیگر قصد بھی ہو پڑھنا حرام ہے ،،

فصل فرائض غسل کے بیان میں

سوال ،، غسل کے فرض کتنے ہیں ؟

جواب ،، دو ہیں پہلا نیت کرنا دوسرا سارے بدن پر اور جسم کے تمام بالوں پر پانی پہنچانا یہ دونوں فرض زندے آدمی کے لئے ہیں اور میت کے غسل میں نیت کرنا مسنون ہے واجب نہیں ،،

سوال ،، غسل کی نیت کس طرح ہوگی ؟

جواب ،، جنابت والا غسل کی نیت دل میں کرکے اوسی وقت زبان سے نویت رفع الجنابۃ (نیت کی میں نے جنابت دور کرنے کی) یا نویت رفع الحدث الاکبر (نیت کی میں نے بڑی ناپاکی دور کرنے کی) وغیرہ کہے اور حائضہ نویت رفع حدث الحیض کہے (نیت کی میں نے حیض کی ناپاکی دور کرنے کی) اور نفاس والی نویت رفع حدث النفاس (نیت کی میں نے نفاس کی ناپاکی دور کرنے کی) کہے اور ولادت کا غسل کرنے والی نویت رفع حدث الولادۃ (نیت کی میں نے ولادت کی ناپاکی دور کرنے کی) کہے نیز ان سب صورتوں میں نویت استباحۃ مفتقر الی الغسل (نیت کی میں نے ایسے چیزوں کے جائز ہونے کی جن کے لئے غسل کرنا ضروری ہے) کافی ہے اور اگر صرف نویت الغسل یا نویت الطہارۃ کہے تو کافی نہیں۔ اور نیت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس ابتدائی حصے کے ساتھ مقرون ہو جو اول دھویا جائے خواہ بدن کے اعلیٰ حصے میں ہو یا اسفل میں پس اگر کچھ حصہ دھو لینے کے بعد نیت کرے تو چونکہ یہ حصہ قبل از نیت دھوئے جانے کی وجہ سے غیر معتبر ہے اس لئے اوس کو مکرر دھولینا واجب ہے ،،

فصل غسل صحیح ہونیکے شرائط اور اوس کے مکروہات اور سنتوں کے بیان میں

سوال ،، کن شرطوں سے غسل صحیح ہوتا ہے ؟

جواب ،، صحت وضو کے جو شرائط ہیں وہی صحتِ غسل کے ہیں جن کا بیان سابق میں ہو چکا ہے ،،

سوال ،، غسل کے مکروہات کیا ہیں ؟

جواب ،، وضو کے جو مکروہات ہیں وہی غسل کے مکروہات ہیں اس لئے

مکرر اعادہ نہیں کیا جائے گا،،

واضح باد کہ جنابت والے پر کھانا پینا نیند لینا اور شرمگاہ دھونے اور وضو کرنے سے پیشتر جماع کرنا مکروہ ہے اسی طرح جو عورت کا حیض و نفاس منقطع ہو گیا ہو اوس پر بھی سوائے جماع کے بقیہ امور مکروہ ہیں۔ حائضہ یا نفاس والی کے ساتھ قبل پاک ہونے کے جماع کرنا حرام ہے چونکہ شرمگاہ کو دھو لینے سے اصل سنت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے کھانے پینے وغیرہ کی کراہت بھی باقی نہیں رہے گی اور جس شخص کا ذکر متنجس ہو گیا ہو تو اوسی حالت میں پھر جماع کرنا حرام ہے البتہ اگر سلس البول کی شکایت ہو یا کسی کی عادت یہ ہے کہ پانی اوس کے ذکر کو ٹھنڈا کر دیتا ہے تو حرمت نہیں،،

سوال،، غسل کی سنتیں کتنی ہیں ؟

جواب،، غسل کی سنتیں بہت ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں (۱) تسمیہ پڑھنا (۲) غسل سے پیشتر وضو کرنا (۳) بدن پر ہاتھ جہاں تک پہونچے اتنا حصہ ملنا (۴) پے در پے کرنا (۵) سیدھے بازو کو مقدم کرنا یعنی سر دھونے کے بعد سیدھے بازو کے اگلے حصّے کو پہلے دھونا اور اوس کے بعد اوسی بازو کے پچھلے حصے کو دھونا بعد ازاں بائیں جانب بھی اسی طرح دھولیں (۶) ہر ایک کام تین بار کرنا (۷) بالوں میں خلال کرنا اس کے سوائے اور بھی بہت سی سنتیں کتب مبسوط میں مذکور ہیں،،

فصل چند مسنون غسلوں کے بیان میں

سوال،، مسنون غسل کتنے ہیں ؟

جواب،، مسنون غسل تو بہت ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں جمعہ کی نماز کے لئے اور میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا خواہ میت مسلمان ہو یا کافر عید الفطر اور عید الضحیٰ دونوں کے لئے غسل کرنا نماز استسقاء کے لئے خوف قمر و کسوف شمس کیلئے

کافر اسلام لائے یا مجنون اچھا ہو یا بے ہوش ہوش میں آئے تو بھی غسل کرنا مسنون ہے اگر بحالت کفر یا جنون یا بے ہوشی کوئی ایسی شئے جو موجب غسل ہو متحقق ہو جائے تو ایسی صورت میں دو غسل جمع ہوں گے ایک واجب اور ایک مسنون اور حج کے غسلیں بھی مسنون ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے غسلیں مسنون ہیں۔ ان سب غسلوں میں زیادہ تر موکد غسل جمعہ ہے اور اوس کے بعد غاسل میت کا غسل انشاء اللہ تعالیٰ اِن غسلوں میں سے بعض کا ذکر آئندہ بر موقع کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ان مسنون غسلوں کے لئے استعمال آب سے عاجز ہو تو اوس کے بدلے تیمم کر لینا سنت ہے جس کی نیت اس طرح ہوگی نَوَیتُ التَّیَمُّمَ بَدَلًا عَنْ غُسْلِ کَذَا (نیت کی میں نے فلاں غسل کے بدلے تیمم کرنے کی)

سوال،، اگر کسی شخص پر کئی غسل جمع ہوں تو اوس کا کیا حکم ہے ؟

جواب،، حکم اوس کا یہ ہے کہ اگر وہ سب غسلیں واجب ہیں تو کسی ایک کی نیت کر لینی کافی ہے اور اگر سب مسنون غسلیں ہیں تو اسی طرح کسی ایک کی نیت کرنی کافی ہے۔ البتہ اگر بعض واجب ہوں اور بعض مسنون جیسے غسل جنابت و غسل جمعہ تو ایسی صورت میں اگر دونوں کی نیت کرے تو دونوں حاصل ہوں گے اور اگر کسی ایک کی نیت کرے تو جس کی نیت کی گئی ہو صرف وہی حاصل ہوگا ،،

فصل احکام تیمم کے بیان میں

سوال،، تیمم کس کو کہتے ہیں ؟

جواب،، لغت میں تیمم کہتے ہیں ارادہ کرنے کو اور شریعت میں پاک مٹی کو دونوں ہاتھ اور چہرے تک خاص شرایط کے ساتھ پہنچانا تیمم کہلاتا ہے ،،

سوال،، تیمم کون شخص کر سکتا ہے ؟

جواب،، حدث اصغر والا اور ہر وہ شخص جن کو حدث کی وجہ سے غسل کرنا ضروری ہو خواہ وہ غسل مسنون کیوں نہ ہو مثل غسلِ جمعہ کے اور میت کو بھی تیمم کروایا جا سکتا ہے الحاصل ہر سہ صورتوں میں اگر شرائط تیمم پائے جائیں تو عند الضرورت تیمم کر سکتے ہیں،،

سوال،، تیمم کے اسباب کتنے ہیں ؟

جواب،، تین ہیں (۱) پانی کا نہ ملنا باوجود تلاش کے (۲) بیماری (۳) پانی کی ضرورت کسی حیوان محترم کی پیاس کے لئے ہو یعنی پانی کو استعمال میں لانے سے سارا خرچ ہو جائے گا تو پیاس کے مارے مصیبت میں حیوان محترم پڑ جائے گا اور (غیر محترم ۶) ہیں (۱) تارک الصلاۃ یعنی ادائی نماز کے لئے امام حکم کرنے کے بعد بھی مع شرائط سابقہ بلا عذر نماز نہیں پڑھنے والا (۲) زانی مُحصن یعنی بعد نکاح و ہمبستری کے بھی پھر زنا کر نے والا (۳) مُرتد یعنی وہ شخص جو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے (۴) کافر حربی یعنی مسلمانوں سے جنگ کرنے والا کافر (۵) کاٹنے والا کتا۔ (۶) خنزیر،،

سوال،، تیمم کتنے شرطوں سے صحیح ہوتا ہے ؟

جواب،، دس شرطوں سے تیمم صحیح ہوتا ہے۔ خاص مٹی سے ہو۔ اور مٹی پاک ہو مٹی مستعمل نہ ہو۔ مٹی میں آٹا وغیرہ ملا ہوا نہ ہو۔ تیمم کا قصد کرے یعنی اپنے ارادہ سے اعضا تک مٹی پہنچائے۔ دو ماریں ہی دونوں ہاتھ اور چہرے کا مسح کرلے۔ اگر بدن پر نجاست ہو تو اوس کو تیمم سے پیشتر ہی زایل کردے۔ تیمم سے پیشتر ہی اجتہاد کر کے قبلہ معلوم کرلے۔ وقت نماز داخل ہونے کے بعد تیمم کرلے۔ ہر فرض عینی کے لئے ایک تیمم کرے یعنی ایک تیمم سے صرف ایک ہی فرض ادا کر سکتا ہے البتہ نوافل ایک تیمم سے جتنے چاہے پڑھ سکتا ہے،،

سوال،، فرائض تیمم کتنے ہیں ؟

جواب،، تیمم کے فرض پانچ ہیں (۱) نقلِ تراب یعنی مٹی کو اعضائے تیمم تک پہنچانا (۲) نیتِ استباحۃ کرنا یعنی جس امر کے لئے تیمم کرنا ہو اوس کا ذکر کر دے مثلاً

نماز کے لیئے یوں کہے نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ فَرْضِ الصَّلٰوۃِ (نیت کی میں نے فرض نماز جائز کر لینے کی) اور نقلِ تراب کے ساتھ ہی نیت مقارن ہونا اور چہرے کا کچھ حصہ مسح کئے جانے تک باقی رہنا واجب ہے۔ اگر تیمم کرنے والے نے استباحتِ فرض کی نیت کی ہے تو فرض و نفل دونوں جائز ہوں گے اور اگر استباحتِ نفل یا مطلق نماز یا نماز جنازہ کی استباحت کی نیت کیا ہے تو ایسی نیت سے فرض نماز پڑھنا جائز نہیں (۳) تمام چہرے کا مسح کرنا (۴) دونوں ہاتوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا (۵) ترتیب یعنی مسح ترتیب سے کرے اور نقل تراب میں ترتیب ضروری نہیں ہے

سوال،، کسی شخص کو پانی کے استعمال سے ضرر کا اندیشہ ہو مثلاً کسی زخم کی وجہ سے تو اوس کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب،، ایسے شخص کو چاہیئے کہ جو حصہ اچھا ہے اوس کو پہلے دھولے اور زخم کے بدلے تیمم کرلے،، اگر جنابت والا ہو تو جس کو چاہے مقدم کر سکتا ہے چاہے پہلے تیمم کرے یا صحیح حصہ دھوئے۔ اور اگر حدث والا ہے تو وضوء کرتے ہوئے جب اوس عضو پر پہونچے تو اوسی وقت صحیح حصہ دھو لینے کے بعد تیمم کرے پھر اوس کے بعد کا عضو دھوئے اور اگر زخم پر جبیرہ یعنی ٹپی وغیرہ ہو تو اوس کو نکالدینا واجب ہے اگر اوس کے نکالنے میں ضرر کا اندیشہ ہو تو جتنا حصہ اچھا ہے اوس کو دھو لیوے اور جبیرہ پر پانی سے مسح کرلے اور زخم کے عوض تیمم کرے۔ اگر بحالتِ حدث یعنی بے وضوء کی حالت میں جبیرہ لگائی گئی ہے یا جبیرہ ہاتوں یا سر میں ہے تو ایسی صورت میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں بعد صحت اون کی قضاء واجب ہے،،

سوال،، تیمم کی سنتیں کتنی ہیں؟

جواب،، تیمم کی سنتیں تو بہت ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔ تسمیہ کہنا۔ سیدھے ہاتھ کو بائیں سے آگے کرنا۔ چہرے کا اوپری حصہ تحتانی حصہ سے پیشتر کرنا۔ ہتھیلیوں

اگر گرد زاید ہو تو پھونک کر یا ٹھوک کے کم کرنا حتی کہ بقدر ضرورت باقی رہجائے۔ اور اگر دائم الحدث نہیں ہے تو پئے درپئے کرنا دائم الحدث پر تو موالات واجب ہے،،
ضربتین کے وقت انگلیاں دور دور کرنا اور ضربۂ اولی یعنی چہرے کے مسح کے وقت اگر ہاتھ میں انگشتری وغیرہ ہو تو اوس کو نکال دینا بھی مسنون ہے اور ضربۂ ثانیہ یعنی مسح یدین کے وقت اگر یہ تیقن ہو کہ انگشتری کے سارے نچلے حصہ میں مٹی نہیں پہونچی ہے تو ایسی صورت میں اوس کا نکال دینا واجب ہے اور عَضُدْ یعنی کہنیوں کے اوپر کے حصے کا بھی مسح کرنا اور مسح کو مکرر نہ کرنا۔ استقبالِ قبلہ کرنا۔ تیمم کے بعد وضوء کے بعد کی دعا پڑھنا علاوہ ازیں اور بھی سنتیں ہیں،،

سوال،، تیمم کے مبطلات کیا ہیں؟

جواب،، تیمم کو ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک شئے باطل کرتی ہے (۱) جو چیزیں وضوء کے ناقض ہیں وہی تیمم کے بھی ناقض ہیں (۲) اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا ہے پھر پانی ملنے کا گمان ہو تو تب بھی تیمم باطل ہوگا مگر پانی کے ساتھ کوئی مانع نہیں ہونا چاہے (مثلاً پانی تو ہے مگر حیوان محترم تشنہ ہے تو اس صورت میں تیمم باطل نہیں ہوگا) اور نہ تیمم کرنے والا کوئی ایسی نماز میں ہو جس کا فرض تیمم سے ہی ساقط ہو سکتا ہے تو تب بھی تیمم باطل نہیں ہوگا (۳) رِدَّتْ العیاذ باللہ اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اوس کا بھی تیمم باطل ہو جائے گا،،

سوال،، فاقد الطہورین کو کیا کرنا لازم ہے؟

جواب،، فاقد الطہورین یعنی جس شخص کو پانی اور مٹی نہ ملے اوس کو حرمت وقت کے لحاظ سے تنہا فرض پڑھ لینا لازم ہے جب پانی یا مٹی دستیاب ہو جائے تو پھر قضاء کرلے۔ البتہ اگر وقت گذر جانے کے بعد مٹی ایسے مقام میں دستیاب ہو جہاں اس سے فرض ساقط نہیں ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں اعادۂ نماز لازم نہیں کیونکہ اس اعادہ سے

کچھ فائدہ نہیں،، (تحفتہ المحتاج میں لکھا ہے کہ تیمم اس امت کے خصوصیات میں سے ہے
اور باختلافِ روایات سنہ چھ یا چار ہجری میں فرض ہوا ہے)،،

فصل نجاست اور اوس کے زایل کرنے کے بیان میں

سوال،، نجاست کس کو کہتے ہیں؟

جواب،، لغت میں ہر مستقذر شئے کو یعنی جس چیز کو طبیعت خراب سمجھے نجاست کہتے ہیں اگرچیکہ وہ شئے شریعت میں طاہر ہو جیسے **منی**۔ شرعاً نجاست کی تعریف **بالحد** اس طرح کی جاتی ہے،، ہر مستقذر شئے جو صحتِ نماز کی مانع ہو جہاں کوئی مرخص نہ ہو،، اور اوس کی تعریف **بالعد** یعنی تعداد کے لحاظ سے اس طرح ہوگی،، ہر نشہ آور چیز جو بہنے والی ہو اور سگ وخنزیر اور ان دونوں سے جو کچھ پیدا ہووے یا کتا وخنزیر کسی حیوانِ طاہر کے ساتھ جفتی کرنیکی وجہ سے جو حیوان پیدا ہو وہ بھی نجس ہے۔ نیز تمام مرے ہوئے حیوانات سوائے میتۂ انسان اور مچھلی وٹڈی کے سب نجس ہیں۔ اور خون وپیپ قئے۔ گوبر پیشاب مذی ودی اور وہ متغیر لعاب جو تغفنہ وخوابیدہ آدمی کے منہ سے بہے نجس ہیں۔ نیز سگ وخنزیر اور ان ہردو کے فرع کی منی اور جو حیوانات کا گوشت کھانا حرام ہے اون کا دودھ بھی نجس ہے۔ البتہ عورت کا دودھ نجس نہیں۔ اب رہا سگ وخنزیر اور ان کے فروع کے سوائے دیگر حیوانات کی منی اور **علقہ** و **مضغہ** اور فرج کی رطوبت تو طاہر ہیں۔ اور ہر زندہ حیوان کے جسم کا قطعہ جو اوس سے علحٰدہ شدہ ہو مثل اوس کے **میتہ** (مرے ہوئے) کے ہے یعنی جو حیوان مرنے سے نجس ہوتے ہیں تو اون کے بدن کا جزء منفصل بھی اسیطرح نجس رہے گا۔ البتہ جو حیوانات کا گوشت کھانا جائز ہے اون کے بال اور ریش بھی یعنی رونگٹا پاک ہیں۔ اور کوئی نجاست دھوئی جانے سے ہرگز پاک نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی نجاست **استحالہ** کی وجہ سے پاک ہوگی یعنی اگر کوئی نجاست دوسری شئے بنجائے تو پاک نہیں

ہو سکتی۔ صرف جو کھال موت کی وجہ سے متنجس ہوتی ہے وہ البتہ غسل دینے سے پاک ہوجائے گی۔ اگر شراب اپنے ظرف میں خود بخود بغیر کسی چیز کے ملائے سرکہ بنجائے۔ یا کوئی نجاست حیوان بنجائے تو نجس نہیں "

سوال ،، نجاست کتنے قسم کی ہوتی ہے ؟

جواب ،، نجاست چھ قسم کی ہوتی ہے (۱) نجاستِ **مغلظہ** یعنی کتا خنزیر اور ان دونوں کے فروع کی نجاست (۲) **مخففہ** یعنی دو سال سے کم عمر لڑکے کا پیشاب جو سوائے دودھ کے اور کوئی غذا نہ کھاتا ہو (۳) **متوسطہ** یعنی باقی نجاستیں ان تینوں میں سے ہر ایک نجاست عینی ہوگی یا حکمی۔ نجاستِ عینی وہ نجاست ہے جس کے لئے جرم یعنی جسم و مقدار یا مزا یا رنگ یا بو ہو۔ اور نجاستِ حکمی وہ ہے جس کے لئے نہ جرم ہو نہ مزا نہ رنگ نہ بو "

سوال ،، اگر کوئی جامد چیز کسی نجاست سے ناپاک ہوجائے خواہ نجاستِ عینی ہو یا حکمی تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب ،، اگر کوئی جامد چیز نجاست مغلظہ سے (خواہ عینی ہو یا حکمی) ناپاک ہوجائے تو وہ سات بار دھونے سے پاک ہوگی جن میں سے ایک دفعہ تو پاک مٹی سے دھویا جائے اور ایک دفعہ خاص اوس عین نجاست کو زائل کرنے والا ہو جو اوصافِ جرم و وصف کو شامل ہے اگر چہ کہ یہ بات متعدد بار دھونے سے حاصل ہو۔ یعنی عین نجاست زائل ہونے کے لئے خواہ کتنے ہی بار دھوئیں وہ ایک ہی دفعہ سمجھا جائے گا۔ اور عین نجاست نائل ہونے سے پیشتر اگر مٹی سے خواہ کتنے ہی بار دھوئیں وہ شمار نہیں ہوگا اور نہ اوصافِ نجاست زائل ہونے کے قبل اگر مٹی سے خواہ متعدد بار کیوں نہ ہو دھویا جائے تو معتبر ہے پس اوصاف بھی زائل ہونے کے بعد مٹی سے دھونا چاہئے ،، البتہ اگر مٹی کے ساتھ ملا ہوا پانی ازالۂ اوصاف کردے تو اوس صورت میں غسلۂ تراب کا شمار ہوگا۔ لیکن مٹی سے

پہلی دفعہ دھونا جبکہ نجاست میں جرم و وصف نہ ہو تو افضل ہے ،، پھر مٹی کو دفعہ اخیرہ کے سوائے دیگر مراتب میں رکھنے میں بھی فضیلت ہے۔ مگر اس فضیلت کا درجہ پہلی صورت کی افضلیت کے بعد ہے ،، اور جو شئے نجاستِ خفیفہ سے متنجس ہو خواہ اوس کی نجاست حکمی ہو یا عینی جس میں صرف اتنا ہی وصف باقی رہے جو ترشح آب سے زائل ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں پانی چھڑکنے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔ اور اگر ایسا وصف باقی ہے جو ترشح آب سے زائل نہیں ہو سکتا تو اوس کا دھونا ضروری ہے ،، اور جو شئے نجاستِ **متوسطہ عینیہ** سے ناپاک ہو تو اوس کا جرم اور مزا رنگ و بو زائل ہونے پر پاک ہو گی اور اگر رنگ یا بو کا نکلنا باوجود دھونے کے دشوار ہو جائے تو اس کا رہنا مضر نہیں البتہ اگر رنگ و بو دونوں یا صرف مزا باقی رہ جائے تو نجاست باقی رہے گی اور جو شئے **متوسطہ حکمیہ** نجاست سے نجس ہو تو اوس پر پانی خواہ ایک مرتبہ کیوں نہ ہو بہا دینے سے پاک ہو جائے گی ،، اور متنجس کے لئے شرط یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو اوس نجس چیز پر بہا دیا جائے ،،

سوال ،، کیا کسی قسم کی نجاستیں معاف بھی ہوتی ہیں؟

جواب ،، نہیں کسی قسم کی معاف نہیں۔ البتہ اگر ذرا سا خون یا پیپ جو نجاستِ غلیظہ سے نہ ہو اور وہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو معاف ہے اور اس سے نماز بھی درست ہو گی یا کوئی ایسا حیوان ہو جس کے بدن کا کچھ حصہ اوس کی زندگی میں جدا کیا جائے تو بہتا ہوا خون نہیں نکلتا ہے جیسے زنبور و عقرب آب قلیل میں گر جائے یا کسی سیال چیز میں خواہ وہ بہت کیوں نہ ہو زندہ گر کر مر جائے یا مرا ہوا گرے یا زندہ ڈال دینے سے مر جائے اور ان سب صورتوں میں پانی یا مائع شئے متغیر نہ ہو تو وہ نجس نہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق ایک ضروری قاعدہ بھی ہے ،،

سوال ،، فرمائیے وہ ضروری قاعدہ کیا ہے؟

جواب ،، وہ ضروری قاعدہ یہ ہے کہ جس شئے میں اصل طہارت ہو اور گمانِ غالب یہ ہو کہ وہ نجس ہے اس خیال سے کہ ایسی چیزیں نجس ہوتی ہیں تو اس میں دو قول مشہور و مقرر ہیں (۱) اصل (۲) ظاہر یا غالب بر بنائے قول معتبر اصل پر عمل کرتے ہوئے ایسی چیز کو طاہر کہا جائے گا کیونکہ اصل متیقن اور قولِ دوم ظاہر سے زیادہ تر قوی ہے مسلم ہے الاصل فی الاشیاءِ الحلۃ الخ بخلاف ظاہر کے کہ اس میں احوال و زمانہ کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے جیسے شرابی اور حائضہ اور بچوں کے کپڑے یہ سب اصل کے اعتبار سے تو طاہر ہیں لیکن ظاہر کے لحاظ سے نجس ہیں ،، یا ان لوگوں کے برتن جو نجاستوں کا استعمال کرتے ہیں ، یا ایسے اوراق جن کے متعلق زیادہ تر گمان یہ ہو کہ وہ نجاست پر ہوا دئے جاتے ہیں ، نیز کم سن بچہ کا لعاب اور جوخ جس کے متعلق شہرت یہ ہے کہ خنزیر کی چربی سے بنایا جاتا ہے یا جبن (پنیر) شامی جس کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ انفحہ خنزیر سے بنایا جاتا ہے (غالباً انفحہ بکری کے چھوٹے سے دودھ کے بچہ کی اوس آنتوں کو کہتے ہیں جس میں دودھ جما ہوا رہتا ہے بعدہٗ ایسے ہی انفحہ سے جبن میں کام لیا جاتا ہے تو یہ ظاہر اور غالب کے لحاظ سے نجس ہیں لیکن بلحاظ اصل طاہر ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم کے پاس شامیوں کے پاس سے جبن گذرا نا گیا تھا جسے آپ نے بلا دریافت تناول فرما لیا ،،

فصل حیض و نفاس و استحاضہ وغیرہ کے بیان میں

سوال ،، عورت کی شرمگاہ سے کتنے قسم کے خون نکلتے ہیں ؟

جواب ،، تین قسم کے خون نکلتے ہیں (۱) دمِ حیض جو عورت کی شرمگاہ سے بطریق صحت بغیر سبب ولادت کے نکلتا ہے (۲) دمِ نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد اور پندرہ یوم گذرنے سے پیشتر نکلتا ہے (۳) دمِ استحاضہ وہ خون ہے

جو حیض و نفاس کے سوائے دیگر ایام میں نکلے ،،

سوال ،، حیض و نفاس اور استحاضہ کی مدت کتنی ہے ؟

جواب ،، کمتر مدت حیض کی ایک دن اور ایک رات کی مقدار ہے یعنی چوبیس ۲۴ گھنٹے شمسی اور اکثر مدت پندرہ یوم و شب ہیں اور اغلب مدت چھ یا سات یوم و شب اور اقل مدت نفاس کی ایک لحظ ہے اور اکثر مدت ساٹھ یوم معہ شب کے ہے اور اغلب مدت چالیس یوم و شب ہے اور اوقات حیض و نفاس کے ماسوائے استحاضہ کا وقت ہے ،،

سوال ،، دو حیضوں کے درمیان جو طہر فاصل ہوتا ہے اوس کی اقل اور اکثر مدت کتنی ہے ؟

جواب ،، طہر متخلل کی کمتر مدت پندرہ یوم و شب ہے اور اکثر کی حد نہیں اب رہا جو طہر حیض و نفاس کے درمیان فاصل ہو جائز ہے کہ وہ پندرہ یوم سے کم ہو بلکہ ایک دوسرے سے متصل ہونا بھی جائز ہے ۔

سوال ،، عورت کس زمانہ سے کم از کم حائضہ ہو سکتی ہے ؟

جواب ،، اقل زمانہ جس میں عورت حائضہ ہو سکتی ہے تو سال قمری تقریبی ہیں ،، تقریبی کے معنی علامات بلوغ میں بیان ہو چکے ہیں ،،

سوال ،، حمل کی اقل اور اکثر مدت کیا ہے ؟

جواب ،، حمل کی اقل مدت چھ مہینے عددی اور دو لحظہ ہیں اور اکثر مدت چار سال ہے اور اغلب مدت نو ماہ عددی ہیں ،،

سوال ،، حیض و نفاس سے کیا چیزیں حرام ہیں ؟

جواب ،، بحالت حیض و نفاس دس چیزیں حرام ہیں جن میں چھ تو وہ ہیں جو بحالت جنابت حرام ہوتی ہیں اور چار یہ ہیں (۱) روزہ کی نیت کرکے روزہ رہنا (۲) طلاق دینی

(۳) مسجد میں سے گذرنا اگر تلویثِ مسجد کا خوف ہو تو (۴) ناف سے گھٹنوں تک لذت واستمتاع حاصل کرنی"

فصل پنج وقتہ نمازوں اور اُن کے اوقات وغیرہ کے بیان میں

سوال" مفروضہ نمازیں کتنی ہیں؟

جواب" ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں (۱) ظہر جس کا وقت زوال کے بعد سے ہر چیز کا سایہ علاوہ سایۂ اصلی کے اوس کے برابر ہو جانے تک ہے (۲) عصر جس کا وقت ہر چیز کا سایہ علاوہ سایۂ اصلی کے اوس کے برابر ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے" سایہ اصلی سے مراد ظل استوآء ہے" (۳) مغرب جس کا وقت غروب آفتاب سے شفقِ احمر غائب ہوتے تک ہے (۴) عِشاء جس کا وقت شفقِ احمر غائب ہونے کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہوتے تک ہے" نمازِ عشا شفقِ ابیض واصفر کے غایب ہونے کے بعد پڑھنی سنت ہے" (۵) فجر جس کا وقت صبح صادق سے سورج نکلتے تک ہے" تمام مفروضہ نمازیں اوّل وقت میں پڑھنا وقتِ فضیلت ہے اور اخیر وقت میں پڑھنا وقتِ جواز ہے" لیکن ایسے وقت تک موخر کرنا کہ جس میں کامل طور پر ادائی نہ ہو سکے حرام ہے پس جو شخص مکلف بالصلاۃ ہو اور بلا عذر نماز کو وقت سے اتنا موخر کر دے کہ بعض حصہ نماز کا خارج از وقت ہو جائے خواہ تسلیمہ اولی کیوں نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے کسی قسم کا عذر نہیں (بلکہ اس قسم کی تاخیر حرام ہے) البتہ اگر تاخیر نوم یا نسیان کی وجہ سے ہوئی ہے تو عذر ہے بریں ہم جو شخص ایک رکعت بھی اندرون وقت پڑھ لے تو اوس کی نماز ادا ہو جائے گی" اور اگر اندرون وقت ایک رکعت سے کم پڑھا ہے تو اوس کی نماز تبعاً ادا ہو گی لیکن اس صورت میں بھی

ادا کی نیت کرنی چاہیئے اگرچہ نماز شروع کرتے وقت اتنے وقت کی گنجائش نہ ہو جس میں ایک رکعت پڑھی جا سکتی ہے بعض کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں ادا کی نیت نہ کرے ،،

سوال ،، مفروضہ نمازیں اول وقت میں ادا کرنا واجب فوری ہے یا وجوب مُوَسَّعْ ؟

جواب ،، واضح باد کہ پنج وقتہ نمازیں اوّل وقت میں ادا کرنا اوس وقت تک وجوبِ موسع ہے جس میں نماز کی ادائی کامل طور پر بعجلت ممکنہ ہو سکے جب اس قدر تنگ وقت ہو جائے کہ صرف تخفیفِ ممکن کے ساتھ نماز کی ادائی ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں نماز فوراً ادا کرنا واجب ہے پس اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ ہر مکلف پر وقت نماز داخل ہوتے ہی اَحَدُ الامرین واجب ہے یا تو نماز کو ادا کر دے یا نماز کو وقت گذر جانے سے پیشتر ادا کرنے کا پکا ارادہ کر لے اگر آخر وقت تک زندہ رہنے کا گمان ہو تو - پس ایسی صورت میں باوجود وقت کی گنجائش کے اگر ادائی نماز سے پیشتر انتقال کر جائے تو عاصی نہیں ہو گا - اور اگر نماز کو اوّل وقت میں ادا نہ کرے اور ارادہ مذکورہ بھی نہ کرے یا ارادہ تو کیا ہے مگر عدمِ سلامتی کے گمان کے ساتھ تو ایسی صورت میں اگرچہ نماز کو اندرونِ وقت ادا کر لے عاصی ہی ہو گا - یہ تو خاص عزم ہوا فقہاءِ کرام نے عزمِ عام بھی بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان بلوغ کے وقت جملہ واجبات کے ادا کرنے اور سب محرمات کو ترک کرنے کا پکا ارادہ کر لیوے اگر اس قسم کا عزم نہ کرے تو گنہگار ہو گا - نیز اگر کسی نے اس قسم کا عزم نہیں کیا ہے تو بعد میں بھی اس کا تدارک کر لینا درست ہے - چنانچہ اکثر و بیشتر اس طرح کا عزم نہیں کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس کا تدارک کر لیویں - مخفی مباد کہ کسی شئے کے کرنے یا نہ کرنے پر مصمم ارادہ کرنے کا نام عزم ہے ،،

فصل اوقاتِ نماز معلوم کرنے کے لئے کوشش کرنے کے بیان میں

سوال ،، جس شخص کو نماز کا وقت معلوم نہ ہو اوس کو کیا کرنا چاہیئے ؟

جواب ،، جو شخص کو وقتِ نماز معلوم نہ ہو اور وہ خود پہچان نہیں سکتا ہے تو کسی معتبر شخص کی خبر پر عمل کرنا واجب ہے ۔ خواہ وہ معتبر شخص اپنے علم سے بیان کرے یا اذان سن کر کہے اگر یہ طریقہ ممکن نہ ہو تو اوقات کی دریافت کے لئے کچھ قراءتِ قرآن یا صنعت و حرفت وغیرہ مقرر کرکے کوشش کرنی واجب ہے ،، اور نابینا کو اختیار ہے کہ چاہے وہ اوقاتِ نماز میں کسی معتبر شخص کی تقلید کرے یا اجتہاد ۔ پس اگر مجتہد کو وقت نماز گذر جانے کے بعد یہ تیقن ہو جائے کہ اوس کی نماز قبل از وقت ہوئی ہے تو اوس نماز کو قضاء کر لینا واجب ہے ۔ اور اگر اندرون وقت علم ہو جائے تو اوس کا اعادہ واجب ہے ،، اور جو نمازیں کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ گئی ہوں اون کی قضاء کرنے میں عجلت و مبادرت کرنا مستحب ہے نیز ایسے نمازوں کو اوس حاضر نماز پر جس کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو مقدم کرنا اگر چہ کہ اوس حاضر نماز کی جماعت فوت ہو جانے کا خوف ہو مستحب ہے ،، اب رہا جو صلوات بلا عذر چھوٹ جائیں اون کی قضاء میں مبادرت کرنا واجب ہے ٥

فصل اوس نماز کے بیان میں جو وقت کے لحاظ سے حرام ہو جاتی ہے

سوال ،، کیا بعض اوقات میں نماز حرام بھی ہوتی ہے ؟

جواب ،، ہاں جس نماز کے لئے کوئی سبب نہ ہو یا سبب متاخر ہو تو ایسی نماز طلوع

آفتاب کے وقت پڑھنا حرام ہے اور اس قسم کی نماز سوائے حرم مکہ کے کہیں منعقد نہیں ہوگی البتہ اگر آفتاب ایک برچھی کے برابر یعنی دیکھنے میں سات ذراع اونچا ہوجائے تو ایسے وقت میں حرمت نہیں نیز استواء کے وقت بھی سوائے روز جمعہ کے زوال ہونے تک پڑھنا حرام ہے۔ اور آفتاب کے اصفرار (یعنی زردی) کے وقت بھی غروب ہونے تک۔ نیز صبح کی نماز کو اس طرح ادا کردینے کے بعد کہ پھر اوس کی قضاء باقی نہ رہے آفتاب ایک برچھے برابر بلند ہونے تک بے سبب یا سبب متاخر والی نماز پڑھنا حرام ہی ہے۔ اور نماز عصر کو بھی اس طرح ادا کرنے کے بعد کہ پھر اوس کی قضاء باقی نہ رہے غروب آفتاب تک بے سبب یا سبب متاخر والی نماز پڑھنا حرام ہی ہے،، اور جس نماز کا سبب مقارن یا متقدم ہو ان مذکورہ پانچ اوقات میں پڑھنا اگر انہی ممنوع اوقات میں پڑھنے کے ارادہ سے موخر نہیں کیا ہے تو حرام نہیں ہے ورنہ حرام اور غیر منعقد ہوگی خواہ فوری قضاء کیوں نہ ہو اور وقت والی نماز کو اوقات مکروھہ تک اس ارادہ سے موخر کرنا حرام نہیں ہے۔ خطیب منبر پر چڑھکر بیٹھ جانے کے بعد نماز پڑھنا حرام ہے اور اگر پڑھ بھی لیں تو منعقد نہیں ہوگی۔ البتہ مسجد میں داخل ہونے والے کو بیٹھنے سے پیشتر دو رکعت تحیت المسجد پڑھنا مسنون ہے۔ لیکن اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ اگر تحیت المسجد پڑھنے لگجائے تو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ نہ ملنے کا خوف ہو تو کراہت تنزیہی ہے،،

فصل اذاں اور اقامت کے بیان میں

سوال،، اذاں اور اقامت کا کیا حکم ہے؟

جواب،، مفروضہ نمازوں میں اذاں اور اقامت کہنا مرد کے لئے مسنون ہے اگرچیکہ فرض نماز تنہا پڑھے اور نماز عید وغیرہ میں الصلٰوۃ جامعۃ کہا جائے۔

موذن کو بآوازِ بلند اذان کہنا چاہئے۔ البتہ اگر ایسی مسجد ہو جس میں فُرادیٰ یا باجماعت نماز ہو چکی ہے خواہ مصلی واپس نہیں گئے ہوں تو بلند آواز سے اذان نہ کہے۔ اگر کوئی شخص بہت سے فوت شدہ نمازوں کو پئے درپئے قضا کرے یا جمع تقدیم یا جمع تاخیر کرے تو ایسی صورت میں صرف پہلی نماز کے لئے اذان واقامت کہنا چاہئے اور بقیہ نمازوں کے لئے صرف اقامت کرے۔ عورت کو تو صرف اقامت کرنا مستحب ہے۔

اذان کے کلمات مثنےٰ مثنےٰ اور اقامت کے فرادیٰ ہیں (یعنی اقامت ہمارے پاس اذان کی نصف ہے) البتہ لفظ اقامت یعنی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ دوبار کہنی چاہئے اقامت میں اِدْرَاج کرنا مسنون ہے یعنی دو دو کلموں کو ایک سانس میں کہنا اور اذان میں تَرْتِیل (یعنی الفاظ کو صاف صاف ادا کرنا) اور ترجیع کرنا بھی سنت ہے (یعنی ہر ایک ایک جملہ کو آہستہ سے بھی کہہ لینا) صبح کی اذان میں تثویب یعنی الصلوٰۃ خیرٌ من النوم بھی دوبار حیعلتین کے بعد کہنا اور اذان واقامت قبلہ رخ کھڑا ہوکر کہنا سنت ہے اور اذان واقامت دونوں میں ترتیب اور موالات مشروط ہے۔ اذان واقامت کہنے والا مسلمان اور ممیّز ہونا اور موذن مرد ہونا بھی شرط ہے۔ اور بے وضو اذان کہنا مکروہ اور بحالتِ جنابت اذان دینا سخت کراہت ہے اور بحالت جنابت اقامت کہنا تو سخت تر کراہت ہے۔ اذان وقت نماز داخل ہونے کے بعد کہنا مشروط ہے۔ البتہ صبح کی اذان آدھی رات سے دیسکتے ہیں لیکن نماز صبح کے لئے دو موذن رکھنا مسنون ہے کہ ایک وقت سے پہلے اذان کہے اور دوسرا دخولِ وقت کے بعد۔ اگر ایک ہی اذان پر اکتفا کی جائے تو بہتر ہے کہ وہ دخولِ وقت کے بعد ہو۔

سوال،، اذان واقامت سننے والے کے لئے کیا کہنا مسنون ہے؟

جواب،، موذن اور مقیم جو الفاظ کہیں وہی الفاظ سننے والا کہنا مسنون ہے مگر حیعلتین میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے اور تثویب میں صَدَقْتَ

وَبِرِرتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقتَ کہے۔ اور کلمۂ اقامت میں أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰاتُ وَالْاَرْضُ وَجَعَلَنِیْ مِنْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا کہے نیز موذن اور مقیم و سامع کو فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم پر درود و سلام بھیجنا اور اوس کے بعد اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ کہنا سنت ہے (احادیث صحیحہ میں صرف یہی الفاظ مذکور ہیں) اور اذاں کے بعد ہی فوراً یا اذاں و اقامت کے درمیان دعا مانگنا بھی مسنون ہے۔ کیونکہ بعض علماء نے اسوقت کو بھی اوقاتِ مستجابہ میں گنا ہے "

(آنحضرت صلعم نے صحابہ سے ایک شب یہ مشورہ فرمایا کہ لوگوں کو نماز کے لئے کس طرح جمع کیا جائے مختلف رائیں ہوئیں اوسی رات عبداللہ بن زیدؓ کو رویاء میں یہ الفاظ بتلائے گئے۔ ان کے سوائے حضرت عمرؓ اور دس سے زیادہ صحابہ بھی رویاء دیکھے۔ آنحضرت صلعم سے بیان کرنے پر آپ نے فرمایا اِنَّھَا لَرُؤْیَا حَقٍّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تعالیٰ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب آنحضرت صلعم سے بیان کئے تو آپ نے فرمایا وحی تم سے سبقت کرچکی جاؤ اے عبداللہؓ بلالؓ کو ایک ایک جملہ کہتے جاؤ چونکہ وہ بلند آواز ہے ندا کردیں بہرحال وحی کے بعد ہی الفاظ اذاں قرار پائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دوبار صرف ایک ہی بار منہ پھیرے رہکر کہنا چاہئے۔ اسی طرح حَیَّ عَلَی الْفَلَاح دوبار کے لئے بھی ایک ہی بار منہ پھیرے۔ سنت ہے کہ موذن کلمہ کی اُنگلی کان کی سوراخ میں لگائے اور موذن اچھے اور بلند آواز کا ہو۔ اور مکروہ ہے بچے اور اندھے اور فاسق کی اذاں اور اوس میں تمطیط اور تغنّی بھی مکروہ ہے۔ اور اگر راگ اور گانا اذاں میں ایسا ہو جس سے معنی بدل جاتے ہیں تو حرام ہے۔ اقامت کے پہلے بھی حمد و صلاۃ کہدی جائے تو اچھا ہے " اھ تحفۃ المحتاج جلد (۱)

فصل اِس بیان میں کہ نماز کس پر واجب ہے اور واجب ہونیکے شرائط کیا ہیں

سوال ،، نماز کتنے شرائط سے واجب ہوتی ہے ؟

جواب ،، سات شرطوں سے نماز واجب ہوتی ہے ۔

سوال ،، پہلی شرط کیا ہے ؟

جواب ،، پہلی شرط اسلام ہے کافر اصلی پر نماز واجب نہیں اور نہ اوس پر سابقہ نمازوں کا قضاء کرنا اسلام لانے کے بعد واجب ہے بخلاف مرتد کے اگر وہ اسلام میں رجوع کرے تو اُس پر نماز واجب ہونے کے علاوہ گذشتہ نمازوں کی قضاء بھی واجب ہے ۔

سوال ،، دوسری شرط کیا ہے ؟

جواب ،، دوسری شرط بلوغ ہے پس نابالغ لڑکا یا لڑکی پر نماز واجب نہیں اور نہ اون پر بالغ ہونے کے بعد قبل بلوغ کی قضاء واجب ہے ۔ مگر لڑکا یا لڑکی کو سات سال کے بعد اگر تمیز حاصل ہوجائے تو اونہیں نماز کا حکم دیا جائے ورنہ تمیز کے بعد ۔ اور دس سال کامل ہونے پر تو اون کو نماز کے لئے زدوکوب کیا جائے ۔ ابن حجرؒ کا یہی قول ہے ۔ اور رملیؒ کے پاس نو سال کامل ہونے کے بعد زدوکوب کیا جائیگا الحاصل نماز کے لئے مارنا یا حکم دینا بچوں کے والدین پر بطریق فرض کفایہ واجب ہے ۔ کم سن بچوں کو بغرض تعلیم یا بے ادبی وغیرہ نہ کرنے کے لئے باپ دادا کو حق تادیب حاصل ہے ۔ علیٰ ھذا القیاس ماں کو بھی یہ حق حاصل ہے ۔ نیز معلم بھی ولی کی اجازت سے کم سن بچہ کو امور تعلیم میں جہاں ادب سکھلانے کی ضرورت ہے تادیب کرسکتا ہے لیکن ان سب کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کا مار سخت تکلیف دہ نہ ہو اور مسنون ہے کہ موؤب تین مار سے زاید نہ مارے ۔ اور مار کی تعداد حدود شرعیہ کے اقلِ حدود تک پہونچنا بھی حرام ہے ۔ مثلاً ادنیٰ حدود مئے نوشی حر کیلئے

(۴۰) چالیس اور غلام کے لئے اوس کا نصف بیس² کوڑے ہیں اگر کوئی مؤدب تادیباً مارے اور ماروں کی تعداد بیس تک پہونچ جائے تو حرام ہے ،، **فائدہ** لڑکے کی شہادت خواہ وہ قریب البلوغ کیوں نہ ہو خواہ وہ کسی بچہ کے لئے دے یا اپنے ہی اوپر دے لیوے مقبول نہیں ہوگی۔ امام مالک علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں کہ اطفال تمیز والے ہوں تو ان کی شہادت اُنہیں کے زخموں کے متعلق مقبول ہوگی جب تک کہ وہ جھگڑے کے مقام سے منتشر نہ ہو جائیں۔ البتہ اگر جھگڑے کے مقام سے منتشر ہو جائیں تو پھر اون کی شہادت مقبول نہیں ہوگی ،،

سوال ،، تیسری شرط کیا ہے ؟

جواب ،، تیسری شرط عقل ہے۔ مجنوں وغیرہ پر نماز واجب نہیں اور نہ دیوانہ پر اچھا ہونے کے بعد قضاء واجب ہے۔ البتہ اگر خود تعدی کرکے دیوانہ وغیرہ ہوا ہے تو ایسی صورت میں بعد صحت قضاء واجب ہے ،،

سوال ،، چوتھی شرط کیا ہے ؟

جواب ،، چوتھی شرط حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے پس حائضۃ اور نفاس والی پر نماز واجب نہیں اور نہ اون پر قضاء ہے ،،

سوال ،، پانچویں شرط کیا ہے ؟

جواب ،، پانچویں شرط سماعت یا بصارت میں سے کسی ایک کا اچھا ہونا ہے پس جو شخص اندھا بہرا ہی پیدا ہوا ہو یا تمیز کے قبل ہوا ہے تو اوس پر نماز واجب نہیں بخلاف اوس شخص کے جو تمیز کے بعد اندھا بہرا ہو جائے تو اوس پر نماز واجب ہے۔ کیونکہ وہ تمیز سے واجبات کو سمجھ سکتا تھا۔ اندھے اور بہرے کی بینائی و شنوائی آجائے تو بھی قضا واجب نہیں ،،

سوال ،، چھٹی اور ساتویں شرط کیا ہے ؟

جواب ،، شرط ششم وہفتم بلوغِ دعوت ہے اور دعوت کا اوس کے خاص نبیؐ سے پہونچنا بھی شرط ہے ۔ پس جو شخص کو پیام و دعوت اسلام نہ پہنچے مثلاً کسی پہاڑ کی چوٹی پر پرورش پایا ہے یا دعوت پہونچی ہے مگر اوس کے خاص نبی کی نہیں بلکہ دوسرے نبی کی پہونچی ہے تو ایسی صورت میں بھی اوس پر نماز واجب نہیں یا ان دونوں صورتوں میں خاص نبی کی دعوت ایک مدت کے بعد پہنچے تو بھی قضاء مافات واجب نہیں کیونکہ یہ دونوں مکلف بالصّلاۃ نہیں تھے ،، بعض علماء کا قول ہے کہ ان دونوں شخصوں پر قضاء واجب ہے ۔ کیونکہ انہوں نے جس چیز کو بالجملہ جاننا چاہئے تھا اوس کو کوتاہی کرکے چھوڑ دیا ہے ،،

فصل نماز صحیح ہونے کے شرائط کے بیان میں خواہ نماز فرض ہو یا نفل

سوال ،، صحت نماز کے شرائط کتنے ہیں ؟

جواب ،، صحتِ نماز کی شرطیں دس ہیں (۱) اسلام (۲) تمیئیز (۳) ہر دو حدث سے پاک ہونا (۴) کپڑا بدن اور جگہ پاک ہونا (۵) سترِ عورت ،، عورت بدنِ انسان کے جس حصے کا چھپانا فرض ہے اوس کو کہتے ہیں (۶) استقبال قبلہ مگر شدت الخوف کی نماز میں استقبال قبلہ شرط نہیں خواہ وہ نماز فرض ہو یا ایسی نفل جس کے فوت ہونے کا خوف ہو جیسے عیدین اور کسوف وخسوف کی نماز نیز سفر مباح کی نفل نماز وں میں بھی استقبال قبلہ مشروط نہیں اگرچیکہ قریب کا سفر ہو جو کم از کم ایک میل کے برابر ہونی چاہئے (۷) دخولِ وقت یعنی وقت نماز داخل ہونے کا علم یقیناً ہو جائے یا اوس کی معرفت کے لئے کوشش کرکے ظنّاً معلوم کرلے بہرصورت نماز اندرون وقت ہو (۸) اگر نماز فرض ہو تو اوس کی فرضیت سے واقف رہے (۹) نماز کے فرضوں میں سے کسی ایک فرض معین کو سنت نہ سمجھے (۱۰) نماز کو باطل کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرنے

سوال،، عوراتؔ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب،، چار قسمیں ہیں (۱) مرد کا مطلقاً خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز اور لونڈی کا نماز میں ناف سے لے کر گھٹنوں تک جتنا بدن ہے وہ عورۃ ہے اور حرہ کا نماز میں سارا بدن سوائے منھ اور دونوں ہاتھ پہونچوں تک کے عورۃ ہے نیز لونڈی اور حرہ کا سارا بدن اجنبی لوگوں کے پاس عورۃ ہے اور لونڈی و حرہ کا اپنے محارم یا عورتوں میں صرف ناف اور گھٹنوں کا درمیانی حصہ عورۃ ہے (محارم سے مراد وہ قرابتدار ہیں جنکے ساتھ عقد نکاح جائز نہیں) اور حرہ وہ آزاد عورت ہے جو کسی کی مملوکہ نہ ہو،،

سوال،، مسافر کو نفل نماز میں کیا کرنا جائز ہے؟

جواب،، مسافر کو نفل نماز میں پیادہ ہو یا سواری پر پڑھنا جائز ہے اگر سوار کسی مرقد میں ہو جیسے ہودج تو اوس پر استقبال قبلہ اور ارکان کو کامل طور پر ادا کرنا اگر آسان ہو تو واجب ہے ورنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت استقبال قبلہ واجب ہے (مرقد سے مراد ایسی نشست گاہ ہے جس میں لیٹ وغیرہ سکتے ہیں) اگر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی استقبال قبلہ میں صعوبت ہو تو اس وقت بھی استقبال لازم نہیں بلکہ اوس مسافر کا جو راستہ ہے وہی سمت بقیہ نماز کے لئے قبلہ ہے،، پس ایسی حالت میں دانستہ اور عمداً اپنے جانب مقصود سے پلٹنا حرام ہے اور اس انحراف سے نماز بھی باطل ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر قبلہ کی طرف پھر جائے تو مضائقہ نہیں نیز اگر اپنے جانب مقصود سے قبلہ کے سوائے دیگر جہات کی طرف بھول یا جہالت سے یا چوپایہ کے غلبہ سے انحراف ہو جائے اور تھوڑی ہی دیر میں جانب مقصود کی طرف لوٹ جائے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ البتہ اگر لوٹنے میں دیری ہو تو نماز باطل ہوگی،، اور جس سوار پر اپنی نماز کے ارکان تمام کرنا واجب نہیں تو اوس کو پیشانی اپنی سواری کی زین وغیرہ پر بحالت سجود رکھنا بھی لازم نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں سجود و رکوع اشارۃً ادا کرنا واجب ہے اور اگر ممکن ہو تو واجب ہے کہ سجود

ؔ جسم انسان کا وہ حصہ جسکا ستر واجب ہے اوس کو عورۃ کہتے ہیں۔

کے لئے رکوع سے قدرے زاید جھکے۔ اب رہا پیادہ تو اوس پر رکوع وسجود دونوں کو کامل طور پرادا کرنا اور ادن میں استقبال قبلہ بھی واجب ہے نیز تکبیر تحریمہ اور جلوس بین السجدتین کے وقت بھی اُس پر استقبال واجب ہے ،، صرف چلنے کی اجازت بحالتِ قیام واعتدال وتشہد اور سلام کے وقت ہے ،،

سوال ،، مسافر کو نفل نماز میں خواہ سوار ہو یا پیادہ کیا کرنا مشروط ہے ؟

جواب ،، سفر اور رفتار ان دونوں امور کا دوام وبرقرار رہنا مشروط ہے۔ اور بلا ضرورت افعالِ کثیرہ نہ کرنا اور نجاست کو عمداً نہ روندھنا (خواہ نجاست سوکھی اور تمام راستے پر منتشر کیوں نہ ہو) یہ امور بھی مشروط ہیں۔ البتہ اگر بھولے سے سوکھی نجاست کو کھندلدے تو مضائقہ نہیں۔ اب رہا پیادہ مسافر تو اِتنے تحفظ کا مکلف نہیں ہے ،،

سوال ،، جو مسافر کشتی میں سوار ہو اوس کو نفل نماز کس طرح ادا کرنا چاہئے ،،

جواب ،، کشتی کے سوار پر سوائے ملاح کے قبلے کا استقبال سب نفل نماز میں کرنا واجب ہے نیز نفل نماز کے جملہ ارکان کا اتمام بھی واجب ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو مطلقاً نفل کو ترک کر دینی چاہئے۔ کیونکہ ایسی صورت میں نوافل کی ادائی بغیر استقبال اور بغیر اتمام ارکان کے جائز نہیں۔ اس لئے کہ کشتی میں بیٹھنا اور گھر میں بیٹھنا بعینہ برابر ہے۔ اب رہا ملاح یعنی ناخدا اپنے مقصد کی جانب نفل ادا کر سکتا ہے اور اس پر استقبال قبلہ لازم نہیں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اگر آسانی سے استقبال ہو سکے تو کرلیوے اور نہ اوس پر اتمام ارکان لازم ہے خواہ سہولت سے اتمامِ ارکان ممکن کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر ملاح کو اس قسم کا مکلف کروانا جائے تو اوس کا کام معطل ہو جائے گا اِس لئے کہ رکوع اور سجود کو اشارۃً ادا کرلے ہ

فصل کیفیت نماز کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ کیفیت نماز واجب اور مسنون دونوں کو شامل ہے اور واجب دو قسموں پر منقسم ہے۔ ایک قسم وہ ہے جو ماہیت نماز میں داخل ہے اور اس کو رکن کہتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو ماہیتِ نماز سے خارج ہے جس کو نماز میں داخل ہونے سے پیشتر کیا جاتا ہے اور اختتامِ نماز تک باقی رہتی ہے اور اوس کو شرط کہتے ہیں۔ جیسے وضو نماز کے لئے ،، مسنون بھی دو قسموں پر منقسم ہے ایک قسم وہ ہے جس کا جبرِ نقصان سجدہ سہو سے ہوسکتا ہے اور اس کا نام بعض ہے۔ قسم دوم وہ ہے جس کا جبر نقصان سجدۂ سہو سے ہو نہیں سکتا اور اوس کا نام ھیئت ہے۔ بعض ارباب فن نے نماز کی تشبیہ انسان سے دی ہے۔ پس رکن مثل سر کے ہے اور شرط مثل حیات کے ہے اور بعض مثل اعضا کے اور ھیئت مثل بال کے ہے۔ سابق میں یہ بیان ہوچکا ہے کہ ارکان نماز تیرہ ہیں اب ہم ان میں سے ہر ایک کو بالترتیب اوس کے واجبات اور مسنونات و مایتعلق بہ کے ساتھ بیان کریں گے ۵

سوال ،، ارکانِ نماز میں رکن اوّل کیا ہے ؟

جواب ،، رکن اوّل دل سے نیت کرنا ہے بحالتِ غفلتِ دل اگر نیت کی جائے تو کافی نہیں۔ اگر نماز ظہر پڑھ رہا ہے اور زبان سے نیت کسی دیگر نماز کی کیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ پس اگر دل سے ظہر کی نیت کرے اور زبان سے نیت کسی دیگر نماز کی نکلے تو نیتِ قلبیہ کا ہی اعتبار ہے ،، واضح باد کہ نماز تین قسم کی ہوتی ہے (۱) فرض (۲) نفل مقید یعنی جو کسی وقت یا سبب کے ساتھ مقید ہو (۳) نفل مطلق پس نفل مطلق یا اوس نفل مقید میں جس سے محض ایجاد نماز مقصود ہو جیسے تحیۃ المسجد اور سنت الوضوء کہ اُن میں صرف فعل نماز کی نیت کرلینی کافی ہے مگر ایسے نمازوں کا صرف ذہن میں استحضار

کرلینا اُن کے اونکے ارادے کے ساتھ کافی نہیں ہے (بلکہ استحضار کے ساتھ قصد فعل یعنی اون کی ادائی کا ارادہ کرنا ضروری ہے) نیز نفل موقت اور اون نوافل میں جن کے لئے سبب ہو نفل نماز کی نیت کے ساتھ تعین بھی ضروری ہے مثلاً سنۃ الظہر القبلیۃ یا البعدیۃ کہکر تعین کرلیں اور مفروضہ صلوات میں نیت فعل کرنا اور اوس فرض کی تعیین کرنا مثلاً صبح یا ظہر وغیرہ جو نماز ہو اوس کا نام لینا اور فرضیت کی نیت کرنا ضروری ہے مثلاً اُصَلِّی فَرْضَ الظُّهْرِ کہا جائے تو یہ تینوں باتیں حاصل ہوجائیں گی اور رکعتوں کی تعداد نیت میں بیان کرنا مثلاً رکعتین یا اربع رکعات کہدینا اور رکعتوں کو خدا کی طرف منسوب کرنا یعنی لِلّٰہِ تَعَالیٰ کہدینا اور ادا یا قضاء کی تصریح کرنا مثلاً اداءً یا قضاءً کہنا اور مستقبلاً کہنا مستحب ہے البتہ نیت کی مقارنت تکبیر تحریمہ کے ساتھ واجب ہے یعنی نیت ختم ہوتے ہی اَللہُ اَکْبَرُ کہنا۔[۱]

سوال ،، ارکانِ نماز میں سے رکن دوم کیا ہے ؟

جواب ،، دوسرا رکن تکبیر تحریمہ ہے پس جو شخص زبان سے کہہ سکتا ہو اوس پر بالتعیین لازم ہے کہ اللہ اکبر کہے اگر لفظ جلالہ اور اکبر کے درمیان خدا کی وصف میں ایک اور لفظ کہدے مثلاً اَللّٰہُ الرَّحْمٰنُ اَکْبَرُ کہے یا دونوں کلموں کے درمیان کچھ تھوڑا سا سکوت بھی کرلے تو مضائقہ نہیں۔ اور جو شخص تکبیر تحریمہ عربی سے نہ کہہ سکتا ہو تو اوس پر جس زبان میں چاہے ترجمہ کرلینا واجب ہے لیکن اوس کو عربی سے سیکھ لینا بھی واجب ہے خواہ اوس کی تعلیم میں سفر اور خواہ سفر طویل کی ضرورت کیوں نہ لاحق ہو (اور زاد و راحلہ وغیرہ کی استطاعت جیسا کہ حج میں مشروط ہے موجود ہو تو بھی سیکھ لینا واجب ہے) اور نو مسلم کو

[۱] مثال کی طور پر ایک نیت درج کی جاتی ہے جو ان سب باتوں کو شامل ہے مثلاً ظہر کی نیت یوں ہے اُصَلِّی فَرْضَ الظُّهْرِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ اَدَاءً مُسْتَقْبِلاً مَامُوْمًا (یا اِمَامًا) لِلّٰہِ تَعَالیٰ (چار رکعت نماز فرض ظہر کی پڑھتا ہوں ادا قبلہ کی طرف منہ کرکے اقتدا کرکے (یا امام بنکر) اللہ تعالیٰ کے لئے)

تکبیر تحریمہ عربی سے سیکھنا اسلام کے ساتھ ہی واجب ہے اور دیگر مسلمانوں پر بربنائے قول ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تمیز کے بعد واجب ہے اور رملی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بلوغ سے۔ اگر یہ امید ہو کہ اندرونِ وقت تکبیر تحریمہ سیکھ لیگا تو نماز کو اوّل وقت سے ایسے وقت تک مؤخر کرنا واجب ہے جس میں صرف نماز اور اوس کے مقدمات ادا ہو سکیں پس جب وقت اتنا اخیر ہو جائے تو اوس وقت حسب حالتِ موجودہ نماز ادا کر لینا واجب ہے۔ اور تکبیر تحریمہ کو عربی سے سیکھ لینے کے بعد صرف اُنہی نمازوں کا اعادہ کرے جن میں سیکھنے کا موقع ملنے کے باوجود کوتاہی کر کے نہ سیکھا ہو۔ تکبیر تحریمہ کے جملہ حروف اگر شور نہ ہو یا بہرہ نہ ہو تو سننا بھی مشروط ہے ورنہ آواز اس قدر کرلے کہ اگر کسی قسم کا مانع نہ ہوتا تو الفاظ سنائی دیتے یہ قاعدہ جملہ قولی ارکان میں جاری ہوگا۔ البتہ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ نماز میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قولی سنتوں کا ثواب بھی اسی صورت میں حاصل ہوگا جبکہ وہ معہ شروط سابقہ اپنے نفس کو سنائی دیں،،

سوال،، ارکانِ نماز میں سے رکن سوم کیا ہے ؟

جواب،، رکن سوم قیام ہے یعنی جو شخص کھڑا رہ سکتا ہو اوس پر فرض نماز میں کھڑے رہنا واجب ہے۔ قیام کی شرط یہ ہے کہ دو نوں یا کسی ایک پیر پر اپنی پشت سیدھے کیا ہوا کھڑا رہے اگر کسی قدر ٹیڑھا بھی کھڑا رہے مگر اقرب الی القیام ہو تو مضائقہ نہیں لیکن انحناء میں رکوع سے قریب نہ ہو۔ اگر قیام نہیں ہو سکتا ہے تو منحنی کھڑا رہے اگر انحناء بھی نہ ہو سکے تو گھٹنوں کے بل کھڑا رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جس طرح چاہے بیٹھ سکتا ہے لیکن تربیع افتراش سے افضل ہے (تربیع چار زانو بیٹھنا افتراش دو زانو بیٹھنا) اور ایسی صورت میں رکوع اس طرح کرے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقام بیٹھنے کے محاذی ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ رکوع بھی محل سجود کے محاذی ہو۔ اور یہ رکوع و سجود محاذا میں قایم کئے رکوع کے برابر ہونا چاہیئے اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ سکتا ہے مگر سر کے

نیچے تکیہ وغیرہ دیکر بلند کر لینا واجب ہے تاکہ چہرے سے استقبالِ قبلہ ہو سکے۔ اور رکوع و سجود بھی کامل طور پر ادا نہ کر سکے تو سر کے اشارے سے کر لیوے لیکن سجود کے لئے سر کو بہ نسبت رکوع کے زیادہ جھکائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پلکوں سے اشارہ کر لے اگر اس سے بھی عاجز ہو تو دل پر ارکانِ فعلیہ کو جاری کرے اور اگر زبان بند ہو جائے تو ارکانِ قولیہ کو بھی دل ہی پر جاری کرے بہر حال جب تک عقل رہے نماز ساقط ہو نہیں سکتی جس طرح ممکن ہو ادا کرنا ضروری ہے نسأل اللہ المعونۃ اور بعد میں اُن نمازوں کا اعادہ واجب نہیں البتہ عدم قدرت و عاجزی اکراہ یعنی کسی کے مجبور کرنے سے ہوئی ہے تو ایسی صورت میں اعادہ واجب ہے کیونکہ نماز میں اکراہ بہت کم اور نادر الوقوع ہے ،،

سوال ،، کیا جو شخص قیام پر قادر ہو اوس کو بیٹھکر یا لیٹ کر نفل نماز ادا کرنا جائز ہے؟

جواب ،، ہاں باوجود قیام پر قادر ہونے کے نفل نماز بیٹھے ہوئے یا لیٹ کر ادا کرنا جائز ہے اور سید ہے بازو پر لیٹنا افضل ہے البتہ چت لیٹنا جائز نہیں اور قدرت ہو تو رکوع و سجود کے لئے بیٹھنا واجب ہے ان کو اشارۃً ادا نہ کرے بلکہ کامل طور پر ادا کئے جائیں۔ اور جو شخص باوجود قیام پر قادر ہونے کے نوافل بیٹھکر ادا کرے تو اوس کو کھڑے رہکر ادا کرنے والے کا نصف ثواب حاصل ہوگا۔ نیز جو شخص باوجود بیٹھکر ادا کر سکنے کے لیٹ کر ادا کرے تو اوس کو قاعد کا نصف ثواب ملے گا۔ اب رہا جو شخص عاجز ہو تو اوس کے بیٹھنے یا لیٹ نے سے ثواب میں کمی نہیں ہوگی واضح رہے کہ تفصیل مذکور آنحضرت صلعم کے سوائے دیگر مکلفین میں ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کا بیٹھکر یا لیٹ کر نوافل ادا فرمانا اجر میں قیام کے مساوی اس لئے ہے کہ یہ منجملہ آپ کی خصوصیات کے ہے ،،

سوال ،، ارکانِ نماز میں رکن چہارم کیا ہے ؟

جواب ،، رکن چہارم سورۂ فاتحہ پڑھنا ہے یعنی ہر رکعت کے قیام میں یا قیام کے بدلے اگر قیام پر قادر نہ ہو تو جو حالت ہو مثلاً بیٹھے ہوئے سورۂ فاتحہ پڑھنا سوائے مسبوق کی رکعت کے (مسبوق وہ شخص ہے جس کو اپنے امام کے قیام سے بقدر سورۂ فاتحہ کی قرأت کے مدت نہ ملے) اور بسم اللہ الرحمن الرحیم وسورۂ فاتحہ کے جملہ تشدیدات بھی سورۂ فاتحہ میں ہی شامل ہیں۔ کسی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا بھی درست نہیں خواہ اوس کے الفاظ بدلنے والا قادر ہو یا تعلیم نہیں پانے کی وجہ سے بدلے۔ نیز سورۂ فاتحہ کی آیتوں کو ترتیب سے پڑھنا اور کوئی ایسی غلطی جو مخل معنی ہو نہ ہونا اور سورۂ فاتحہ کی سب آیتوں کو پے در پے پڑھنا بھی مشروط ہے اگر اثنائے قرأت میں دانستہ سکوت طویل کرے یا تھوڑی ہی دیر قطع قرأت کے ارادے سے سکوت کرے تو سورۂ فاتحہ منقطع ہو جائے گی۔ نیز اثنائے قرأت میں اگر ذکر کردے تب بھی انقطاع ہو جائیگا۔ البتہ اگر جہالت سے یا بھول کر کیا ہے تو نہیں۔ یا اگر کوئی ذکر نماز میں مسنون ہو جیسے قرأتِ امام کے بعد آمین کہنا یا امام قرأت میں رُک جائے تو لقمہ دینا تو اس سے انقطاع قرأت نہیں ہوگا۔

سوال ،، ارکانِ نماز میں سے رکن پنجم کیا ہے ؟

جواب ،، رکنِ پنجم رکوع ہے۔ کمتر رکوع یہ ہے کہ بغیر انخناس کے اتنا خم ہووے کہ اوس کی ہتیلیاں گھٹنوں کو اگر چھونا چاہے تو یقیناً پہونچ سکیں جبکہ رکوع کرنے والا معتدل خلقت اور ٹھیک وضع وتراش کا ہو (انخناس کہتے ہیں پیٹھ دبا کر سینہ نکالنے کو) اور رکوع کی شرط یہ ہے کہ اوس میں یقینی طمانینۃ ہو اور طمانینت سے مراد یہ ہے کہ دو حرکتوں کے درمیان اس قدر سکون ہو کہ ہر عضو بقدر سبحان اللہ کہنے کے اپنی جگہ پر مستقر رہے رکوع کرنے میں کوئی دوسرا ارادہ نہ ہو مثلاً اگر تلاوت کی غرض سے جھک کر رکوع کا ارادہ کرلے تو کافی نہیں ،، جبکہ اوس کے قریب قرآنی آیات آویزاں ہوں تو ،،

سوال ،، رکن ششم کیا ہے ؟

جواب ،، رکن ششم اعتدال ہے یعنی رکوع کے بعد راکع رکوع کرنے سے پیشتر جس حالت میں تھا اوس حالت پر لوٹ جائے۔ رکوع میں بھی یقینی طمانیت اور اعتدال سے صرف کوئی دوسرا قصد نہ ہونا بھی مشروط ہے۔ پس اگر کسی شئے کے خوف سے اٹھ جائے تو کافی نہیں نیز اعتدال میں جو سورۂ فاتحہ کی مقدار تک دعا کرنا مشروع ہے اوس سے زاید حرمت کو جان بوجھ کر طول دینا بھی ممنوع ہے ،،

سوال ،، رکن ہفتم کیا ہے ؟

جواب ،، رکن ہفتم ہر رکعت میں دو دفعہ سجدہ کرنا ہے کمتر سجدہ یہ ہے کہ پیشانی کا کچھ حصہ یا اوس کے چند بال اپنے مصلی پر رکھے لیکن اتنے حصے کو کھلا رکھنا واجب ہے البتہ اگر پیشانی وغیرہ پر کسی زخم کی وجہ سے پٹی لگا لیا ہے اور اس کے نکالنے میں تیمم کے محذورات کا خوف ہو تو ایسی صورت میں اُس پر سجدہ کر سکتا ہے اور اوس پر اعادہ نہیں (محذورات تیمم وہ ہیں جن کی وجہ سے تیمم جائز ہو جائے) اور اگر اوس پٹی کے نیچے غیر معفو نجاست ہو تو نماز کا اعادہ لازم ہے۔ سجدے میں بھی یقینی طمانیت اور مصلے پر گھٹنوں اور ہتیلیوں اور پیر کی انگلیوں کا کچھ تحتانی حصہ رکھنا مشروط ہے اگرچیکہ وہ حصہ مستور کیوں نہ ہو اور خواہ اوس پر تحامل بھی نہ ہوا ہو (تحامل سے مراد بوجھ ڈالدینا ہے) اور ان چھ اعضائے سجود پر تحامل کرنا اور گھٹنوں کے سوائے اون کو کھلے رکھنا مسنون ہے اور گھٹنوں کو کھلا رکھنا مکروہ ہے لیکن گھٹنوں کا وہ حصہ جس کا ستر کرنا عورۃ کے ساتھ واجب ہے اوس واجب الستر حصے کا کشف حرام ہے اور سر کا بوجھ ڈالدینا اور صرف کسی دوسری غرض سے نہ جھکنا بھی مشروط ہے۔ بالفرض اگر اپنے سر کے بل گر جائے تو پھر اعتدال کے لئے عود کرنا واجب ہے۔ اور سجدے میں نچلے حصۂ بدن کو اوپری حصے سے اونچا رکھنا بھی مشروط ہے۔ نیز کسی ایسی شئے پر بھی سجدہ نہ کرنا مشروط ہے جو سجدہ کرنیوالے

کے بدن پر محمول ہو اور اوس کے حرکت کرنے سے وہ بھی حرکت کرتی ہو البتہ اگر ہاتھ میں ہو تو مضائقہ نہیں ۵

سوال ،، رکن ہشتم کیا ہے ؟

جواب ،، رکن ہشتم جلوس بین السجدتین ہے یعنی ہر دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اس میں بھی طمانیت کی شرط ہے اور اوس کے مقررہ اور مشروع ذکر سے جو بقدر اقل تشہد کے ہے عمداً حرمت کو جان کر زیادتی نہ کرنا بھی مشروط ہے اور سجدے سے سر اٹھانے میں جلوس بین السجدتین کے سوائے کوئی دیگر قصد نہ ہو مثلاً اگر کسی شئے کے خوف سے سر اٹھالے تو کافی نہیں ،،

سوال ،، رکن نہم کیا ہے ؟

جواب ،، رکن نہم تشہد اخیر ہے اور اقل تشہد یہ ہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ سَلَامٌ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۵ ،،لیکن تشہد میں موالات اور بزبان عربی ہونا بھی مشروط ہے ،،

سوال ،، رکن دہم کیا ہے ؟

جواب ،، رکن دہم تشہد اخیر میں قدرت والے کا بیٹھنا ہے چونکہ قعدہ تشہد اخیر کا محل ہے اس لئے اس کا وجوب بھی تشہد اخیر کے بعد ہی ہے ،،

سوال ،، رکن یازدہم کیا ہے ؟

جواب ،، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تشہد اخیر کے بعد بحالت قعود درود بھیجنا ۔ اور اقل درود یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ یا صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ ۵ اور تشہد کامل اور درود کامل یہ ہے

تشہد ،، اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ

اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ ۝

درود ،، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

ترجمہ تشہد ،، تمام مبارک پاکیزہ عمدہ تحفے اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔ سلام ہم پر اور خدا کے نیک بندوں پر۔ گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی لائق عبادت پروردگار کے سوائے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت) محمد صلعم خدا کے رسول ہیں۔

ترجمہ درود ،، اے خدا درود بھیج ہمارے سردار (حضرت) محمد پر جو تیرے بندے اور رسول نبی امی ہیں۔ اور ہمارے سردار حضرت محمد کی آل اور زوجات و ذریات پر جیسا کہ تو نے درود بھیجی ہے ہمارے سردار (حضرت) ابراہیم پر اور ہمارے سردار حضرت ابراہیم کی آل پر اور برکت دے ہمارے سردار حضرت محمد پر جو تیرے بندے اور رسول نبی امی ہیں اور ہمارے سردار حضرت محمد کی آل اور زوجات و ذریات پر جیسا کہ تو نے برکت دی ہمارے سردار حضرت ابراہیم پر اور ہمارے سردار حضرت ابراہیم کی آل پر یہ ہمیشہ تمام جہان میں قایم رکھ (ہمدا وندا) بیشک تو ستودہ اور بزرگ ہے،،

سوال ،، رکن دوازدہم کیا ہے؟

جواب ،، رکن دوازدہم بیٹھکر پہلا سلام کہنا ہے اور اقل سلام اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ایک دفعہ کہنا ہے اگر بجائے اس کے عَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہا جائے تو مع الکراہت جائز ہے

اور کامل سلام یہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ دونوں جانب اس قدر التفات کرکے کہے کہ پیچھے والوں کو اوس کے رُخسار دکھائی دیں ،،

سوال ،، رکن سیزدہم کیا ہے ؟

جواب ،، رکن سیزدہم یہ ہے کہ ارکانِ مذکورہ کو بالترتیب ادا کرے پس اگر عمداً ترکِ ترتیب کرے مثلاً رکوع سے پیشتر سجدہ کردے تو نماز باطل ہوجائے گی اور اگر ترک ترتیب سہواً ہوجائے تو متروک کے بعد جو کچھ ادائی ہوئی ہے وہ لغو ہوگی پس اگر دوسری رکعت میں متروک کے مثل کو ادا کرنے سے پیشتر یاد آجائے تو فوراً متروک کو ادا کردیا جائے ۔ اور اگر دوسری رکعت میں مثل متروک ادا کردینے تک یاد نہ آئے تو دوسری رکعت میں جو مثل ادا کیا ہے وہی متروک کے قایم مقام ہوجائیگا اور اوس کے درمیان جو کچھ ادائی ہوئی ہے وہ لغو ہوگی ۔ اور بقیہ نماز کو ادا کردیوے البتہ اگر یہ تجویز کرلے کہ خاص نیت یا تکبیر تحریمہ کو ترک کیا ہے تو ایسی صورت میں نماز باطل ہوجائے گی ابن حجرؒ کے پاس تو اس صورت میں بطلان کے لئے کسی رکن کا گذرنا یا طول مشروط نہیں ہے کیونکہ یہاں ترک کا یقین ہونے کے علاوہ تجویز مذکور کا بھی انضمام ہے ظاہر ہے کہ مجرد شک سے تو یہ اقوی ہے ۔ لیکن رملیؒ نے ابن حجرؒ کے اس عدمِ اشتراط میں خلاف کی ہے ۔ نیز مُصلّی کو اگر آخر نماز میں یہ شک یا یقین ہو کہ اوس نے رکعتِ اَخیر سے ایک سجدہ ترک کیا ہے تو سجدہ کرلے اور بعد ازاں تشہد کا اعادہ کرے یا رکعتِ اَخیر سے نہیں بلکہ کسی دوسری رکعت سے ترک کیا ہے یا شک ہو اور نہ معلوم ہوسکے کہ کس رکعت سے ترک کیا ہے تو ایسی صورت میں ایک رکعت ادا کرلے ۔ اور اگر رکعت ثانیہ کے لئے اُٹھ چکا ہے اس حالت میں کہ پہلی رکعت سے ایک سجدہ ترک کیا ہے یا شک ہو تو اگر قبل قیام بیٹھ گیا ہے خواہ جلسۂ استراحت کے لئے کیوں نہ ہو فوراً سجدے کے لئے سرنگوں ہوجائے اور اگر بیٹھا نہیں ہے تو پہلے اطمینان سے بیٹھے

اور بعد ازاں سجدہ کرے ،،

سوال ،، جس شخص کو سلام کے بعد یہ یقین یا شک ہو کہ اوس نے ایک رکن کو ترک کیا ہے تو اوس کو کیا کرنا چاہیئے ؟

جواب ،، اگر سلام کے بعد اوس کو یقیناً یاد آجائے کہ اوس نے ایک رکن ترک کیا ہے اور وہ رکن نیت یا تکبیر احرام ہے تو نماز کا انعقاد ہی نہیں ہو گا۔ اور اگر کوئی دوسرا رکن ہے اور فاصلہ بھی عرفاً قریب ہو یعنی اتنا ہو کہ جلد ہی سے اتنے فاصلے میں دو رکعت نہیں پڑھے جا سکتے ہیں اور کوئی منافی نماز کا ارتکاب بھی نہیں کیا ہے مثلاً نجاست غیر معفو کو نہیں چھویا ہے تو ایسی صورت میں جو رکن ترک کیا تھا اوسی سے شروع کرکے نماز ختم کردے۔ خواہ تھوڑی سی دیر استدبار قبلہ بھی ہو جائے یا اتنی گفتگو کرے جو باعتبار عرف قلیل سمجھی جاتی ہے تو مضائقہ نہیں ،، عرفاً چھ کلمے اور اس سے کم قلیل سمجھے جاتے ہیں۔ اور اگر منافی نماز کا ارتکاب کر لیا ہے یا باعتبار عرف کے فاصلہ بہت ہو چکا ہے تو نماز کو از سر نو پڑھے ۔ سلام پھیر دینے کے بعد اگر یہ شک ہو کہ کسی رکن کو سوائے تکبیر تحریمہ اور نیت کے ترک کیا ہے تو حرج نہیں۔ البتہ نیت یا تکبیر احرام ہو تو اعادہ لازم ہے۔ کیوں کہ ان ہر دو کے شک سے اصل انعقاد نماز میں شک ہو گا۔ لیکن اگر یہ یاد آجائے کہ مشکوک فیہ نیت یا تکبیر تحریمہ کو ادا کر چکا تھا تو اعادہ لازم نہیں ہو گا خواہ ایک مدت کے بعد یاد کیوں نہ آئے ،،

فصل اُن سنتوں کے بیان میں جو نماز میں مطلوب ہیں

سوال ،، کونسی سنتیں نماز میں مطلوب ہیں ؟

جواب ،، دو قسم کی سنتیں نماز میں مطلوب ہیں ایک ابعاض یعنی جن کا جبر نقصان سجدۂ سہو سے ہوتا ہے دوسری ھئیات یعنی جن کا جبر نقصان سجدۂ سہو سے نہیں ہو سکتا ہے

چنانچہ سابق میں اس کا ذکر ہو چکا ہے ،،

سوال ،، ابعاض نماز کتنے ہیں ؟

جواب ،، بیس (۲۰) ہیں (۱) دعائے قنوت نماز صبح کی رکعت ثانی کے اعتدال میں اور ماہِ صیام کے نصف اخیر سے وتر کی اخیر رکعت میں ،، دعائے قنوت یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ ؕ

ترجمہ ،، خدایا ہدایت دے مجھے اون لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے ہدایت دی ہے اور عافیت دے مجھے اون لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے عافیت دی ہے اور میرا والی بنا رہ اون لوگوں کے ساتھ جن کا تو والی ہے اور برکت دے مجھے اُس شئے میں جو تو نے عطا کی ہے اور بچا مجھے اوس چیز کے شر سے جس کو تو نے مقدر کی ہے کیونکہ تو ہی حکم جاری کرتا ہے اور تجھ پر کوئی حکم جاری نہیں کیا جاتا ۔ یقیناً جس کو تو نے عزت دی ہے وہ ذلیل نہیں ہوتا اور نہ وہ عزت پا سکتا ہے جس کا تو دشمن ہوا بلند و برتر ہے تو ہمارے پروردگار میں تیرے ہی لئے تعریف ہے تیرے جاری کردہ حکم پر تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد صلعم پر اور آپ کے آل و اصحاب پر اور سلام بھیجے ،، امام ہو تو صیغہ واحد کی بجائے جمع کا صیغہ کہے مثلاً اھدنی کی بجائے اھدنا اور استغفرک کے بجائے نستغفرک کہا جائے ،، (۲) قیام دعائے قنوت کے لئے (۳) آنحضرت صلعم پر قنوت میں درود بھیجنا (۴) قیام برائے درود (۵) آنحضرت صلعم پر قنوت میں سلام بھیجنا (۶)

قیام برائے سلام (۷) آل پر قنوت میں درود بھیجنا (۸) اوس کے لئے قیام (۹) آل پر سلام بھیجنا قنوت میں (۱۰) اوس کا قیام (۱۱) اصحاب پر قنوت میں درود بھیجنا (۱۲) اور اوس کے لئے قیام (۱۳) صحابہ پر قنوت میں سلام بھیجنا (۱۴) اور اوس کے لئے قیام (۱۵) تشہد اوّل (۱۶) اور اوس کے لئے بیٹھنا (۱۷) آنحضرت صلعم پر تشہد اوّل میں درود پڑھنا (۱۸) اور اوس کے لئے بیٹھنا (۱۹) آل پر تشہد اخیر میں درود بھیجنا (۲۰) اور اوس کے لئے بیٹھنا،،

سوال،، ھئیات نماز کتنے ہیں؟

جواب،، سولہ ہیں،، رفع یدین کرنا تکبیر تحریمہ اور رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت اور تشہد اوّل سے اٹھتے وقت اور دایاں ہاتھ بائیں پر سینے کے نیچے ناف سے اوپر باندھنا اور دعائے افتتاح کو تکبیر تحریمہ کے بعد اور تعوذ سے پیشتر پڑھنا۔ افضل دعائے افتتاح یہ ہے وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ؎

ترجمہ،، متوجہ کیا میں اپنے چہرے کو اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کی۔ کیا میں اس طرح ایک خدا کا ہو کر مسلمان بنکر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں یقیناً میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے واسطے ہے جو ساری جہان کا پروردگار ہے نہیں کوئی ساجھی اوس کا۔ اور یہی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں،،

اور پہلی رکعت میں تعوذ کو دعائے افتتاح کے بعد اور قراءت سے پہلے پڑھا جائے اور دیگر رکعتوں میں قراءت سے پیشتر پڑھنی چاہئے۔ رکعت اولی میں تعوذ پڑھنے کے لئے تاکید اکد ہے اور افضل تعوذ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہے۔ جہری نمازوں میں

قراءت جہر سے پڑھنا اور سری نمازوں میں آہستہ پڑھنا بھی منجملہ ھئیات کے ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا اور سورۂ فاتحہ کے بعد دیگر سورۃ کا پڑھنا جہاں مسنون ہے وہاں پڑھنا (یعنی جملہ مفروضہ نمازوں کے ابتدائی دو رکعتوں میں) اور ہر خفض و رافع (جھکنے اور اٹھنے) کے وقت تکبیر کہنا اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اور سیدھا کھڑے رہے وقت یا سیدھے بیٹھے وقت رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا اور رکوع و سجود میں تسبیح پڑھنا (رکوع کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ ہے اور سجدے کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ ہے) اور ہر دو تشہد میں دونوں ہاتھ زانو پر رکھنا اس طرح کہ بایاں ہاتھ کھلا رہے اور دایاں ہاتھ بند رہے۔ البتہ کلمہ کی انگلی کھلی رکھکر اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے وقت قبلے کی طرف سیدھی کھڑی کر دینا اور نماز کے سب قعدوں میں افتراش سے بیٹھنا اور جلسۂ اخیر میں تورک کر کے بیٹھنا (افتراش یعنی بایاں پیر بچھاکر اوس پر بیٹھنا تورک بائیں سرین پر بیٹھکر بایاں پیر دائیں پیر کے نیچے سے نکالنا) دوسرا سلام پھیرنا۔ الحاصل یہ سب امور ھئیات نماز ہیں ؎

فصل سکتات نماز کے بیان میں ان کا شمار بھی ھئیات میں ہے

سوال،، نماز میں کتنے سکتے مسنون ہیں؟

جواب،، چھے ہیں تکبیر تحریمہ اور دعائے افتتاح کے درمیان اور دعائے افتتاح اور تعوذ کے درمیان اور تعوذ اور تسمیہ کے درمیان۔ اور اختتام سورۂ فاتحہ و آمین کے درمیان اور آمین و دیگر سورت کے درمیان۔ اور سورہ و تکبیر رکوع کے درمیان لیکن یہ سکتے نہایت ہی لطیف بقدر سُبْحَانَ اللّٰہِ ہونی چاہیئے۔ البتہ جو سکتہ آمین اور سورے کے درمیان کیا جائے گا اوس کو جہری نماز میں امام اتنا طول دیوے کہ

ماموم سورۂ فاتحہ پڑھ لے سکے ؂

فصل مبطلات نماز کے بیان میں

سوال ؂ نماز کو باطل کرنے والی چیزیں کتنی ہیں ؟

جواب ؂ سولہ (۱۶) چیزیں نماز کو باطل کرتی ہیں۔ حدث اصغر اور حدث اکبر خواہ عمداً ہو یا سہواً۔ نجاست غیر معفو کا واقع ہونا اگر اوس کو بغیر اٹھائے کے فوراً نہ نکال دیا جائے۔ عورۃ کا منکشف ہوجانا اگر فوراً ستر نہ کیا جائے۔ ایک یا دو حرف مفہم یا ممدود زبان سے عمداً کہنا۔ دانستہ جان کر روزہ توڑنے والی چیز کا استعمال کرنا۔ بہت سا کھانا بھولکر کھالینا۔ تین حرکات پے درپے کرنا خواہ سہواً کیون نہ ہو کودنا۔ زور سے مارنا۔ کسی فعلی رکن کو عمداً زاید کرنا۔ کسی رکن کو خواہ قولی کیون نہ ہو عمداً ترک کرنا۔ دو فعلی رکن میں امام سے بڑھجانا یا بلا عذر دو رکن فعلی میں امام سے پیچھے ہوجانا۔ نماز توڑنے کا ارادہ کرنا نماز کا توڑنا کسی چیز پر موقوف رکھنا۔ نماز کے توڑنے میں پس وپیش کرنا نیت یا تکبیر تحریمہ مین شک کرنا۔ خواہ کسی رکن قولی یا فعلی کے گذرنے کے بعد یا طویل زمانہ گذرنے کے بعد شک ہوا گرچیکہ کوئی رکن نگذرا ہو۔ یا تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے مگر بوقت شک پڑہی ہوئی قراءت کا اعادہ نہیں کیا ہے اگرچیکہ اوس کے ساتھ کوئی رکن تمام نہوا ہو۔ طول کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ اس قدر ہو کہ اوس میں ایک طمانیت یا اوس سے زایدادا ہوسکے۔ اور تھوڑی دیر سے مراد یہ ہے کہ اس میں طول کے اتنی گنجایش نہو مثلاً کچھ کھٹکا دل میں ہوا اور فوراً نکل گیا ۵

فصل مکروہات نماز کے بیان میں

سوال ؂ نماز کے مکروہات کیا ہیں ؟

سوال،، ہر مصلّی کو نماز میں منہ پھیر کر ادہر ادہر بلا ضرورت دیکھنا مکروہ ہے البتہ اگر منہ کے ساتھ سینہ بھی پھیر دے تو نماز باطل ہوجائے گی۔ اور مکروہ ہے آسمان کی طرف دیکھنا سر کے بالوں کو ڈھیلا بنانا یا کپڑے کو اکٹھا کرنا مثلاً آستین چڑھانا اور منہ پر ہاتھ بلا ضرورت رکھنا۔ سلام پھیرنے سے پیشتر پیشانی کی گرد چھڑانا البتہ سلام کے بعد چھڑانا مسنون ہے۔ کنکریوں کو سجدے کی جگہ سے ہٹانا۔ ایک پیر پر کھڑا رہنا۔ پیروں کو آگے پیچھے رکھنا یا دونوں پیر ملا کر کھڑے رہنا۔ پیشاب پاخانہ یا ہوا روکے ہوئے نماز پڑھنا اگر وقت کی گنجایش ہو تو۔ اور کھانے کی رغبت کے با وجود خواہ کھانا موجود ہو یا کچھ دیر سے موجود ہوگا اور وقت کی گنجایش ہو تو اوس کے کھائے بغیر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ نماز میں سیدہے جانب یا آگے اگر مسجد نہ ہو تو تھوکنا بھی مکروہ ہے۔ اور مسجد میں تھوکنا مطلقاً حرام۔ بلا ضرورت کمر پر ہاتھ رکھنا۔ رکوع میں سر کو پشت سے اونچا نیچا کر دینا خواہ زیادہ نہ ہو یا ایسی چیز کا ٹیکا لینا یا اوس پر بوجھ ڈالنا جس کے گرنے سے خود بھی گر جائے گا تو بھی کراہت ہے ورنہ اگر زمین سے پیروں کو اٹھا سکے تو نماز باطل ہوجائے گی۔ کیونکہ ایسی صورت میں یہ مُعلق ہے قایم نہیں۔ اور جلسۂ استراحت میں جلوس بین السجدتین کی اقل مقدار سے زیادہ بیٹھنا۔ اور تشہد اوّل کو دراز کرنا۔ اُس میں دعا پڑھنا اور تشہد اخیر میں دعا نہ پڑھنا۔ اور نماز کے افعال و اقوال میں امام کی مقارنت کرنا یعنی اوس کے بالکل ساتھ رہنا۔ البتہ اگر تکبیر تحریمہ میں امام کی مقارنت کرے تو نماز باطل ہوجائے گی اور قرآت سریہ کو جہر سے اور جہریہ کو سر سے پڑھنا یا امام کے پیچھے جہر سے پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ اب رہا جہاں جہر سے خواہ نماز میں ہو یا خارج از نماز دیگروں پر سخت تشویش ہوتی ہے تو بلا عذر جہر کرنا حرام ہے۔ اور جس پر تشویش ہوا اوسی کا قول معتبر ہوگا خواہ وہ فاسق کیوں نہ ہو اس لئے کہ تشویش کا پتہ اوسی سے چلیگا۔ نیز ہر بلا

(کوڑا ڈالنے کی جگہ) اور مجزرہ یعنی کمیلے میں اور راستوں میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ راستہ آبادی میں ہو یا صحرا میں لوگ چلتے وقت یا چلنے کے احتمال پر کراہت ہی ہے اور ندی میں بھی جبکہ رود آب کی توقع ہو۔ اور کنیسہ وبیعہ یعنی یہود و نصاری کی عبادت گاہوں میں مقبرے میں حمام میں اور اونٹوں کو باندھنے کی جگہ یا کعبۃ اللہ شریفہ کی سطح پر بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یا ایسے کپڑے کی طرف جس میں تصاویر ہوں یا دیگر لوٹنیاں ہیں ڈالنی والی چیز یا تصویروں کا کپڑا پہن کر یا تصویروں کے کپڑے کے اوپر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ یا مرد آدمی کا ڈھاٹہ لگانا۔ اور عورتوں کا تنقب یعنی چہرے کو ڈھانکنا۔ یا گھری نیند آجائے اور وقت کی گنجائش ہونے پر اس خیال سے سو جائے کہ نماز کو اندرون وقت بیدار ہو کر یا اتمام ادا کرے گا تو بھی مکروہ ہی ہے۔ اگر وقت کی گنجائش وغیرہ نہ ہونے کے باوجود سو جائے تو حرام ہے نیز غیض وغضب کے غلبہ کے وقت بھی نماز پڑھنے میں کراہت ہے،،

فصل سُترۃُ المُصلّی کے بیان میں

سوال ،، سترۃ المصلی کا کیا حکم ہے ؟

جواب ،، سترۃ المصلی یعنی نمازی جس چیز کو آڑ رکھے گا اوس کو کہتے ہیں اور اُس کا حکم یہ ہے کہ وہ مسنون ہے پس ہر نمازی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ کسی ایسی دیوار وغیرہ کی طرف متوجہ ہووے جو کم از کم سولہ انگل ہو۔ اگر چہ اس سترے کیلئے چوڑائی نہ ہو اور نمازی اور ساتر کے درمیان تین ہاتھ یا اس سے کمتر فاصلہ ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو لکڑی وغیرہ گاڑ کر اوس کی طرف متوجہ ہو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مصلی بچھالے اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آگے لانبی یا آڑی لکیر کھینچ لیوے لیکن لانبی لکیر کھینچنا اولی ہے مگر مصلی یا لکیر جو بھی ہو وہ تہائی ذراع (یعنی سولہ انگل) ہونا ضروری ہے

اور نمازی کے پیروں سے لیکر مصلیٰ یا لکیر کے اوپر کے کنارے تک تین ہاتھ سے زاید فاصلہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ اور جو مدارج بیان کئے گئے ہیں اُن میں سے بلحاظ مراتب کسی ایک کو چھوڑکر دوسرے مرتبے سے کام لیوے تو وہ کالعدم ہوگا مثلاً لکڑی رہتے ہوئے لکیر سے کام لیوے تو کالعدم ہے اور نماز پڑھنے والا جبکہ کسی قسم کا معتبر سترہ کرلیوے تو اوس کے لئے مسنون ہے کہ جو شخص اوس کے اور سترے درمیان سے گذرنا چاہے اوس کو روکدے اور ایسی صورت میں گذرنا حرام ہے۔ البتہ اگر بیچ راستے میں یا اگلی صف میں اپنے آگے جگہ چھوڑکر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں اوس خالی جگہ پر سے گذرنا حرام نہیں ہے

فصل سجدۂ سہو و ما یتعلق بہ کے بیان میں

سوال ،، سجدۂ سہو کا کیا حکم ہے ؟

جواب ،، حکم اوس کا یہ ہے کہ پانچ سبب میں سے کوئی ایک سبب پایا جانے پر سجدۂ سہو کرنا مسنون ہے۔

سوال ،، اُن پانچوں اسباب میں سے پہلا سبب کیا ہے ؟

جواب ،، پہلا سبب یہ ہے کہ نماز کے ابعاض میں سے کسی ایک بعض یا بعض کے بعض کو چھوڑدیں جیسے ایک کلمہ یا ایک حرف کو تشہد اول میں سے یا دعائے قنوت میں سے خواہ نماز صبح میں ہو یا ماہ صیام کے نصف اخیر کی وتر سے چھوڑدیا جائے یا آنحضرت صلعم پر تشہد اول یا دعائے قنوت میں درود نہ پڑھے۔ یا تشہد اخیر میں آل پر درود نہ بھیجے تو ان صورتوں میں سجدۂ سہو کرنا مسنون ہے ،، اگر امام یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) تشہد اول کو بھول جائے اور سیدھے کھڑے ہوجانے کے بعد یاد آجائے تو پھر تشہد اول کے لئے عود نہ کرے۔ اگر عمداً حرمت کو جان کر لوٹے تو نماز باطل ہوجائیگی

البتہ اگر جہالت سے یا بھول کر عود کرے تو نماز باطل نہیں ہو گی مگر سجدۂ سہو کر لے،،
اب رہا مقتدی اگر کھڑا ہو جائے اور اوس کا امام تشہد کے لئے بیٹھ گیا ہے تو پس اگر یہ
بھولے سے کیا ہے تو اوس کا فعل غیر معتد بہ ہوگا لیکن اگر مفارقت کی نیت نہیں کیا ہے
اور امام کے قیام کرنے سے پیشتر یاد آجائے تو امام کی اتباع کے لئے عود کرنا واجب ہے
ورنہ واجب نہیں اور جس صورت میں عود کرنا واجب ہو اوس میں اگر عمداً نہ لوٹے تو نماز
باطل ہو گی اور اگر امام تشہد کے لئے بیٹھنے کے باوجود مقتدی عمداً کھڑا ہو جائے تو ایسی
صورت میں اوس کو تشہد کے لئے عود کرنا مسنون ہے اگر منفرد یا امام تشہد اوّل کو ترک
کر کے سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے یاد کرلیں تو لوٹنا سنت ہے،، اور مقتدی کو
امام کی اتباع کے لئے لوٹنا (بربنائے اختلاف روایات) واجب یا مسنون ہے کما تقدم
اور اگر منفرد یا امام تشہد اوّل کو عمداً چھوڑ دے اور پھر جان کر قیام سے زیادہ تر قریب
ہونے کے بعد لوٹے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ نیز اگر منفرد یا امام دعائے قنوت کو
بھول جائے اور پیشانی کو زمین پر رکھنے کے بعد یاد ہو تو اوس کی ادائی کے لئے
نہ لوٹے اگر رکوع کی حد تک ہی پہونچنے میں یاد آجائے تو لوٹ کر اوس کو ادا کر لے
اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر امام دعائے قنوت کے لئے ٹھہر جائے اور مقتدی
سجدے میں چلا جائے تو پس اگر بھول کر سجدے میں گیا ہے تو اوس کا فعل غیر معتد ہوگا
اور مفارقت کی نیت نہیں کیا ہے تو امام کی اتباع کے لئے لوٹنا واجب ہے۔ مگر
رملیؒ کے پاس شرط یہ ہے کہ امام سجدے میں نہ گیا ہو اور ابن حجرؒ کے پاس لوٹنا واجب ہے
اگرچہ مفارقت کی نیت کیا ہو یا امام سجدے میں پہونچ گیا ہو دونوں صورتوں میں
لوٹنا واجب ہے۔ اور اگر مقتدی سجدے میں عمداً چلا گیا ہے تو شیخین کے پاس مقتدی
کو عود کرنا مسنون ہے،،

سوال،، دوسرا سبب کیا ہے؟

جواب ،، سبب دوم یہ ہے کہ نماز میں کوئی ایسا فعل کرنا جس کا سہواً کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا اور عمداً کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے جیسے بھول کر تھوڑی بات کرنا یا بھول کر ذرا سا کھا لینا ۔ یا بھول کر کسی رکن فعلی کو زاید کرنا جیسے رکوع پس ایسی صورت میں نماز باطل نہیں ہوگی سجدۂ سہو کرے ۔ اور اگر کوئی ایسا فعل کرے جس کا سہواً یا عمداً کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا ہے جیسے التفات کرنا یعنی منہ پھیر کر دیکھنا یا ایک دو قدم چلنا تو ایسی صورت میں سجدہ سہو نہ کرے ،،

سوال ،، تیسرا سبب کیا ہے ؟

جواب ،، تیسرا سبب یہ ہے کہ کسی معین بعض کے ترک کرنے میں شک ہو جیسے دعائے قنوت تو ایسی صورت میں سجدہ سہو کرے کیونکہ اس کا اصل عدم فعل ہے ،،

سوال ،، سبب چہارم کیا ہے ؟

جواب ،، چوتھا سبب یہ ہے کہ کسی ایسے مطلوب قولی کو اوس کے غیر محل میں ادا کرنا جس کا بے محل لانا نماز کو باطل نہ کرتا ہو مثلاً سورۂ فاتحہ یا دیگر سورت کو رکوع یا جلوس تشہد میں پڑھنا ۔ یا تشہد اوّل یا ثانی کو قیام یا جلوس بین السجدتین میں لانا ۔ یا آنحضرت صلعم پہ رکوع میں درود پڑھنا ۔ پس ان صورتوں میں سجدۂ سہو کرلے اگرچیکہ ان کے عمداً کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے بلکہ ان کا عمداً یا سہواً کرنا مساوی ہے پس یہ مستثنٰے ہے اوس قاعدے سے کہ جس کا عمداً کرنا مبطل نماز نہ ہو تو اوس کے سہو یا عمد کے لئے سجدہ نہیں ہے ،،

سوال ،، سبب پنجم کیا ہے ؟

جواب ،، سبب پنجم یہ ہے کہ کسی رکن فعلی کو ادا کرتے وقت اوسکی زیادتی کے متعلق تردد و شک کرکے ادا کرنا ۔ پس اگر کسی رکعت یا رکوع یا سجود کے ترک کرنے کا شک ہو تو اوس کا ادا کرنا واجب ہے اور اخیر میں سجدہ سہو کرلے اگرچیکہ سلام سے پیشتر

شک زائل ہو جائے۔ البتہ اگر تردّد قبل ایسے مشکوک فیہ کے جو زیادتی کا احتمال رکھے
لانے سے پہلے زائل ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ پس اگر یہ شک ہو کہ رکعت تین
ادا کیا ہے یا چار تو اقل تعداد پر بنا کرنا لازم ہے۔ اور اگر شک اخیر رکعت کے سوائے
دیگر رکعتوں میں ہی زائل ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے البتہ اگر رکعت اخیر میں شک
دور ہوا ہے تو سجدہ سہو لازم ہے۔ نیز مقتدی اپنے امام یا اپنے امام کا امام سہو کرنے پر
سجدہ سہو کرے،، اگرچہ امام سجدۂ سہو چھوڑ دیا ہو یا قبل تمام کرنے کے امام کو حدث
ہو جائے۔ ہاں اگر ماموم کو یہ معلوم ہو کہ اوس کا امام خطا کیا ہے تو ایسی صورت میں اوسکی
اتباع نہ کرے۔ اور مقتدی محض اپنے سہو کے لئے امام کے پیچھے سجدہ نہ کرے۔ پس اگر ماموم
اس خیال سے سلام پھیر دے کہ امام سلام پھیر چکا ہے۔ اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ امام
سلام نہیں ادا کیا ہے تو مقتدی کے ساتھ دوبارہ سلام ادا کرے لیکن امام کے بعد
سلام پھیرنا اولیٰ ہے اور ایسی صورت میں سجدۂ سہو نہیں اور اگر مقتدی کو تشہد اخیر میں
یاد آجائے کہ اوس نے کسی ایک رکن کو ترک کیا ہے سوائے نیت و تکبیر تحریمہ
اور سوائے اخیر رکعت میں سے ایک سجدے کے تو مزید ایک رکعت امام سلام پھیرنے
کے بعد پڑھ لے اور سجدۂ سہو نہ کرے (نیت وغیرہ کی وجہ استثناء رکن ترتیب میں
گذر چکی ہے) اور اگر ترک رکن میں شک ہو تو امام کے سلام کے بعد ایک رکعت پڑھ لیکر
سجدۂ سہو کرنا مسنون ہے۔ اور جب امام سجدۂ سہو کرلے تو مقتدی کو بھی اوس کی
متابعت لازمی ہے اور اگر مقتدی مسبوق ہو تو اوس کو امام کی متابعت کرکے سجدہ
کرنا واجب ہے۔ اور اپنی اخیر نماز میں بھی اس سجدۂ سہو کا لوٹانا مسنون ہے،،

سوال،، سہو کے کتنے سجدے ہیں ؟

جواب،، سہو اگرچہ متعدد بار ہوا اوس کے صرف دو ہی سجدے ہیں۔ ان
سجدوں کا حکم بھی واجبات و مسنونات میں مثل سجدۂ نماز کے ہے۔ لیکن سجدۂ سہو کی

نیت امام اور منفرد پر واجب ہے مقتدی پر نہیں اس لیئے کہ مقتدی کے افعال (محض امام کی متابعت سے) بغیر نیت کے واقع ہوجاتے ہیں۔ اگر سجدہ کی نیت زبان سے کہی جائے تو نماز باطل ہوجائے گی کیونکہ یہاں تلفظ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور سجدہ سہو تشہد کے ختم اور سلام سے پہلے ادا کیا جائے۔ اگر دانستہ سلام پھیر دے تو سجدہ سہو فوت ہوجائے گا۔ نیز اگر بھولے سے سلام پھیر دے اور (عرفاً) زیادہ فاصلے کے بعد یہ یقین ہوجائے کہ اوس نے سجدہ سہو ترک کیا ہے تو بھی فوت ہوجائے گا۔ اگر تھوڑے ہی فاصلے کے بعد یہ یاد آگیا کہ سجدہ سہو ترک کیا ہے تو لوٹ کر سجدہ سہو کر لینا مسنون ہے اور جب سجدہ کے لیئے لوٹ جائے یعنی اس طرح کہ اپنی پیشانی زمین نیاز پر رکھ چکا ہے تو ابن حجرؒ کے پاس ایسا شخص عائد الی الصلاۃ ہوگا یعنی نماز میں داخل ہوجائے گا اور رملیؒ کے پاس صرف اگر سجدہ سہو کی نیت کرلے خواہ سجدہ کا آغاز نہ کیا ہو نماز میں داخل ہوجائیگا ماحصل اِن دونوں اقوال کا یہ ہوا کہ جب سے نماز میں داخل ہوجائے اگر کچھ مبطلاتِ نماز کا ارتکاب کردے تو سرے سے نماز ہی باطل ہوجائے گی ؎

فصل سجدۂ تلاوت کے بیان میں

سوال ،، سجدۂ تلاوت کا کیا حکم ہے ؟

جواب ،، حکم اوس کا یہ ہے کہ سجدے کی آیت خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز پڑھی جاتے وقت سجدۂ تلاوت کرنا مسنون ہے ؎

سوال ،، کس شخص کو سجدۂ تلاوت کرنا مسنون ہے ؟

جواب ،، سجدے کی آیت تلاوت کرنے والا اور بالقصد و بلا قصد سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا مسنون ہے۔ البتہ اگر سویا ہوا یا جنابت والا اور متوالا یا بھولا ہوا تلاوت کریں تو ایسی صورت میں سجدۂ تلاوت کرنا سنت نہیں ہے اور مصلی سوائے اپنی

قراءت کے دوسروں کی قراءت کی وجہ سے سجدۂ تلاوت نہ کرے البتہ اگر مقتدی ہو تو اپنا امام سجدہ کرنے پر خود بھی کرے اگرچہ آیت سجدہ نہ سنا ہو اگر جانتا ہوا امام سجدہ کرنے پر بھی خود نہ کرے تو اوس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ سجدے کی آیت جتنے بار مکرر کریں اتنے ہی بار سجدہ بھی کرنا ہوگا خواہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی رکعت میں مکرر کریں۔ البتہ اگر سجدے کی آیت بوقت کراہت سجدہ کرنے کے خیال سے تلاوت کرے یا نماز میں محض سجدے کے ارادہ سے تلاوت کی جائے تو ایسی صورت میں سجدۂ تلاوت نہ کرے بلکہ اس خیال سے سجدۂ تلاوت کرنا حرام ہے اور اگر جانتا ہوا نماز میں اس خیال سے تلاوت کرے تو نماز باطل ہو جائے گی ،،

سوال ،، سجدۂ تلاوت کتنے ہیں اور اوس کی صحت کے شرائط کیا ہیں ؟

جواب ،، سجدۂ تلاوت صرف ایک ہی ہے اور نماز کی صحت کے جو شروط ہیں وہی اس کی صحت کے شرائط ہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ آیت کی تلاوت کرنے کے بعد عرفاً فاصلہ زیادہ نہ ہو یا اوس سے اعراض بھی نہ کرے سجدۂ تلاوت بھی واجبات و مسنونات میں مثل سجدۂ نماز کے ہے۔ اور سجدۂ تلاوت کے قرآن مجید میں چودہ (۱۴) مشہور مواضع ہیں بعض علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ذیلی سورتوں میں سے ہر ایک سورے میں ایک ایک سجدہ ہے اور سورۂ حج میں دو۔ الحاصل اُن سورۂ قرآنی کے نام بغرض تصریح درج ہیں (۱) اعراف (۲) رعد (۳) نحل (۴) اسراء (۵) مریم (۶) حج (۷) فرقان (۸) نمل (۹) سجدہ (۱۰) ص خارج نماز (۱۱) فصلت (۱۲) نجم (۱۳) انشقاق جن سورتوں میں بوجہ اختلافِ مقام سجدہ متعدد بار لکھا پایا جائے تو مناسب ہے کہ آخری مقام پر سجدہ کیا جائے ،،

سوال ،، سجدۂ تلاوت کے ارکان نماز اور خارج نماز میں کتنے ہیں ؟

جواب ،، اگر سجدۂ تلاوت خارج از نماز ہو تو اوس کے ارکان چھ ہیں (۱)

سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا مثلاً نویت سجدۃ التلاوۃ للہ تعالیٰ کہنا (۲) تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر (۳) سجود (۴) سجدے کے بعد بیٹھنا یا لیٹنا (۵) سلام (۶) ترتیب اور اگر سجدۂ تلاوت اندرون نماز ہو تو رملیؒ کے پاس اوس کے دو ہی رکن ہیں ایک تو دل سے نیت کرنا اگر مقتدی نہ ہو اور اگر نیت کا تلفظ کردے تو نماز باطل ہوجائیگی اور دوسرا سجود ابن حجرؒ کے پاس تو صرف سجود ہی رکن ہے۔

فصل سجدۂ شکر کے بیان میں

سوال۔ سجدۂ شکر کا کیا حکم ہے۔

جواب۔ حکم اوس کا یہ ہے کہ جب کبھی اچانک نعمتِ غیر مترقبہ سے سرفرازی ہو یا یکایک سخت رنج و مصیبت دور ہوجائے تو سجدۂ شکر ادا کرنا مسنون ہے اور وہ ایک ہی سجدہ ہے۔ نیز کسی فاسق کو بھی دیکھ کر (اس خیال سے کہ خدائے تعالیٰ خود کو فسق و فجور سے محفوظ رکھا ہے) سجدۂ شکر کرنا سنت ہے اور علانیہ فسق و فجور کرنے والے کو تو دیکھکر اس کے سامنے ظاہراً سجدۂ شکر کرنی چاہیے تاکہ اوس کو زجر و عبرت ہو۔ البتہ امراض خبیثہ کے مبتلا یا دیوانہ کو دیکھ کر سِراً سجدۂ شکر کی ادائی مسنون ہے۔ اور سورۂ صٓ کی آیت میں اگر خارج از نماز تلاوت کیجائے تو سجدۂ شکر ادا کرنا مستحب ہے کیونکہ وہ سجدۂ شکر ہے اوس کا سبب تلاوت ہے اور اوس کی ادائی صرف شکر کی ہی نیت سے درست ہے اور مثل دیگر سجدہ ہائے شکر کے نماز میں تو اس کا ادا کرنا بھی حرام ہے پس اگر سورۂ صٓ یا دیگر شکر کے سجدوں کے لحاظ سے نماز میں عمداً جان کر سجدۂ شکر کرے تو نماز باطل ہوجائیگی اور سجدۂ شکر بھی مثل سجدۂ تلاوت کے ہے خارج از نماز ارکان و شرائط اور واجبات و مسنونات میں۔ اور مسافر نوافل کے مانند سجدۂ شکر و تلاوت سواری پر اشارتاً ادا کرسکتا ہے اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو نفل سفر میں گذری ؛؛

فصل نفل نمازوں کے بیان میں

سوال۔ نفل کے معنی کیا ہیں؟

جواب۔ نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شریعت میں نفل وہ ہے، جس کے کرنے میں ثواب ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔ نفل۔ منسة۔ مندوب۔ مرغب فیہ۔ حسن مستحب۔ تطوع سب ایک ہی معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں اس لئے الفاظ مترادفہ ہیں۔

سوال۔ نفل نمازوں میں سب سے افضل کونسی نماز ہے؟

جواب۔ صلوات مسنونہ میں سب سے افضل عیدین کی نماز ہے پہلے عید الضحیٰ اور پھر عید الفطر کا درجہ ہے اور بعد ازاں نماز کسوف پھر نماز خسوف پھر نماز استسقاء اور اس کے بعد نماز وتر ہے اور وتر کی نماز کمتر ایک رکعت ہے اور زیادہ تر گیارہ رکعت ہیں (بہرحال طاق عدد ہو مثلاً تین پانچ سات وغیرہ) وتر کا وقت نماز عشاء ادا کرنے کے بعد سے صبح صادق ہونے تک رہتا ہے۔ نماز وتر سب کی سب صلاۃ اللیل کے بعد تک یا آخر شب تک مؤخر کرنا اگر بیدار ہو کر ادا کرسکتا ہے تو افضل ہے اور صرف اخیر رکعت میں ہی تشہد پڑھ کر وتر کا وصل کرنا جائز ہے۔ اور وصل کی صورتوں میں یہ صورت افضل ہے یا اخیر کی صرف دو رکعتوں میں تشہد پڑھ کر بھی وصل کرنا جائز ہے۔ مثلاً اگر وتر کے تین ہی رکعت پڑھے تو ان تینوں کو ملا کر پڑھنا جائز ہے۔ لیکن وصل کی ان دونوں قسموں سے فصل افضل ہے۔ اگر وتر کی صرف تین ہی رکعت پڑھی جائیں تو مسنون یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلیٰ پڑھے اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص و معوذتین۔ پھر فضیلت میں وتر کے بعد رواتب موکدہ کا درجہ ہے اور وہ دس رکعتیں ہیں (جو نمازیں پنج وقتہ فرضوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں انکو رواتب

کہتے ہیں) فجر کے پہلے دو رکعتیں اور ظہر یا جمعہ سے پہلے دو اور بعد میں دو اور مغرب کے بعد دو اور عشاء کے بعد دو ان سب رواتب موکدہ میں نماز فجر کی دو رکعتیں افضل ہیں اور بقیہ آٹھ رکعتوں کا فضیلت میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ اوران سب ذکر کردہ نوافل کے بعد فضیلت میں رواتب غیر موکدہ کا درجہ ہے اور وہ بارہ رکعت ہیں۔ ظہر یا جمعہ کے پہلے موکدہ کے سوائے اور دو رکعتیں اور بعد میں بھی دو دو رکعتیں اور عصر کے پہلے چار رکعت اور مغرب کے پہلے دو رکعتیں اور عشاء سے پہلے دو رکعت۔ پس جو رواتب فرض سے پیشتر پڑھے جاتے ہوں اون کا وقت فرض کا وقت داخل ہونے کے بعد داخل ہوتا ہے اور فرض ادا کرنے کے بعد سے رواتب بعدیہ کا وقت ہوتا ہے اور فرض کا وقت نکلجائے تو قبلیہ و بعدیہ دونوں کا وقت بھی جاتا رہتا ہے"

سوال،، نوافل مذکورہ کے بعد فضیلت میں کس کا درجہ ہے؟

جواب،، نوافل مذکورہ کے بعد فضیلت میں تراویح کا درجہ ہے اور وہ بیس[۲۰] رکعتیں ہیں ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرنا لازمی ہے تراویح کا وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سے صبح صادق کی طلوع تک ہے اور تراویح کے بعد صلاۃ الضحیٰ کا درجہ ہے نماز ضحیٰ دو رکعت سے آٹھ رکعت تک پڑھ سکتے ہیں اور ابن حجر رحمہ کے پاس نماز ضحیٰ کے بارہ رکعت بھی پڑھے جا سکتے ہیں لیکن آٹھ رکعت ہی افضل ہیں اس نماز کے ہر دو رکعت میں سلام پھیرنا سنت ہے اور اس کا وقت آفتاب ایک برچے برابر بلند ہونے کے بعد سے استواء تک ہے (آسمان کے بیچوں بیچ آفتاب آنے کا نام استواء ہے) لیکن اس نماز کو دن کا چوتھائی حصہ گذرنے تک موخر کرکے پڑھنا افضل ہے۔ اس کے بعد فضیلت میں طواف کی دو رکعتوں کا درجہ ہے پھر تحیت المسجد کے دو رکعت پھر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کے دو رکعت اس کے بعد سنت الوضوء کے دو رکعتوں کا درجہ ہے تحیت المسجد

فرض یا نفل نماز کی ادائی میں خواہ اوس کی نیت کریں یا نہ کریں حاصل ہوجاتی ہے خواہ وہ فرض یا نفل دو رکعت ہوں یا زیادہ مسجد میں جیسا جیسا داخل ہوتے جائے ویسا ہی تحیۃ المسجد بھی مکرر ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بیٹھ جائے تو فوت ہوجائیگی یا بھول کر اتنی دیر بیٹھ جائے کہ اس میں بعجلت ممکنہ دو رکعت کی ادائی ہوسکتی ہے تو تب بھی فوت ہوگی۔ نیز بوقت سفر گھر میں دو رکعت اور واپسی کے وقت اپنے محلہ کی مسجد میں دو رکعت پڑھنا بھی مسنون ہے صلاۃ الاستخارہ کے بھی دو رکعت پڑھنا اور صلاۃ الحاجۃ کے بھی دو رکعت مسنون ہیں نیز صلاۃ الاوابین کے بھی کمتر دو رکعت اور اکمل بیس رکعت پڑھنا سنت ہے جس کا وقت نماز مغرب کی ادائی کے بعد سے عشار کا وقت داخل ہونے تک ہے اور صلاۃ التسبیح کے بھی چار رکعت پڑھنا مسنون ہے ،، خواہ دن میں ہو یا رات میں جس وقت چاہیں پڑھ سکتے ہیں لیکن اگر دن میں پڑھیں تو چاروں کو ایک ہی سلام میں پڑھنا افضل ہے اور اگر شب میں پڑھیں تو دو سلام میں پڑھنا افضل ہے احادیث صحیحہ سے اس نماز کا بہت کچھ ثواب ثابت ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ اس نماز کو ہر روز پڑھا جائے اگر نہ ہوسکے تو ہر ہفتہ میں یا ہر ماہ میں یا ہر سال میں پڑھیں اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو مدت العمر میں ایک بار پڑھ لیں یہاں تک کہ اس کے تارک کو متہاون بالدین کہا گیا ہے یعنی اس کے ترک کرنے میں گویا دین کی اھانت اور لاپرواہی ہے ،، ترکیب اس کی یہ ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سورۂ فاتحہ کے آگے پندرہ بار پڑھے اور سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار اور رکوع میں دس بار اور اعتدال میں دس بار اور ہر سجدے میں دس بار اور جلوس بین السجدتین میں دس بار یں اس طرح ہر ایک رکعت میں (۷۵) ہفتاد و پنج تسبیح ہوں گے جس کا مجموعہ چاروں رکعتوں میں سہ صد (۳۰۰) ہوگا اور یہی ترکیب افضل ہے ،،

سوال ،، کیا نفل مطلق کی کچھ گنتی بھی ہے ؟

جواب ،، نفل مطلق کے لئے کسی قسم کی گنتی یا حصر نہیں ہے جتنی رکعتیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں اور جب چاہیں سلام پھیر سکتے ہیں خواہ تعداد کی نیت بھی نہ کی جائے اور کتنی رکعتیں ہوئی ہیں معلوم بھی نہ ہوں تو مضائقہ نہیں اگر ایک رکعت سے زیادہ کی نیت کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ دو یا تین یا چار رکعت میں (یا اسطرح جفت رکعتوں میں) تشہد پڑھا جائے لیکن ہر ایک رکعت میں بغیر سلام کے تشہد پڑھنا جائز نہیں البتہ جس تعداد کی نیت کی گئی ہے اوس میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ کمی زیادتی کرنے سے پیشتر نیت کا بھی تغیر ہو جائے مگر افضل یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرا جائے نیز نفل مطلق میں رکعتوں کی تعداد سے طول قیام افضل ہے''

سوال ،، کیا دن کی نفل مطلق افضل ہے یا رات کی ؟

جواب ،، دن کی نفل مطلق سے رات کی نفل مطلق افضل ہے اور رات کا نصف اخیر نصف اوّل سے افضل ہے اور رات کا درمیانی ثلث (تہائی ⅓) ثلث اوّل اور ثلث اخیر سے افضل ہے اور اس سے بھی افضل چوتھا اور پانچواں سدس ⅙ ہے''

سوال ،، جو نوافل فوت ہو جائیں تو کیا اون کی قضاء مسنون ہے ؟

جواب ،، ہاں اگر کوئی وقت والی نفل نماز فوت ہو جائے تو اوس کی قضاء کر لینا سنت ہے نفل مطلق کی قضاء نہیں البتہ اگر نفل مطلق کی عادت ہو یا اوس کو آغاز کر کے توڑ دیا ہو تو ایسی صورت میں اوس کی قضاء کرنا مسنون ہے نیز سبب والی نفل بھی فوت ہو جائے تو اوس کی بھی قضاء نہیں اگر چہ کہ اوس کی نذر کیا ہو''

فصل جماعت کے احکام و ما یتعلق بہ کے بیان میں

سوال ،، جماعت کس کو کہتے ہیں ؟

جواب،، لغت میں جماعت کے معنی طائفہ اور ٹکڑی کے ہیں اور شریعت میں امام کی نماز سے مقتدی کی نماز کے ربط و تعلق کو جماعت کہتے ہیں پس جماعت دو آدمی یا دو سے زاید آدمیوں سے حاصل ہوتی ہے۔ کمتر جماعت معنی شرعی کے لحاظ سے یہاں ایک مقتدی اور امام ہے اس لئے کہ جماعت بحث شرعی ہے جس کا ماخذ توقیف ہے (یعنی شارع علیہ السلام نے جماعت کا اختراع معنی شرعی مذکور کے لئے فرمایا ہے) اب رہا جمع میں تو کم از کم تین ہونا ضروری ہے کیونکہ جمع بحث لغوی ہے جس کا ماخذ لسان ہے پس ثابت ہو گیا کہ جمع اور جماعت میں فرق ہے"

سوال،، جماعت کا کیا حکم ہے ؟

جواب،، نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں جماعت فرض عین ہے، اور جمعہ کی دوسری رکعت اور تراویح اور وتر رمضان اور عیدین اور کسوف و خسوف اور نماز استسقاء میں جماعت سنت موکدہ ہے ان کے سوائے دیگر سنن میں جماعت سے پڑھنا مباح ہے اور ادا کے پیچھے قضاء کرنا یا قضاء کے پیچھے ادا جماعت سے کرنا مکروہ ہے اور جہاں دو نمازوں کا نظم اور ترتیب ارکان مختلف ہو جیسے نماز صبح اور نماز کسوف تو ایسی صورت میں جماعت ممنوع ہے کیونکہ نماز کسوف میں مثلاً دو دو رکوع وغیرہ ہوتے ہیں بخلاف نماز صبح کے کہ اوس میں ایسا نہیں ہے اور نماز جمعہ کے سوائے دیگر مفروضہ نمازوں کی پہلی رکعت میں جماعت فرض کفایہ ہے جماعت اس لئے ہے کہ اوس سے شعار اسلام ظاہر ہو مگر وہ مفروضہ نمازیں ادا ہوں قضاء نہیں اور ادا کرنے والے مرد آزاد عاقل بالغ ستر عورت کئے ہوئے غیر معذور ہوں اور کسی خاص مزدوری پر اجرت مقرر نہ کئے گئے ہوں اور مقیم ہوں یعنی مسافر نہیں تو جماعت فرض کفایہ ہے۔ جمعہ کی استثناء اس لئے کی گئی ہے کہ اوس کی پہلی رکعت میں تو شریک ہونے والے کے لئے جماعت فرض عین ہے اور مفروضہ نمازوں کی دیگر بقیہ رکعتوں میں تو جماعت

سنت ہے۔

،،فرض کفایہ سے مقصود صرف وجود فعل ہے فاعل مقصود نہیں جب کوئی ایک مکلف ادا کر دے تو باقی لوگوں پر کچھ حرج نہیں اور فرض عین میں وجود فعل اور عین فاعل دونوں مقصود ہیں پس ہر ہر مکلف کو ادا کرنا ضروری ہے،،

سوال ،، اگر صرف ایسی جماعت پائی جائے جس کا امام بدعتی یا فاسق وغیرہ ہو جن کی اقتداء کرنی مکروہ ہے تو کیا ایسی صورت میں جماعت افضل ہے یا انفراد؟

جواب ،، ایسی صورت میں رملی ؒ کے پاس جماعت ہی افضل ہے انفراد سے اور ابن حجر ؒ کے پاس انفراد افضل ہے ایسی جماعت سے ،، انفراد یعنی تنہا نماز پڑھنا

سوال ،، جماعت کی فضیلت کس طرح حاصل ہوتی ہے ؟

جواب ،، مقتدی کو جماعت کی فضیلت اُسی صورت میں حاصل ہوگی جبکہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نماز کا کچھ حصہ پالے۔ رملی ؒ کے پاس سلام پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ امام سلام کا آغاز بھی نہ کرے اور ابن حجر ؒ کے پاس علیکم کی میم زبان سے نہ نکالنا مراد ہے۔ اب رہا تکبیر تحریمہ کی فضیلت جو کہ زبدۂ نماز ہے اوسی وقت حاصل ہوگی جبکہ مقتدی امام کے نیت باندھتے وقت حاضر ہوکر فوراً اوس کی اتباع کرے۔ امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز میں داخل ہونے والوں کا بوقت رکوع یا تشہد اخیر میں انتظار کرے بشرطیکہ انتظار میں طول نہ دے اور داخل ہونے والوں میں فرق و امتیاز بھی نہ کرے۔ رکوع اور تشہد اخیر کے سوائے دیگر ارکان میں انتظار کرنا مکروہ ہے اور نماز کسوف کے رکوع دوم میں انتظار کرنا ممنوع ہے ،،

سوال ،، کیا فرض نمازوں کا اعادہ کرنا مسنون ہے یا نہیں ؟

جواب ،، ہاں صرف ایک مرتبہ فرض نماز کا اعادہ کرنا مسنون ہے خواہ جماعت

کے ساتھ ہو یا منفرد کے ساتھ اگرچہ جماعت کے ساتھ پڑھ چکا ہو پہلی نماز ہی اوسکا فرض ہے اور نماز جنازہ کا اعادہ مسنون نہیں۔

فصل نماز جمعہ اور جماعت کے عذروں کے بیان میں

سوال:۔ جمعہ اور جماعت کے اعذار کیا ہیں؟

جواب:۔ جمعہ اور جماعت کے اعذار یہ ہیں کہ اگر اتنی بارش ہو جس سے کپڑے بھیگ جائیں اور کہیں آسرا نہ ملے یا بیماری کی وجہ سے اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی بارش سے ہوتی ہے یا کسی ایسے مریض کی تیمار داری میں لگجائے جس کا کوئی تیمار دار نہ ہو خواہ وہ علیل اجنبی کیوں نہ ہو یا کوئی قرابتدار قریب مرگ ہو یا اس سے اسکو انست ہوتی ہے یا اپنی جان و مال یا عزت و آبرو کا خوف ہو یا کسی مالی حق طلب کرنے والے کا خوف ہو اس حالت میں کہ یہ جمعہ یا جماعت کو جانے والا تنگ دست ہو یا یہ امید ہو کہ اگر کچھ دن غائب رہے تو اوس پر جو سزا اور جرم مرتب ہوا ہے وہ معاف ہوجائے گا تو ایسی صورت میں بھی ترک جمعہ و جماعت کر سکتا ہے اور یہ اسباب عذر ہیں یا وقت کی گنجایش ہونے پر حدث کا غلبہ ہو مثلاً پیشاب یا خانہ آجائے یا اپنی شان کے لائق لباس نہ ملے یا بے حد نیند آجائے یا بوقت شب تیز ہوا چلے یا سخت بھوک پیاس ہو یا زیادہ سردی ہو یا راستہ میں کیچڑ بہت ہو تو یہ سب صورتیں بھی اعذار ہیں۔ نیز ابن حجرؒ کے پاس ظہر کے وقت سخت گرمی بھی عذر ہے اور رملیؒ کے پاس مطلقاً خواہ ظہر کے وقت ہو یا دیگر اوقات نماز میں گرمی ہو تو بھی عذر ہے یا اگر دوست احباب سفر کر رہے ہیں یا کچھ کچی بدبودار چیز کھا لی گئی ہے اور اوسکی بو کا ازالہ ممکن نہ ہو یا اوس پر یا تار ہیں اور راستوں کے چھتوں سے پانی گرتا ہے تو ایسی صورت میں بھی جمعہ و جماعت کو ترک کر سکتا ہے۔

فصل اُن نمازوں کے بیان میں جن میں جماعت کی نیت کرنا لازمی ہے

سوال ،، وہ کونسی نمازیں ہیں جن میں بوقت نیت امام پر امامت کی نیت اور مقتدی پر اقتدا کی نیت لازمی ہے ؟

جواب ،، وہ چار نمازیں ہیں (۱) نماز جمعہ (۲) وہ نمازیں جو اعادہ کیے جائیں (۳) وہ نماز جس کو جماعت سے ادا کرنے کی نذر کی گئی ہو (۴) وہ نماز جو بارش میں جمع تقدیم کی جائے ۔

فصل شرائط جماعت کے بیان میں

جماعت کے شرائط بارہ (۱۲) ہیں جن میں سے پانچ تو امام کے متعلق ہیں اور سات ماموم کے متعلق ،،

سوال ،، امام کے شرائط خمسہ (۵) میں سے پہلی شرط کیا ہے ؟

جواب ،، پہلی شرط یہ ہے کہ مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ اوس کے امام کی نماز حدث وغیرہ کی وجہ سے باطل ہے نیز امام کی نماز کے بطلان کا اعتقاد بھی نہ رکھے مثلاً اگر دو شخص قبلہ کے معلوم کرنے میں اختلاف کریں (مثلاً کسی جنگل میں) اور ہر شخص ایک ایک طرف نماز پڑھے تو ایسی صورت میں ایک دوسرے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر ایک دوسرے کے اجتہاد کو باطل سمجھ کر دوسری جہت اختیار کیا ہے ،،

سوال ،، دوسری شرط کیا ہے ؟

جواب ،، شرط دوم یہ ہے کہ مقتدی یہ اعتقاد نہ رکھے کہ اوس نماز کی قضا امام پر واجب ہے مثلاً اگر امام کسی ایسی جگہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا ہے جہاں اکثر پانی

ملا کرتا تھا تو چونکہ ایسی صورت میں پھر قضاء واجب ہے اس لئے اقتدا بھی درست نہیں اگرچیکہ مقتدی بھی اسی طرح تیمم کیا ہوا ہو،،

سوال ،، تیسری شرط کیا ہے ؟

جواب ،، تیسری شرط یہ ہے کہ امام اقتدا کے وقت کسی دوسرے کا مقتدی یا مشکوک نہ ہو ،،

سوال ،، چوتھی شرط کیا ہے ؟

جواب ،، شرط چہارم یہ ہے کہ امام اُمّی نہ ہو۔ جو شخص سورہ فاتحہ میں سے ایک حرف بھی کما حقہ نہ پڑھے تو وہ اُمّی ہے البتہ اگر اُمّی کی اقتدا امی کرے تو مضائقہ نہیں،،

سوال ،، پانچویں شرط کیا ہے ؟

جواب ،، شرط پنجم یہ ہے کہ امام مقتدی سے اُنُوثَت کے سبب سے خواہ احتمالاً کم درجہ نہ ہو پس عورت یا خنثیٰ کی اقتدا مرد نکرے اور عورت یا خنثیٰ کی بھی اقتدا خنثیٰ نہ کرے۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ لینے کے بعد اوس امام کا کفر یا جنون یا عورت یا خنثیٰ یا مقتدی یا امی ہونا ظاہر ہو جائے تو اوس نماز کا اعادہ کرلے البتہ اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ امام حدث اصغر والا یا جنابت والا یا نجاست مخفیہ (یعنی حکمی نجاست) والا تھا یا زاید رکعت کے لئے کھڑا تھا اور اُسی رکعت میں مقتدی نے اقتدا کی تھی تو ایسی صورت میں اعادہ نہیں اور اگر مقتدی امام کا حدث بھول گیا ہو پھر بعد میں یاد آجائے تو اعادہ کرلیوے ،،

سوال ،، مقتدی کے سات شرائط میں سے پہلی شرط کیا ہے ؟

جواب ،، پہلی شرط یہ ہے کہ مقتدی اگر ایستادہ ہو کر نماز پڑھ رہا ہے تو امام کی ایڑیوں سے آگے نہ ہو اور اگر بیٹھکر نماز پڑھے ہے تو اوس کے کولھوں سے آگے نہ ہو اور اگر لیٹ کر نماز ادا کرے تو بازو سے آگے نہو اگر مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو جائے تو

مکروہ ہے اور امام سے کچھ پیچھے رہنا مسنون ہے نیز اگر مقتدی مرد نہ ہو تو امام کے سیدھے جانب کھڑے رہنا سنت ہے اگر بائیں جانب یا پیچھے یا تین ذراع سے زیادہ فاصلے پر کھڑا رہے تو کراہت کے علاوہ جماعت کی فضیلت بھی جاتی رہتی ہے جب دوسرا شخص آجائے تو اوس کو چاہیئے کہ امام کے بائیں جانب کھڑا رہے اور بعد ازاں امام آگے بڑھ جائے یا دونوں پیچھے ہٹ جائیں لیکن مقتدیوں کا پیچھے ہٹنا ہی افضل ہے۔ البتہ اگر دو مرد ہوں تو اون کو چاہیئے کہ امام کے پیچھے صف بستہ ہو جائیں علیٰ ہذا ایک عورت یا چند عورتیں خواہ امام کے محارم کیوں نہ ہوں پیچھے ہی صف باندہیں اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے مرد کھڑے رہیں پھر لڑکے اگر پیشتر سے صف اوّل میں نہ جا چکے ہوں تو ورنہ اگر لڑکے مردوں سے پیشتر صف اوّل میں سبقت کر چکے ہیں تو وہی مستحق ہیں لڑکوں کے بعد خنثیٰ رہیں اور اون کے بعد عورتیں۔ اور جو عورت عورتوں کی امام بنے وہ اون کے بیچ میں کھڑی رہے۔ علیٰ ہذا اگر کوئی برہنہ شخص بینا شخصوں کا روشنی میں امام بنے تو وہ بھی بیچ میں ٹھہرے اور مقتدی کو اپنے ہم جنسوں کی صف سے علیحدہ کھڑے رہکر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر جگہ نہ ملے تو نیت باندھنے کے بعد آگے کی صف سے جس میں دو سے زاید آدمی ہوں اُن میں سے کسی ایسے حرؔ (آزاد) کو (غلام نہ ہو) کھینچ لینا مسنون ہے جس پر یہ گمان ہو کہ وہ اس کی موافقت کرے گا نیز جس شخص کو کھینچا جائے تو اوس کو موافقت کرکے پیچھے آجانا بھی مسنون ہے ؎

سوال ؎ دوسری شرط کیا ہے؟

جواب ؎ شرط دوم یہ ہے کہ مقتدی کو اپنے امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہونے کا علم رہے رویت سے یا آواز وغیرہ سن کر خواہ مبلغ یعنی تبلیغ تکبیر کرنے والا ثقہ ہو یا اوس کی سچائی کا اعتقاد کر لیوے اگرچہ کہ مبلغ نماز میں

شریک نہ ہو ''

سوال ''تیسری شرط کیا ہے ؟

جواب '' شرط سوم یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ایک ہی مسجد میں ہوں اگرچہ ان دونوں کے درمیان مسافت زیادہ ہو اور جو عمارت امام تک جاتی ہے وہ حائل ہو اور دروازہ مسدود ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اُس میں سے حسب عادت امام تک چلنا ممکن ہو خواہ گذرنے میں بجانب قبلہ پیٹھ یا بازو ہو جائے اور اگر امام و مقتدی مسجد کے سوائے دیگر مقام میں ہوں تو شرط یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان یا ہر دو صف کے درمیان تقریباً تین سو ذراع سے زیادہ فاصلہ نہ ہو اگر دو تین ذراع کا فاصلہ زیادہ ہو جائے تو مضر نہیں۔ نیز مقتدی اور امام کے درمیان کوئی ایسا حائل بھی نہ ہو جس میں سے امام تک گذرنا ممکن نہ ہو یا امام نظر نہ آسکے۔ یا اگر امام اور مقتدی کے درمیان کچھ راستہ ہو تو کوئی ایک شخص رابطے اور واسطے کے طور پر ٹھیرنا شرط ہے جو امام کو دیکھتا ہو یا امام جس مکان میں ہو اوس کے خاص ساتھیوں میں سے کسی ایک کو دیکھا کرے اور بغیر استدبار قبلہ کے امام تک جا سکے نیز یہ بھی شرط ہے کہ جو شخص رابطے کے طور پر ہو اوس کو اوس کے پیچھے والے بھی دیکھ سکیں اور بغیر قبلہ کا استدبار کرنے کے اوس کے پاس تک آسکیں پس گویا کہ یہ شخص بھی اپنے پیچھے والوں کے لئے مثل امام کے ہے اس لئے اُس سے پیشتر نہ تکبیر تحریمہ کریں اور نہ اس سے آگے بڑھکر کھڑے رہیں شیخ ابن حجرؒ کا قول یہی ہے علامہ رملیؒ نے اور یہ بھی زیادتی کی ہے کہ اوس شخص سے اوس کے پیچھے والے افعال میں تقدم نہ کریں رملیؒ نے یہ بھی مناسب سمجھا ہے کہ جو شخص رابطہ بنا گیا ہے ایسا ہو جس سے اقتدا صحیح ہو سکے (یعنی عورت وغیرہ نہوں) یہ بھی مشروط ہے کہ امام اور ماموم جب مسجد میں نہ ہوں تو ایسی صورت میں حسب عادت امام یا رابطے تک بغیر استدبار قبلہ جانا ممکن ہو سکے اگر امام و

و مقتدی کے درمیان راستہ یا بڑی نہر ہو تو مضر نہیں نیز دو کشتیوں کا درمیانی سمندر بھی
مضر نہیں مثلاً اگر ایک کشتی میں مقتدی اور دوسری میں امام ہو تو درمیانی سمندر سے کچھ
حرج نہیں (اقتدا کر سکتے ہیں) اگر امام مسجد میں ہو اور مقتدی بیرون مسجد یا اس کا عکس
تو ایسی صورت میں سہ صد ذراع کا فاصلہ مسجد کے اوس کنارے سے محسوب ہوگا جو کہ متصل
ہو اوس شخص سے جو بیرون مسجد ہو خواہ وہ امام ہو یا مقتدی۔ مقتدی یا امام ایک دوسرے
سے بلا ضرورت بلندی پر کھڑے رہنا خواہ مسجد میں ہو یا خارج مسجد مکروہ ہے،،

سوال،، چوتھی شرط کیا ہے؟

جواب،، چوتھی شرط یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کی یا جماعت کی نیت کر لیوے۔
پس اگر بالقصد کسی فعل یا سلام میں امام کی اتباع بغیر نیت کے یا نیت میں شک کر کے
کرے تو اوس کی نماز باطل ہو جائے گی بشرطیکہ مقتدی امام کی اتباع کرنے کے لئے
عرفاً انتظار طویل کیا ہو انتظار طویل سے مراد یہاں اتنی مدت ہے جس میں ایک رکن
کی ادائی ہو سکے بعض علماء کچھ اور کہتے ہیں،،

سوال،، پانچویں شرط کیا ہے؟

جواب،، پانچویں شرط یہ ہے کہ مقتدی اور امام کی نماز کی نظم و ترتیب موافق
رہے اگر نظم و ترتیب مختلف ہو جیسے فرض اور جنازے کی نماز تو چونکہ یہ دونوں نمازوں
کے ارکان مختلف ہیں اس لئے اس میں اقتدا بھی صحیح نہیں البتہ ظہر کو عصر یا مغرب پڑھنے
والے کی اقتدا کر کے پڑھنا اور قضا کے پیچھے ادا یا ادا کے پیچھے قضا کرنا یا فرض کو
نفل پڑھنے والے کے پیچھے اور اس کا عکس صحیح و درست ہے،،

سوال،، چھٹویں شرط کیا ہے؟

جواب،، چھٹویں شرط یہ ہے کہ مقتدی امام کی موافقت ہر ایسی سنت میں
کرے جس میں اگر موافقت نہ کرے تو اوس کی مخالفت علانیہ ظاہر ہو جاتی ہو پس اگر

امام سجدۂ تلاوت کو چھوڑ دے اور مقتدی ادا کرے یا اس کا عکس ہو یا امام تشہد اوّل کو ترک کر دے اور مقتدی ادا کرے تو ایسی صورت میں مقتدی اگر عمداً کیا ہے تو اوس کی نماز باطل ہو جائے گی البتہ اگر امام تشہد اوّل پڑھے اور مقتدی عمداً قیام میں چلا جائے تو نماز باطل نہیں ہوگی ۔

سوال ،، ساتویں شرط کیا ہے ؟

جواب ،، ساتویں شرط یہ ہے کہ مقتدی امام کی متابعت کرے پس اگر تکبیر تحریمہ میں امام کی مقارنت کرے یعنی اوس کی ادائی بالکل امام کے ساتھ ہی کر دے تو نماز باطل ہو جائے گی نیز اگر بلا عذر دو فعلی ارکان میں امام سے آگے یا پیچھے ہو جائے تو بھی نماز باطل ہو جائے گی البتہ اگر تکبیر تحریمہ کے سوائے دیگر ارکان میں امام کی مقارنت کرے یا کسی ایک رکن فعلی میں امام سے آگے یا پیچھے ہو جائے تو مفسد نہیں یعنی نماز باطل نہیں ہوگی مگر امام سے ایک فعلی رکن میں آگے بڑھ جانا حرام ہے اور اگر مقتدی امام سے کسی عذر کی وجہ سے پیچھے ہو جائے مثلاً قراءت واجبہ یعنی سورۂ فاتحہ کے پڑھنے میں (بلا وسواس کے) دیری ہوئی ہے یا موافق مقتدی دعائے افتتاح کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے یا امام رکوع کر دیوے اور مقتدی کو شک ہو کہ خود سورۂ فاتحہ پڑھا ہے یا نہیں یا یہ یاد آجائے کہ سورۂ فاتحہ کو ترک کیا ہے یا امام قراءت میں جلدی کرنے کی وجہ سے رہ گیا ہے یا اس انتظار میں رہ جائے کہ امام سورۂ فاتحہ کے بعد جب سکتہ کریگا تو اوس وقت سورۂ فاتحہ پڑھ لوں گا اور امام سکتہ نہ کرے تو ایسی صورت میں مقتدی کو عذر ہے کہ امام تین بڑے ارکان ختم کرنے تک پیچھے رہجا کر قراءت واجبہ کو ادا کرلے اور اگر تین لانبے ارکان سے زاید امام سے پیچھے ہو جائے تو ایسی صورت میں یا تو مفارقت کی نیت کرلے یا امام جس رکن میں ہو اوسی رکن میں فوراً اوس کی موافقت کرے اور امام سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت لا لیوے یہ احکام موافق مقتدی کے متعلق تھے۔ موافق

وہ ہے جس کو امام کے قیام میں اتنا وقت ملے کہ اوس میں متوسط طور پر سورۂ فاتحہ کی ادائی ممکن ہو سکے اب رہا مسبوق جو موافق کا ضد ہے اگر اوس کا امام یہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑہے تک رکوع میں چلا جائے اور یہ کسی سنت کی ادائی میں تھا جیسے دعائے افتتاح یا تعوذ پڑھنے میں تو ایسی صورت میں مسبوق پر واجب ہے کہ جتنی دیر سنت کی ادائی میں ہوئی تھی اوسی مقدار تک سورۂ فاتحہ پڑہے اگر امام سجدے کے لئے سرنگوں ہونے سے پیشتر قراءت واجبہ کو ختم کر دیا ہے اور امام کو رکوع میں پالے تو رکعت بھی ملجائے گی اگر رکوع میں نہ ملے تو رکعت نہیں ملے گی لیکن اوس پر امام کی موافقت کرنی واجب ہے۔ اور امام سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت لالیوے اور اگر امام سجدے کے لئے سرنگوں ہونے سے پہلے قراءت واجبہ سے فارغ نہیں ہوا ہے اور امام سجدے میں جانے کا ارادہ کرلے تو ایسی صورت میں مسبوق کے لئے دو باتوں کا تعارض ہوگا ایک تو سورۂ فاتحہ کی (کامل) ادائی کا وجوب اور دوسرا یہ کہ اگر امام سجدہ کرلے تو نماز باطل ہوگی۔ پس اس صورت میں مسبوق کے لئے سوائے مفارقت کی نیت کر لینے کے کوئی مخلص اور چارہ نہیں ہے اس لئے مفارقت کی نیت کر لینے کے بعد سورۂ فاتحہ کی تکمیل کردے اور اپنی نماز کی ترتیب پر جاری رہکر نماز کو ختم کرلے اور اگر مسبوق کسی سنت کی ادائی میں مشغول نہیں تھا بلکہ سورۂ فاتحہ ہی پڑہ رہا تھا کہ امام رکوع میں چلا جائے تو ایسی صورت میں مسبوق قراءت کو قطع کرکے امام کے ساتھ رکوع کرلیوے وبس۔

فصل مسبوق رکعت پانے کے بیان میں

سوال،، مسبوق کو رکعت کس طرح ملتی ہے ؟

جواب،، جو شخص امام کو رکوع میں پائے اور اوس کے ساتھ رکوع میں یقینی طمانیت قبل اوس کے اقل رکوع سے اُٹھنے کے کرے تو اوس کو رکعت ملیگی اور اگر امام (غیر متطہر

یعنی) حدث والا تھا یا زاید رکوع میں تھا اور مقتدی کو اس کا علم نہ ہو یا امام کو رکوع اصلی میں تو پائے مگر اوس کے ساتھ طمانینہ نہ ہوا ہو یا طمانینہ تو کیا جائے مگر امام اقل رکوع سے اُٹھنے کے بعد کیا گیا ہو یا اس سے پیشتر طمانینہ میں شک ہو یا امام کو خسوفین کے دوسرے رکوع میں پائے تو رکعت نہیں ملے گی،،

فصل ائمہ کے مستحب صفات کے بیان میں

سوال ،، نماز میں امام بننے کا زیادہ تر مستحق کون ہے ؟

جواب ،، والی اپنے محلِ ولایت میں امامت کے لئے سب سے احق ہے اگر چیکہ فاسق کیوں نہ ہو خود امام بنے یا جس کو چاہے امام بنائے نیز اگر اوسی کے محل ولایت میں کسی دوسرے کی مِلک ہو مثلاً کسی دوسرے شخص کا مکان ہے اور اوس شخص نے اوس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے پھر وہ شخص مستحق ہے جس کو اوس جگہ کی منفعت کا حق حاصل ہو خواہ زمین کا مالک ہو یا اجرت سے یا عاریۃً لیا ہو چاہے خود امام بنے یا دوسرے کو بنائے لیکن مُعیر مستعیر سے زیادہ تر مستحق ہے (معیر عاریۃً دینے والا مستعیر عاریۃً لینے والا) اور مالک احق ہے اپنے اوس غلام سے جو مکاتب نہ ہو اور پیش امام مقرر مستحق تر ہے غیر والی سے خواہ خود امام بنے یا دوسرے کو بنائے پھر افقہ یعنی فقیہ تر امامت کے لئے بہتر ہے اوس کے بعد اچھے قاری کا درجہ ہے پھر زاہد تر پھر زیادہ ورع والا ان کے بعد امامت کا مستحق وہ شخص ہے جو ہجرت میں خود یا اوس کے آبا و اجداد میں کوئی ایک سبقت کیا ہو پھر وہ شخص جس کا اسلام سابق ہو۔ پھر اچھے نسب والا پھر نیک نام و نہاد والا پھر صاف ستھرے لباس والا پھر صاف ستھرے بدن والا پھر اچھی صنعت والا پھر خوش آواز پھر خوبصورت ۔ اگر سب میں یہ صفات مساوی طور پر موجود یا معدوم ہوں تو ایسی صورت میں امامت کے لئے قرعہ ڈالنا

مسنون ہے۔ اور جو شخص عدل ہو وہ فاسق سے اولیٰ ہے اگرچہ کہ فاسق افقہ یا اچھا قاری ہو اور نابالغ لڑکے سے بالغ اولیٰ ہے خواہ لڑکا افقہ یا جید قاری ہو اور (حُر یعنی) آزاد اولیٰ ہے غلام سے اور فقیہ غلام اور غیر فقیہ حُر دونوں مساوی ہیں نیز ولد الحلال ولد الحرام سے اولیٰ ہے اندھا اور بینا برابر ہیں ؎ متقی وہ شخص ہے جو مامورات شرعیہ کی اتباع اور منہیات شرعیہ سے اجتناب کرتا ہو اور اس کے باوجود مشبوہات سے جو شخص پرہیز کرے وہ وَرِع ہے اور جو شخص خالص حلال سے بھی صرف بقدر حاجت پر اکتفاء کرے وہ زاہد ہے عَادِل وہ شخص ہے جو کبایر سے اجتناب کرے اور کسی گناہِ صغیرہ پر مداومت نہ کرے،،

فصل جماعت کے متعلق بعض سنتوں کے بیان میں

سوال،، جماعت کی سنتیں کیا ہیں ؟

جواب،، جماعت میں شریک ہونے والے کے لیے (سوائے اقامت کنندہ کے) مستحب ہے کہ اقامت ختم ہو جانے کے بعد اُٹھے نیز صفوں کو آراستہ کرنا اور ہر ایک شخص صفوف کی آراستگی کا حکم دینا بھی مستحب ہے اور صفوں کی ہمواری کا حکم امام دینا خواہ اپنے نایب کے بذریعہ کیوں نہ ہو (آکد یعنی) زیادہ تر موکد ہے صف اوّلیٰ سے مراد یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے اس طرح کھڑے رہیں کہ امام صفوں کے وسطانی حصے کے محاذی ہو بایں طور کہ صف کی ایک جانب دوسری جانب پر زاید نہ ہو اور صفوف میں ہر ایک دوسرے سے متصل اور لگے ہوئے رہیں اور جو جگہ چھوٹ جائے اوس کو بند کریں اور ہر ایک صف کو دوسری سے قریب رکھیں اس طرح سے کہ ہر ایک صف سے دوسری صف تک تین ذراع سے زیادہ فاصلہ نہ ہو اور امام اور پہلی صف کے درمیان بھی تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو اور ہر صف میں سب کے سب

ایک دوسرے کے محاذی اور برابر رہیں کسی ایک کا سینہ وغیرہ اپنے بازو والے سے بڑہا ہوا نہ رہے۔ نیز جبتک کہ ایک صف تمام نہ ہولے دوسری میں آغاز نہ کیا جائے اور امور مذکورہ میں سے کسی ایک امر کا بھی خلاف کرنا مکروہ ہے جس سے جماعت کی فضیلت جاتی رہتی ہے کیونکہ ان امور کا خلاف کرنا (مِنْ حَیْثُ الْجَمَاعَۃ) مکروہ ہے یہ بھی چاہیے کہ دوسری تیسری صف میں کھڑے رہنا شروع کریں تو جس طرح پہلی صف میں ابتداءً امام کے پیچھے کھڑے رہے تھے اوسی طریقہ سے ہو مثلاً اگر کوئی شخص آجائے تو اوس کو چاہیے کہ صفِ اول کے پیچھے امام کے سیدہے ہاتھ کے محاذی کھڑا رہے اور جب دوسرا آجائے تو وہ بائیں جانب استادہ ہوجائے اسطرح سے کہ یہ دونوں صفِ اوّل میں امام کے پیچھے جو شخص ہو اوس کے بالکل پیچھے ہوں۔ اگر کہیں ایسی صورت امام کے لئے پیش آجائے کہ یا تو سترہ ترک ہوگا یا بیچ صفوں کے محاذی کھڑا رہنا نہیں ہوگا تو میرے خیال میں ظاہرا اور مناسب یہی ہوگا کہ وسطِ صفوف کے محاذی کھڑا رہجائے اور سترہ چھوڑ دے کیونکہ تعدیل صفوف اور اوس کا حکم نہ دینا ہر دو من حیث الجماعۃ مکروہ ہیں اور اون کے ترک کرنے سے جماعت کی فضیلت بھی نہیں ملتی ہے بخلاف ترک سترہ کے یعنی بغیر سترہ کے نماز پڑہنا تو صرف خلافِ اولیٰ ہے۔ غور کرلو اس مسئلہ میں بہت سے فقہ کا دعویٰ کرنے والے غلطی کرتے ہیں ۱۲ھ

سوال ،، مردوں کے لئے سب میں افضل کونسی صف ہے ؟

جواب ،، مردوں کے لئے اوّل اوّل کے صفوف یکے بعد دیگرے افضل ہیں اور ہر صف میں افضل جگہ وہی ہے جو امام کے محاذی ہو اور اوس کے بعد ہر ایک صف میں دائیں جانب امام سے جتنا قریب ہو وہ افضل ہے اور اوس کے بعد اوسی صف کے بائیں جانب بھی اسی طرح الاقرب فالاقرب افضل ہے ،،

سوال ،، کس شخص کی امامت اور اوس کی اقتداء کرنا مکروہ ہے ؟
جواب ” فاسق کی امامت اور اُس کی اقتدا نیز جس شخص کی ختنہ نہوئی ہو اُس کی امامت و اقتدا اور مبتدع (بدعتی) کی امامت اور اقتدا کرنا مکروہ ہے۔ اور تاتا کرنے والا یعنی جو شخص قراءت میں کسی ایک حرف کو مکرر پڑھتا ہو اوس کی امامت اور اقتداء کرنا و نیز کسی ایسے مخالف مذہب والے کی اقتداء کرنا بھی مکروہ ہے جو بعض ارکان یا بعض شروط کے وجوب کا اعتقاد نہیں رکھتا ہو ،،

سوال ،، کیا کسی مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا مکروہ بھی ہے ؟
جواب ،، ہاں کسی ایسی مسجد میں جو راستے پر نہ ہو اور اُس کے لئے امام بھی مقرر ہو تو اس امام کی جماعت سے پیشتر یا بعد یا اوسی کے ساتھ مگر اوس کی اقتدا نہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر وقت کی فضیلت فوت ہوجانے کا خوف ہو اور کسی قسم کے فتنہ کا خدشہ بھی نہ ہو تو کراہت نہیں اور یہاں ایک فرع بھی لائق ذکر ہے ،،

سوال ،، فرمائیے وہ فرع کیا ہے ؟
جواب ،، وہ فرع یہ ہے کہ امام کے لئے یہ مسنون ہے کہ نیت باندھتے وقت اور ہر ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر جہراً کہتا جائے اور رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ جہراً کہے اِن کے کہنے میں صرف ذکر کا ارادہ رکھے یا ذکر و تبلیغ ہر دو کا ارادہ رہے ورنہ نماز باطل ہوجائے گی اور سلام پھیرنے سے نماز سے خارج ہونے کا ارادہ کرے۔ نیز سنت ہے کہ مسبوق واجب اور مسنون اذکار میں امام کی موافقت کرے اور افعال میں موافقت کرنا تو واجب ہے اگرچہ وہ افعال و اذکار مسبوق کے لئے محسوب نہ ہوں اور جب امام سلام پھیر دے تو فوراً قیام کرنا واجب ہے البتہ اگر اوس کا بیٹھنا ایسے موقع پر ہو کہ اگر یہ منفرد ہوتا تو وہ موقع اوس کے تشہد اوّل کا ہوتا (مثلاً اگر امام کو تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پالیوے

تو امام سلام پھیرنے کے بعد اوس کے دو رکعت ہوں گے اور گویا اوس وقت اوس کو منفرد ہوتا تو تشہد اوّل پڑھنا ہوتا تو ایسی صورت میں فوراً قیام کرنا واجب نہیں) اور اگر اس کے تشہد اوّل کا موقع نہ ہونے کے باوجود جان بوجکر بیٹھ جائے تو نماز باطل ہوجائے گی۔

فصل نماز قصر کرنے کے بیان میں

سوال،، کیا نماز میں قصر کرنا جائز ہے ؟

جواب،، ہاں جب سبب اور محل اور شرط پائے جائیں تو اوس وقت نماز کو قصر کرنا جائز ہے۔

سوال،، سبب کیا ہے اور سبب کے شرائط کتنے ہیں ؟

جواب،، نماز میں قصر کرنے کا سبب سفر ہے اور سفر کے چار شروط ہیں (۱) سفر کی انتہا اور غایت معلوم ہو تا کہ ابتدائے سفر میں اوس مسافت کو طے کرنے کی نیت کر لیوے پس جو شخص ھائم ہو (یعنی بلا تعین مقامِ مقصود گھومتا ہو) خواہ عرصہ دراز تک کیوں نہ ہو۔ اور قرضدار اور فرار شدہ غلام کی طلب و جستجو کے لئے جو شخص نکلے جبکہ اوس کا مقام و موضع معلوم نہ ہو اگرچیکہ اوس کا سفر طویل ہو قصر نماز نہیں کرسکتا اور غیر مستقل نیت والا بھی قصر نہیں کرسکتا ہے جیسے غلام یا زوجہ جن کو مقام مقصود معلوم نہ ہو البتہ دو مرحلوں کے بعد سے یہ دونوں قصر کرسکتے ہیں (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ سفر طویل ہو پس ہاشمی اڑتالیس (۴۸) میل تحدیدی صرف جانے کے سفر طویل ہیں اور اس (۴۸) میل کے ہی دو مرحلے ہوتے ہیں لدوا اونٹ کی چال کے لحاظ سے۔ (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ سفر صحیح اغراض کے لئے ہو جیسے تجارت زیارت (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ سفر کسی معصیت کے لئے نہ ہو مثلاً اگر زنا، یا سرقہ کے لئے سفر کیا جائے تو قصر نہیں کیا جاسکتا۔

قصر کہتے ہیں چار رکعتی فرض میں دو رکعت پڑھنے کو ،،

سوال ،، سفر کی ابتداء کب سے ہوتی ہے اور انتہا کب ؟

جواب ،، جن شہروں کو فصیل ہو انمیں سفر کی ابتداء فصیل سے خارج ہوتے ہی ہوگی اور جن میں فصیل نہ ہو اون میں سفر کی ابتداء آبادی سے نکلتے ہی ہوگی اور اگر سفر دریائی ہو تو کشتی میں سوار ہوتے ہی سفر کی ابتداء ہوگی اور خیام (ڈیرے) میں رہنے والوں کے سفر کی ابتداء اون کے خیموں سے نکلتے ہی ہوگی اور جن جن مقامات سے سفر کی ابتداء کا شمار کیا گیا ہے اپنے وطن میں پھر وہیں پہونچنے سے سفر کی انتہا ہوگی (یعنی مقیم ہو جائے گا) اور جو مستقل شخص مسافت قصر کو پہونچنے سے پہلے راستے میں ٹھہر جا کر اپنے وطن کو رجوع کرنے کی نیت کرلے تو سفر کی انتہا ہو جائے گی - نیز جو شخص کسی مقام پر مطلقاً (بلا تعین مدت) اقامت کر لینے کی نیت کرے یا کامل چار یوم (سوائے ٹھیرنے اور کوچ کرنے کے دو روز کے) مقیم رہنے کا ارادہ کرے تو ایسے مقام پر پہونچتے ہی سفر کی انتہا ہو جائے گی و نیز کسی ضرورت کے لئے کسی مقام پر رہ جائے اور وہ ضرورت کامل چار دن ہی میں تمام ہوگی تو تب بھی قصر کی اجازت نہیں البتہ اگر کسی مقام پر ضرورت کے لئے رہا اور آجکل آجکل میں وہ کام نکلنے کی امید میں زیادہ دن رہنا پڑا تو ایسی صورت میں کامل اٹھارہ یوم تک قصر کی اجازت ہے ،،

سوال ،، محل قصر کیا ہے اور اوس کے کیا شرائط ہیں ؟

جواب ،، محلِ قصر نماز ہے یعنی نماز میں قصر کر سکتے ہیں اور اوس کے تین شرط ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ مفروضہ نماز ہو منذورہ یا نفل نماز میں قصر نہیں ہے - دوسری شرط یہ ہے کہ جس فرض نماز میں قصر کرنا چاہے وہ چار رکعتی ہو اگر تین یا دو رکعت والی ہو تو قصر نہیں کیا جا سکتا - تیسری شرط یہ ہے کہ وہ نماز ادا ہو یا سفرِ (قصر) ہی کی فوت شدہ ہو اور اسی میں قضا کی گئی ہو ،،

سوال،، قصر کرنے کے شرائط کتنے ہیں ؟

جواب،، نماز قصر کرنے کے شرائط چھ ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ قصر کرنے والا قصر نہ کرنے والی کی اقتداء اوس کی نماز کے کسی جز میں بھی نہ کرے (مثلاً اگر کوئی شخص جو مسافر نہ ہو نماز کا جز مثلاً تشہد اخیر تمام کر رہا ہو تو اوس کی بھی اقتدا نہ کرے) دوسری شرط یہ ہے کہ مشکوک سفر والے کی اقتدا نہ کرے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی قصر کی نیت کرے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ ایسے امور سے نماز ختم ہونے تک احتراز کرے جو نیت قصر کے منافی ہوں۔ پس اگر نماز کے قصر یا تمام کرنے میں شک و تردد کرے تو ایسی صورت میں نماز کو تمام کرے قصر نہیں۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ ابتدائے نماز سے ختم نماز تک سفر برقرار رہے چھٹویں شرط یہ ہے کہ قصر کے جائز ہونے کا علم رہے اگر جواز قصر کو نہ جاننے والا قصر کرے تو اوس کی نماز درست نہ ہوگی،،

سوال،، سفر میں نمازیں تمام کرنا افضل ہے یا قصر کرنا ؟

جواب،، نمازوں کو بالتمام ادا کرنا افضل ہے البتہ اگر سفر تین یا اس سے زاید مرحلوں کا ہو تو قصر کرنا افضل ہے۔ نیز جس شخص کے دل میں قصر کرنے سے کسی قسم کی کراہت ہو تو اس صورت میں بھی نمازوں کو قصر کرنا ہی افضل ہے،،

فصل دو نمازوں کو سفر یا بارش کی وجہ سے جمع کرکے پڑھنے کے بیان میں

سوال،، جس سفر میں قصر کرنا جائز ہو اوس میں دو فرض نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب،، ہاں جو مسافر قصر کر سکتا ہو اس کے لئے جائز ہے کہ ظہر اور عصر میں جمع تقدیم یا جمع تاخیر کرلے نیز مغرب اور عشاء میں بھی جمع تقدیم یا جمع تاخیر

کرسکتا ہے اور نماز جمعہ میں بھی صرف جمع تقدیم مثل ظہر کے کرسکتا ہے بشرطیکہ (مجمعہ مغنیۃ عن الظہر ہو یعنی) جمعہ اس طرح سے ادا کیا گیا ہو کہ پھر ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہی ہو ورنہ نہیں،، اب رہا جمع تاخیر تو جمعہ میں ممنوع ہے کیونکہ نماز جمعہ کی ادائی اور اسکا وقوع ظہر کے وقت میں ہونا بھی منجملہ اوس کے شرائط صحت کے ایک شرط ہے کما یاتی،،

سوال،، کیا اس قسم سے جمع کرنے کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں ؟

جواب،، جمع تقدیم کے لئے چار شرائط ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ پہلی نماز کو پہلے ادا کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ پہلی نماز میں (خواہ اوس سے سلام پھیرتے وقت) ہر دو نمازوں کے جمع کرنے کی نیت کرلے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ہر دو نمازوں کو پے در پے ادا کرے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ دوسری نماز کی نیت باندھنے تک سفر برقرار رہے اور جمع تاخیر کے لئے صرف دو ہی شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ جمع تاخیر کی نیت ایسے وقت میں کرے جس میں پہلی نماز کی کامل طور پر ادائی کا وقت باقی رہے یا بر بنائے قول ابن حجر رح پہلی نماز کی صرف ایک رکعت کا وقت رہے تک بھی جمع تاخیر کی نیت کرسکتا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ہر دو نمازیں ختم ہونے تک سفر باقی رہے ورنہ پہلی نماز قضاء ہو جائیگی،،

سوال،، کیا مقیم بھی دو فرض نمازوں کو بارش کے عذر سے جمع کرسکتا ہے یا نہیں،،

جواب،، ہاں مقیم بارش کے عذر سے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی صرف جمع تقدیم کرسکتا ہے۔ ان میں بھی جمع تقدیم کے جملہ شروط سوائے شرط اخیر کے ضروری ہیں نیز یہ بھی شرط ہے کہ جمع تقدیم جماعت کے ساتھ کی جائے (منفرد کو بارش کے عذر سے جمع تقدیم کرنا جائز نہیں ہے) اور مسجد یا مصلی مکانوں سے اس قدر دور ہو کہ وہاں سے آنے میں بارش کی وجہ سے ہر ایک کو راستہ میں تکلیف ہوگی اور یہ بھی مشروط ہے کہ ہر دو نمازوں کی تکبیر تحریمہ اور پہلی نماز کے سلام کے وقت بارش موجود رہے۔ نیز بارش کا سلسلہ ہر دو نمازوں کے درمیان اور اس کا اتصال دوسری نماز کی تکبیر تحریمہ سے

ہونا بھی ضروری ہے ،،

فصل نماز جمعہ کے بیان میں

مفروضہ نمازوں کے وجوب اور صحت کے جو شرائط ہیں وہی جمعہ کے بھی ہیں لیکن ان کے سوائے اور بھی نماز جمعہ کے واجب اور منعقد اور صحیح ہونے کے لئے چند خاص امور ضروری اور مشروط ہیں۔ اس لئے بالتفصیل بیان ہوا چاہتا ہے۔ پس نماز جمعہ کے شرائط وجوب جس شخص میں پائی جائیں یعنی جمعہ جس پر واجب ہو اور اوس کے انعقاد وصحت کے جملہ شروط اوس میں پائے جائیں تو اس پر نماز جمعہ بروز جمعہ فرض عین ہے۔ قول جدید یہ ہے کہ جمعہ کے دو رکعت ہی مستقل اور اصلی و کامل فرض ہیں یہ نہیں کہ ظہر کی چار رکعتوں کا قصر کیا گیا ہے۔ اور جمعہ کے دو ہی رکعت ہونا بدیہیات دینی سے ہے ،،

سوال ،، جمعہ کی نماز کتنے شرائط سے واجب ہوتی ہے ؟

جواب ،، نماز جمعہ سات شرطوں سے واجب ہوتی ہے (۱) اسلام یعنی جمعہ پڑھنے والا مسلمان ہو (۲) بلوغ یعنی بالغ ہونا (۳) عقل یعنی عاقل ہو دیوانہ نہیں (۴) حریت یعنی حر ہو غلام نہیں (۵) ذکورت یعنی مرد ہو عورت نہیں (۶) اقامت یعنی نماز جمعہ جہاں ادا کیجائے وہیں کا باشندہ ہو یا ایسے مقام کا رہنے والا ہو جہاں سے جمعہ کی اذاں سنائی دے (۷) بیمار وغیرہ نہ ہو مثلاً جو اعذار جمعہ و جماعت کی فصل میں بیان کئے گئے ہیں وہ بھی نہ پائی جائیں ،،

سوال ،، نماز جمعہ کا انعقاد کتنے شرائط سے ہوتا ہے ؟

جواب ،، نماز جمعہ کے انعقاد کی چھ شرطیں ہیں (۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) حریت (۵) ذکورت (۶) استیطان یعنی جمعہ جہاں ادا کیا جائے وہیں کا رہنے والا ہو اور موسم گرما یا سرما میں سوائے ضرورت کے وہاں سے کہیں نہ جاتا ہو ،،

سوال ،، استیطان کس طرح حاصل ہوتا ہے ؟
جواب ،، استیطان دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے ایک تو یہ کہ مستقل مکلف کسی شہر یا گاؤں میں ہمیشہ کے لئے تمام عمر رہنے کی نیت کرلے اور وہاں سے بلا ضرورت کہیں نہ جائے البتہ اگر ضرورت لاحق ہو جیسے تجارت یا زیارت تو جا سکتا ہے۔ دوسری یہ کہ ایسے شخص پر اس قسم کی نیت کرنے کے بعد ایک سال کامل اس طرح گذرے کہ وہ سوائے ضرورت کے اپنے وطن سے کہیں نہ گیا ہو۔ اور مستقل مکلف کہنے سے ظاہر ہوگیا کہ جو شخص اپنے متبوع کے ارادے کا تابع ہو جیسا کہ فوجی سپاہی جس کا نام دفتر میں کچھ اجرت کے بدلے لکھا ہوتا ہے وہ مستقل طور پر بذات خود استیطان کی نیت کر نہیں سکتا کیونکہ اوس کے متبوع کو یہ اختیار ہے کہ جہاں کہیں جب کبھی چاہے اوس کو منتقل کرے اور استیطان اس امر کا مقتضی ہے کہ اوس کی نیت کرنے والا خود مختار اور حُر الارادہ ہو ظاہر ہے کہ فوجیوں کی حالت ایسی نہیں ہے (پس ثابت ہوگیا کہ فوجی مستوطن نہیں اور جب استیطان نہ رہا تو جمعہ کا انعقاد کیسے ہو سکتا ہے ؟؟

سوال ،، نماز جمعہ کتنے شرائط سے صحیح ہوتی ہے ؟
جواب ،، نماز جمعہ کی صحت کے لئے سات شرطیں درکار ہیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ جمعہ اور اوس کے دونوں خطبے ظہر کے وقت میں ادا کئے جائیں پس اگر اتنے وقت کی گنجایش نہ ہو تو ظہر کی نیت باندہیں نیز اگر نماز جمعہ فوت ہو جائے تو پھر اوس کی قضا نہیں کیجا سکتی بلکہ ظہر قضا کی جائے (ظہر کے بدلے جمعہ کے بدلے نہیں) (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ پڑھنے والوں کی بستی یا شہر ہی میں جمعہ قایم کیا جائے (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ جس بلدہ میں جمعہ قایم کیا گیا ہو اوس سے پہلے یا اوس کے ساتھ اُسی بلدہ میں دوسرا جمعہ نہ ہونے پائے البتہ اگر ایک ہی جگہ جمع ہو کر جمعہ ادا کرنے میں دشواری ہو تو مضائقہ نہیں (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ پہلی رکعت میں جماعت کیساتھ ادا کیجائے

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ جمعہ پڑھنے والے چالیس آدمی ایسے ہوں جن پر جمعہ فرض ہو خواہ امام کو ملاکر چالیس کیوں نہ ہوں (۶) چھٹویں شرط یہ ہے کہ یہ کامل تعداد خطبۂ اولیٰ کی ابتداء سے ان سب کی نماز ختم ہونے تک موجود رہے پس اگر ان چالیس آدمیوں میں سے کسی ایک کو بھی نیت کر لینے کے بعد اور اپنے سلام سے پیشتر اگرچیکہ دوسرے اشخاص سلام پھیر چکے ہوں حدث ہو جائے تو سب کا جمعہ باطل ہو گا (۷) ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز سے پہلے اوس کے دونوں خطبے مع ارکان و شروط ادا کئے جائیں،،

سوال،، خطبتین کے ارکان کتنے ہیں ؟

جواب،، خطبتین کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی حمد کرنا (۲) آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا ان دونوں ارکان کے الفاظ مقررہ کہنا ضروری ہے مثلاً رکن اوّل میں الحمد للہ یا نحمد اللہ یا احمد اللہ کہے اور رکن دوم میں مثلاً اللھم صل (یا صلی اللہ) علی سیدنا محمد کہا جائے (۳) خوف خدا کی وصیت کرنا اس کے الفاظ مقرر نہیں ہیں اور یہ ہر سہ ارکان دونوں خطبوں میں ادا کرنا واجب ہے (۴) پہلے یا دوسرے خطبے میں ایک آیت (مُفْهِمَة) پڑھنا لیکن خطبۂ اولیٰ کے اختتام پر پڑھنا مسنون ہے (۵) عام طور پر مرد و زن سب مسلمانوں کے لئے اخروی دعا کرنا لیکن خطبۂ ثانیہ میں کرنا اوّلیٰ ہے یا خاص طور پر حاضرین کے لئے دعا کرنا خواہ انہی چالیس آدمیوں کے لئے کیوں نہ ہو جن سے جمعہ کا انعقاد ہوا ہے نیز ہر دو خطبوں کے ارکان میں ترتیب بھی مسنون ہے کما ذکرنا،،

سوال،، خطبتین کے شرائط کتنے ہیں ؟

جواب،، خطبتین کے شرائط دس ہیں ،، خطیب حدث اصغر و اکبر دونوں سے پاک ہو اور اوس کے کپڑے بدن اور جگہ نجاست سے پاک ہو ستر عورت کیا ہوا ہو ہر دو خطبوں کو کھڑے رہکر پڑھنا مگر بحالت عذر کھڑے رہنا شرط نہیں پہلا خطبہ پڑھکر

بمقدار طمانینت بیٹھ جانا بھی شرط ہے لیکن بمقدار سورۂ اخلاص کے بیٹھنا اور اوسی سورہ کو پڑھ لینا اکمل ہے نیز ہر دو خطبوں کے درمیان اور خطبوں اور نماز کے درمیان موالات کرنا بھی شرط ہے یعنی پے در پے ادا کرے اور دونوں خطبے عربی زبان میں ہوں اور جن لوگوں پر جمعہ واجب ہوا ون میں سے چالیس آدمیوں کو دونوں خطبے سنائے اور خطبتین اندرون خِطۂ بلد ہوں اور خطیب ایسا ہو جس کی اقتدا صحیح ہو سکے مثلاً اگر خطیب جاہل یا خنثیٰ ہو تو اوس کا خطبہ درست نہیں "

سوال " نماز جمعہ اور اوس کے خطبتین میں کیا چیزیں مسنون ہیں ؟

جواب " مسنون ہے کہ ہر دو خطبے منبر پر ادا کئے جائیں اگر میسر نہ ہو سکے تو بلند جگہ پر ہوں اور خطیب مسجد میں داخل ہوتے وقت اور منبر پر چڑھتے وقت اور منبر پر چڑھ جانے کے بعد جب حاضرین کی طرف متوجہ ہو اوس وقت بھی حاضرین کو سلام کرنا سنت ہے اور اذان ختم ہونے تک منبر پر بیٹھے رہنا اور لوگوں کی جانب اپنے چہرے سے متوجہ ہونا و نیز خطبہ مختصر اور نہایت سنجیدہ بلیغ اور ایسا ہو جو سمجھ میں آسکے اور خطیب کو چاہئے کہ اپنے بائیں ہاتھ میں بوقت خطبہ تلوار یا عصا رکھے اور دایاں ہاتھ منبر پر رکھے اور سنت ہے کہ اترتے وقت دیری نہ کرے اور مکروہ ہے خطبہ پڑھتے وقت ادھر اُدھر دیکھنا اور تلوار یا عصا سے منبر پر مار کر آواز کرنا ۔ اور مسنون ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ یا سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقین یا سورۃ الغاشیہ پڑھا جائے اور جمعہ میں سورۂ فاتحہ و دیگر سورہ جہراً پڑھا جائے خواہ مسبوق اپنی دوسری رکعت کے لئے کھڑا کیوں نہ ہو وہ بھی اسی طرح جہر سے پڑھے "

فصل جمعہ کی سنتوں کے بیان میں

سوال ” جمعہ کے لئے کیا کیا چیزیں مسنون ہیں ؟

جواب ” جمعہ میں حاضر ہونے والے کے لئے غسل کرنا سنت ہے جس کا ذکر سابق میں بھی ہو چکا ہے اور اس کا وقت صبح صادق سے ہے لیکن نماز کو جانے کے قریب غسل کرنا افضل ہے اگر جمعہ کی ادائی سے مایوسی ہو جائے تو غسل کی فوت ہو جاتا ہے اور سوائے امام کے دیگر نمازیوں کو طلوع فجر سے مسجد کو جلدی کر کے جانا اور سفید کپڑے پہننی اور خوشبو لگانی اور بردباری و وقار و سکینہ سے چلنا اور راستے اور مسجد میں ذکر کرتے یا پڑھتے رہنا اور خطبے کے وقت گفتگو چھوڑ کر نہایت سکوت و خاموشی سے سننا۔ سامع اگر ذکر بھی کر رہا ہو تو بوقت خطبہ ذکر چھوڑ دینا مسنون ہے اور غیر سامع کو مثلاً اگر خطیب سے زیادہ فاصلے پر ہونے کی وجہ سے خطبہ سنائی نہ دے تو گفتگو نہ کرنا سنت ہے ذکر کر سکتا ہے۔ اور بوقت خطبہ حاضرین احتیار (یعنی حبوہ) کر کے بیٹھنا اور داخل ہونے والا سلام کرنا مکروہ ہے لیکن سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے اور چھینک نے والا جبکہ خدا کی حمد کرے یعنی الحمد للہ کہے تو سامع یرحمک اللہ کہنا اور پھر چھینک نے والا اوس کو یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہنا مستحب ہے اور شب و روز جمعہ میں سورۂ کہف پڑھنا و نیز متعدد بار یا کم تر تین بار پڑھنا بھی سنت ہے اور شب و روز جمعہ میں آنحضرت صلعم پر درود کثیر بھیجنا یا کم تر تین سو بار درود پڑھنا اور بہت دعا کرنا بھی مسنون ہے۔ امام خطبتین سے پیشتر منبر پر بیٹھنے سے سلام پھیرنے تک جو درمیانی وقت ہے اوسی میں اجابت دعا کا مقبول وقت ہونیکی زیادہ تر امید ہے۔ حاضرین پر سے صفیں پھلانگ کر آگے بڑھنا مکروہ ہے جسے تخطی عرقاب کہتے ہیں البتہ امام اور اوس شخص کے لئے جس کے

آگے صفوں میں کچھ جگہ رہگئی ہو تو انکی تخطی رقاب مکروہ نہیں نیز اگر کوئی بزرگ بندۂ خدا کو کوئی خاص جگہ مالوف ہو تو اوس کی تخطی رقاب بھی مکروہ نہیں۔ جمعہ کی اذانِ دوم شروع ہوتے ہی جن اشخاص پر جمعہ لازم ہو اُن پر حرام ہے کہ وہ خرید و فروخت وغیرہ میں مصروف و مشغول ہوں بریں ہم اگر بیع و شرا ایسے وقت میں ہوجائے تو صحیح ہے اور اذانِ دوم سے پہلے اور زوال کے بعد خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے،،

فصل اس بیان میں کہ جمعہ کسطرح حاصل ہوتا ہے

سوال،، جمعہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جواب،، جب تک کہ ایک رکعت نہ ملے جمعہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ پس اگر مسبوق دوسری رکعت کے رکوع میں جمعہ کے امام کو پائے اور صرف سجدۂ دوم تک بہ بنائے قول رملی رحمہ اور سلام تک بر بنائے قول ابن حجر رحمہ اوس کے ساتھ مستمر رہے اور امام سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت لالیوے تو اوس کا جمعہ تمام ہوجائے گا جمعہ کے امام کو پانا رملی رحمہ کے پاس قید ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص مسبوق کی اقتدا اس رکعت میں کرنا چاہیے جس کے لئے وہ کھڑا ہوا ہے تو رملی رحمہ کے پاس ایسی صورت میں اگرچہکہ مسبوق کے ساتھ اس شخص کو رکعت ملجائے مگر جمعہ نہیں ملیگا بلکہ اوس کی یہ نماز ظہر ہوجائے گی۔ قلیوبی رحمہ کا قول ہے کہ یہ حکم اوس صورت میں ہوگا جبکہ مسبوق کی اقتدا کرنے والا جاہل ہو ورنہ اُس کی نیت ہی منعقد اور صحیح نہیں ہوگی وجیہ قول یہی ہے بلکہ اس سے بھی بہتر قول یہ ہے کہ ایسے شخص کی مطلقاً نیت درست ہی نہیں خواہ وہ جاہل ہو یا نہ ہو غور ہوا چاہتا ہے۔ ابن حجر رحمہ کے پاس جمعہ کا ہی امام ہونا قید نہیں ہے بلکہ ایک رکعت ملنے پر جمعہ ملجائے گا۔ پس کوئی دوسرا شخص جب مسبوق اپنی دوسری رکعت ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو اوس کی اقتدا کرے اور اس دوسرے سے تیسرا

اور تیسرے کی چوتھا وغیرہ اقتدا کرتا ہوا عصر تک سلسلہ جاری رہے تو سب کے سب کو جمعہ حاصل ہو جائے گا ،،

سوال ،، اگر مسبوق جمعہ کے امام کو دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہے تو اوس کو کیا نیت کرنا چاہیئے ؟

جواب ،، ایسی صورت میں تو جمعہ کی نیت کرنا امام کی موافقت کے لئے واجب ہے لیکن ظہر پڑہے ،،

سوال ،، اگر یہ مسبوق کسی دوسرے ایسے مسبوق کو دیکھے جو امام کے ساتھ ایک رکعت پایا ہے تو اوس کو کیا کرنا چاہیئے ؟

جواب ،، جس مسبوق کو رکعت نہ ملی ہو اور اوس کی نظر کسی دوسرے رکعت پائے ہوئے مسبوق پر پڑے تو اوس پر واجب ہے کہ فوراً اپنی نماز قطع کرکے اس رکعت پائے ہوئے مسبوق کی اقتداء کر لیوے کیونکہ جس شخص پر جمعہ لازم ہوا اور جب تک کہ اوس سے جمعہ کی ادائی ہوسکے اوس وقت تک ظہر تحریمی دکافی ہو نہیں سکتی علامہ ابن حجرؒ جو مسبوق کے پیچھے جمعہ ملنے کے قائل ہیں اون کا قول مختار یہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر ہوسکے تو اوس کو صرف دو رکعت نفل مطلق سمجھکر ادا کر دیوے اور اس کے بعد اوس کی اقتدار کرکے اس کے ساتھ ایک رکعت ادا کرلے اگر اتنا وقت نہ ملسکے تو فوراً نماز قطع کرکے اقتدار کر لیوے الحاصل جب تک کہ اپنی نماز کو قطع نہ کرلے اقتدار جائز و درست نہیں ہوگی کیونکہ بالاتفاق ثابت ہے کہ نماز جمعہ میں ایک مسبوق دوسرے مسبوق کی اقتدار نہیں کرسکتا ہے اس لیئے کہ اس صورت میں ایک جمعہ کے بعد دوسرے جمعہ کا ایجاد ہوگا اور یہ ممتنع ہے۔ رملیؒ کا قول مختار یہ ہے کہ جمعہ کا امام سلام پھیر دینے کے بعد مسبوق کی اقتداء مطلقاً جائز نہیں جیسا کہ ان کے سابقہ اقوال سے ظاہر ہے ،،

سوال:۔ اگر امام کو حدث ہو جائے یا بغیر حدث کے اوس کی نماز باطل ہو جائے یا امامت سے خود بخود نکل جائے مثلاً جمعہ یا دیگر نمازوں میں سے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ نماز جمعہ اور دیگر صلوات میں حکم یہ ہے کہ خود امام یا ماموم کسی ایک مقتدی کو خلیفہ بنالیں لیکن اگر جمعہ کی نماز نہ ہو بلکہ دیگر صلوات ہوں تو خلیفہ مقتدی ہی ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر غیر مقتدی بھی نماز پڑھ رہا ہو تو اوس کو خلیفہ بنا سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ خلیفہ کی نماز امام کی نماز کے موافق ہو اور جو مسبوق خلیفہ بنایا جائے اوس کو لازم ہے کہ امام کی نماز کے نظم و ترتیب کا لحاظ اور اوس کی رعایت رکھے اور مقتدیوں کو ایسی صورت میں نیت اقتداء کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے جبکہ وہ کسی رکن میں خواہ قولی کیوں نہ ہو منفرد نہ ہو جائیں ورنہ جمعہ میں تو استخلاف مطلقاً ممتنع اور دیگر صلوات میں بغیر تجدید نیت کے ممنوع ہوگا، الحاصل جمعہ میں اگر خلیفہ بنایا جائے تو اوس کے حسب ذیل صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو اثنائے خطبے میں ہوگا یا خطبے اور نماز کے مابین ہوگا یا نماز میں ہوگا اگر پہلی صورت ہو تو مشروط ہے کہ خطبے کے ارکان جو کچھ گذر چکے ہیں ان کو خلیفہ سن چکا ہو اور اگر دوسری صورت ہو تو خلیفہ خطبے کے جملہ ارکان سننا شرط ہے کیونکہ جو شخص خطبے کے جمیع ارکان نہ سنا ہو وہ جمعہ والوں میں سے ہی نہیں البتہ جب نماز میں داخل ہوگا تو اوس وقت اوس کا شمار اہل جمعہ میں ہوگا اور اگر تیسری صورت ہو تو اوس کی تین قسمیں ہوں گی قسم اوّل یہ ہے کہ امام کی اقتدا کرنے سے پیشتر خلیفہ کا استخلاف کیا گیا ہو اور یہ صورت مطلقاً ممتنع ہے۔ قسم دوم یہ ہے کہ خلیفہ امام کو قیام اوّل یا رکوع اول میں پالیا ہو تو ایسی صورت میں خلیفہ اور جملہ مقتدیوں کو جمعہ حاصل ہو جائیگا۔ پس امام اپنے کسی ایک مقتدی کو خلیفہ بنا دے تو فهو المراد ورنہ مقتدیوں کو لازم ہے کہ کوئی ایک آگے بڑھ جائے۔ (از بشریٰ الکریم)

قسم سوم یہ ہے کہ خلیفہ امام کو حدث سے پہلے رکوع اوّل کے بعد پایا ہو تو ایسی صورت میں ابن حجرؒ کے پاس استخلاف جائز ہی نہیں۔ کیونکہ جمعہ اوسی وقت حاصل ہوگا جبکہ وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پائے اور سلام تک اوس کے ساتھ مستمر رہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ امام کے ساتھ سلام تک مستمر نہیں رہا ہے اس لئے واجب ہے کہ اس کے سوائے کوئی ایسا مقتدی آگے بڑھے جو امام کے ساتھ رکعتِ اولیٰ کا رکوع پایا ہو بریں ہم اگر یہ شخص آگے بڑھ جائے تو سوائے اس کے سب کا جمعہ صحیح ہوگا رملیؒ کے پاس اگر خلیفہ دوسری رکعت کا رکوع اور سجدتین پالینے کے بعد بھی استخلاف کیا جائے تو جمعہ حاصل ہوجائیگا،، (از بشری الکریم)

فصل نماز خوف کے بیان میں

سوال،، بیان کیجئے کہ نماز خوف کس طرح ادا کی جائے؟

جواب،، جب مسلمانوں کا کفار کے ساتھ مقابلہ ہو اور سخت گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو یا غنیم کے حملہ کرنے کا خوف لگا رہے یا ناحق قید کردئے جانے یا دشمن یا درندے کے خوف سے بھاگنا پڑے یا کسی ظالم کو اپنی عزت و آبرو یا مال و متاع کی حفاظت کے لئے روکے تو ان سب صورتوں میں نماز کو وقت سے ٹالنا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ جس طرح ممکن ہو نماز ادا کردین اور پھر اعادہ نہیں ہے۔ بوقت قتال یہ عذر ہے کہ اگر استقبال قبلہ نہ کیا جائے یا افعال کثیرہ صادر ہوجائیں یا سواری پر سوار ہوں تو مضائقہ نہیں نیز رکوع و سجود بھی اشارۃً ادا کرسکتا ہے لیکن سجدے کے لئے رکوع سے زیادہ سرنگوں ہووے۔ مگر نماز میں قتال کے عذر سے شور و غوغا یا گفتگو کرنا عذر نہیں ہے بلکہ نماز باطل ہوجائے گی۔ اگر حج کے فوت ہونے کا خوف ہو تو نماز کو اس طرح سے ادا کرنا ممنوع ہے بلکہ نماز کو چھوڑ دیکر فوراً حج کی ادائی میں مصروف ہوجانا واجب ہے

اور بعد ازاں نماز قضاء کر لیوے "

فصل لباس وغیرہ کے بیان میں

سوال،، ریشم کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب،، ریشمی کپڑوں کا استعمال (خواہ قز کے کیوں نہ ہوں) حرام ہے (قز حریر کی ہی ایک قسم ہے جس کے بنانے کے بعد کیڑا زندہ ہی نکلتا ہے) اور جس کپڑے میں حریر یا قز باعتبار وزن کے غیر حریر سے زاید ہو اوس کا استعمال بھی ہر مرد و خنثیٰ پر حرام ہے (البتہ اگر کمتر یا ہم وزن ہو تو جائز ہے) اور سخت گرمی یا سردی سے ضرر کا اندیشہ ہو اور دوسرا کپڑا نہ مل سکے تو استعمال کیا جا سکتا ہے نیز اگر سوکھی خارش ہو جائے یا جوئیں پڑ جائیں تو بھی حریر و قز کا استعمال کر سکتے ہیں کمسن بچہ خواہ قریب البلوغ کیوں نہ ہو اور دیوانے کو اون کا ولی ریشمی کپڑے اور زر و سیم کے زیورات پہنانا جائز ہے ریشم سے حسب عادت مروجہ سنجاف لگانی یا دیگر قسم کے کپڑوں پر ریشمی کام کرنا یا خوبصورتی کے لئے پیوند لگوانا جائز ہے بشرطیکہ تینوں قسموں میں چار انگل یا اوس سے کمتر ہو۔ اور تکیوں میں ریشم بھر دینا یا جبہ وغیرہ کو ریشمی استر لگانا ریشمی تاگے سے سینا تسبیح کا ڈورا ریشمی رکھنا اور ریشم پر کوئی اور کپڑا بچھا کر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ اور کعبۃ اللہ شریف (زاد اللہ الحرمین شرفًا و تعظیمًا) کا غلاف ریشمی چڑھانا جبکہ اوس میں زر و سیم نہ ہو جائز ہے۔ رملی رحمہ کا قولِ مختار یہ ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام کے قبور کے بھی غلاف حریر کے چڑھانا جائز ہے۔ اور مرد و خنثیٰ پر زعفرانی کپڑوں کا استعمال حرام ہے۔ ہر مرد کے لئے مسنون ہے کہ چاندی کی انگشتری جس کا وزن ایک مثقال سے کم ہو انگلی میں پہنے اور سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہننا افضل ہے (ایک مثقال کا وزن ۴½ ساڑھے چار ماسے ہے) بدن کے کپڑے ٹخنوں کے

نیچے تک اترے رہنا مکروہ ہے (خواہ پاجامہ ہو یا تہبند یا جبہ یا قمیص) اگر غرور وتکبر کے لیئے ہوں تو حرام ہے اور نجس شئے کے روغن سے چراغ روشن کرنا جائز ہے البتہ اگر نجاست غلیظ ہو جیسے سگ وخنزیر کی چربی تو اوس سے چراغ جلانا جائز نہیں نیز متنجس کپڑے غیر اوقات نماز میں پہننا بشرطیکہ مرطوب نہ ہوں جائز ہے لیکن نجس العین کا پہننا جائز نہیں البتہ اگر بحد ضرر دہ گرمی یا سردی ہو تو پہننا جائز ہے

فصل عیدین کی نماز کے بیان میں

سوال،، عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے ؟

جواب،، عیدین کی نماز سنت موکدہ ہے اور اوس کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے لیکن آفتاب بظاہر ایک برچھے برابر بلند ہو جانے تک موخر کرکے پڑھنا سنت ہے اور عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنا مسنون ہے البتہ اگر مسجد ناکافی ہو تو دوسری جگہ پڑھی جائے ۔ نیز عیدین کی شب کو عبادت الہٰی کرتے ہوے احیاء کرنا اور عیدین میں غسل کرنا اور زینت وآراستگی اور خوشبو لگانی بھی مسنون ہے ۔ غسل وغیرہ کا وقت آدھی رات سے ہی داخل ہو جاتا ہے لیکن اوس کو فجر کے بعد کرنا افضل ہے ۔ اور بوڑھی عورت اپنے خاوند کی اجازت سے روزمرہ کام کاج کے وقت پہنے جانے والے کپڑوں میں نماز عید کو بغیر خوشبو لگائے جانا بھی سنت ہے اور سوائے امام کے دیگروں کے لئے مسنون ہے کہ نماز کے لئے فجر سے ہی علی الصباح جلد پہنچ جائیں اور نماز کو جاتے وقت پیادہ جانا اور واپسی میں چھوٹے اور قریب کے راستے سے آنا بھی سنت ہے البتہ حج اور جہاد کو جاتے وقت سواری پر جانا مسنون ہے اور امام کے لئے مسنون ہے کہ عید الضحٰی کی نماز جلدی سے اور عید الفطر کی نماز

کچھ تاخیر کرکے پڑھائے۔ نیز عید الفطر میں نماز کے پیشتر کچھ کھالینا اور خاص طور پر کھجور کھانا اور طاق عدد کھانا مثلاً تین پانچ سات اور عید الضحیٰ میں قبل نماز کچھ نہ کھانا بھی سنت ہے۔

سوال،، عیدین کی نماز کے کتنے رکعتیں ہیں؟

جواب،، عیدین کی نماز کے دو دو رکعت ہیں اکمل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں دعائے استفتاح اور تعوذ کے درمیان سورۂ فاتحہ سے پہلے رفع یدین کرتا ہوا سات بار تکبیر یعنی اللّٰہ اکبر کہتا جائے اور رکعت ثانیہ میں پانچ بار تکبیر کہے۔ مسبوق کو جتنے تکبیرات ملیں صرف اتنے ہی کرے اور پہلی رکعت میں سورۂ ق یا سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ اقتربت یا سورۂ غاشیہ پڑھنا بھی سنت ہے۔ اور مسنون ہے کہ ہر دو تکبیرات کے درمیان آہستہ (باقیات الصالحات یعنی سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہتا جائے اور سیدھا ہاتھ بائیں پر رکھتا جائے اور نماز کے بعد امام دو خطبے مثل جمعہ کے خطبوں کے ارکان و سنتیں میں حاضرین کو سنائے خطبتین کے پہلے کچھ تھوڑی سی دیر بیٹھ جائے اور دونوں خطبوں میں حسب ضرورت و حالت مناسب موقع امور بیان کرے خطبۂ اولیٰ کی ابتدا (نو) پے درپے تکبیرات سے کی جائے اور ثانیہ کی ابتداء سات متوالی تکبیرات سے،،

سوال،، تکبیرات عیدین کا کیا حکم ہے؟

جواب،، حکم اوس کا یہ ہے کہ حاجیوں کے سوائے دیگروں کے لئے اگر مرد ہوں تو عید کی رات غروب آفتاب کے بعد سے رفع حاجت کے سوائے دیگر اوقات میں راستوں وغیرہ میں آواز سے تکبیر کہنا مسنون ہے خصوصاً ازدحام کے وقت سنت موکدہ ہے اور امام نماز کی نیت باندھنے تک اس تکبیر کو جاری رکھنا چاہئے۔ اس تکبیر کو تکبیر مُرسَل یا تکبیر مطلق کہتے ہیں اس کو اذکار نماز کے بعد کہنا مسنون ہے

اور حجاج یوم نحر کی ظہر سے آخر ایام تشریق کی صبح کے بعد تک کریں" اور غیر حاجی ابن حجرؒ کے پاس عرفہ کی صبح سے اور رملیؒ کے پاس عرفہ کی فجر سے آخر ایام تشریق کی عصر کے بعد تک ابن حجرؒ کے پاس اور آخر ایام تشریق کے غروب آفتاب تک رملیؒ کے پاس ہر نماز کے بعد فرض ہو یا نفل ادا ہو یا قضاء جنازہ ہو یا منذورہ تکبیر کہنا سنت ہے اگر تکبیر کو بھول جائے تو جس وقت یاد آ جائے کر لیوے اس تکبیر کو تکبیر مقید کہتے ہیں اذکار نماز کے پہلے اس تکبیر کو کہنا مسنون ہے۔ بہتر اور مشہور صیغۂ تکبیر یہ ہے،،

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلاً لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لا الٰہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ،، ترجمہ اللہ بہت بزرگ ہے اللہ بہت بزرگ ہے اللہ بہت بزرگ ہے خدا کے سوائے کوئی لائق عبادت نہیں اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے اللہ بہت ہی بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے بہت تعریفیں ہیں اور ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں صبح و شام اللہ کے سوائے کوئی لائق عبادت نہیں اور ہم اوس کے سوائے کسی کی عبادت نہیں کرتے درآنحالیکہ سچے دل سے اوس کے فرمانبردار ہیں اگرچہ کہ کافروں کو ناگوار گذرے۔ نہیں ہے کوئی لائق عبادت اللہ کے سوائے وہ ایک ہے اور اوس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنی جماعت کو عزت بخشا اور کافروں کے گروہوں کو تنہا شکست دیا اللہ کے سوائے کوئی لائق عبادت نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں،،

اور ایام معلومات یعنی ذی الحجہ کی دسویں تک اگرچہ چوپائے بھی دکھائی دیں تو ایک بار

تکبیر کہنا سنت ہے۔ اگر رمضان کی ۳۰ تیس تاریخ کو قبل زوال یہ شہادت دیجائے کہ شب گذشتہ ہی کو رویت ہلال ہو چکی ہے تو روزہ توڑ کر نماز عید ادا پڑھ لیجائے اور اگر رویت ہلال کی شہادت بعد زوال دیجائے اور قبل غروب شہادت قبول کی گئی ہے تو نماز فوت ہوئی قضا کر لیجائے اور اگر بعد غروب شہادت مقبول ہو تو آیندہ کل ادا پڑھی جائے ''

فصل کسوف آفتاب و خسوف ماہتاب کی نماز کے بیان میں

سوال '' کسوف و خسوف کی نماز کا کیا حکم ہے ؟

جواب '' کسوف و خسوف کی نماز سنت موکدہ ہے اور ہر ایک کے دو دو رکعت ہیں اور ہر ایک رکعت میں ایک قیام اور ایک قرارت (یعنی سورۂ فاتحہ) اور ایک رکوع زاید کرنا اور رکوع و سجود و قیام میں طول دینا اور با جماعت ادا کرنا اور خصوصیت کے ساتھ مسجد میں پڑھنا اور خسوف میں جہراً اور کسوف میں سراً پڑھنا مستحب ہے۔ نماز کے بعد دو خطبے جمعہ کے خطبوں کے مانند ارکان و سنن میں ادا کئے جائیں خطبوں میں لوگوں کو کار خیر کی ترغیب و تحریص دلائی جائے اور صدقہ و خیرات کے لئے اُبھارا جائے اور توبہ و استغفار کریں اور نماز کسوف شروع کئے جانے سے پہلے اگر گرہن یقیناً صاف ہو جائے یا گرہن باقی رہتے ہوئے غروب ہو جائے تو اس نماز کا وقت فوت ہو جاتا ہے۔ اور نماز خسوف شروع کئے جانے سے پیشتر اگر یقیناً انجلاء ہو جائے یا کچہ آفتاب طلوع ہو جائے تو اس کا وقت بھی فوت ہو جاتا ہے۔ اگر چاند کا گرہن باقی رہتے ہوئے فجر ہو جائے یا رات میں خسوف ہو کر رات ہی میں غروب ہو جائے تو نماز کا وقت فوت نہیں ہوگا بلکہ نماز

پڑھ سکتے ہیں۔ اگر کئی نمازیں جمع ہوجائیں اور اون کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے فرض عین کو مقدم کریں اگرچیکہ وہ نمازیں منذورہ کیوں نہ ہوں اور اوس کے بعد نماز جنازہ پڑہی جائے۔ البتہ اگر میت کے متغیر ہونے کا خوف ہو تو فرض عین سے پہلے خواہ جمعہ کی نماز کیوں نہ ہو نماز جنازہ پڑہنا واجب ہے۔ اگرچیکہ نماز جنازہ مقدم کرنے سے فرض عین کا وقت نکلجائے بعد ازاں نماز عید پھر نماز کسوف پڑہیں اور اگر وقت کی گنجایش ہو تو نماز جنازہ مقدم کی جائے اور اوس کے بعد نماز کسوف پڑہیں۔ اور اگر زلزلہ ہوجائے یا سخت بجلیاں چمکنے لگیں یا شدت کی ہوا چلے تو دو رکعت منفرد پڑہنا بھی مسنون ہے ؎

فصل احکام استسقاء کے بیان میں

سوال ،، استسقاء کا کیا حکم ہے ؟

جواب ،، استسقاء کا حکم یہ ہے کہ بوقت ضرورت یعنی جب کسی سال بارش نہ ہو یا تالاب کنوئیں خشک ہوجائیں جس سے قحط سالی کی نوبت آجائے تو ایسے وقت میں استسقاء سنت موکدہ ہے اقل استسقاء صرف دعا ہے لیکن اکمل یہ ہے کہ نمازوں کے بعد اور خطبہ جمعہ وغیرہ میں جیسے درس و تدریس اور واذان کے بعد دربار ایزدی میں دعا کی جائے۔ بہتر ازیں اور کامل تر یہ ہے کہ امام یا اوس کا نائب لوگوں کو بر واحسان کرنے اور تین دن روزے رہنے کا حکم دے اور چوتھے روز بھی روزے کی حالت میں نہایت عجز و نیاز سے نہا دھو کر معمولی لباس میں کسی جنگل کے میدان میں جاکر اور بچے بوڑھے اور چوپائے یعنی اونٹ بقر غنم بھی ساتھ رہیں پھر سب ملکر جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز مثل نماز عید کے معہ تکبیرات ادا کریں اس کی نیت یوں کیجائے اصلی صلاۃ الاستسقاء رکعتین ماموما (یا اماما) للہ تعالیٰ خطیب

دو خطبے مثل عید کے خطبوں کے پڑھے قبل نماز بھی خطبے پڑھنا جائز ہے مگر نماز کے بعد پڑھنا افضل ہے خطبوں میں تکبیرات کے بدلے استغفار کرے یعنی استغفر اللہ کہتا جائے اور ہر دو خطبوں میں آواز سے دعا کرتا جائے خطبۂ ثانیہ ثلث ہو جانے کے بعد خطیب قبلہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور امام و جملہ حاضرین اپنی چادروں کو جو پہلے سے اوڑھے رہنا چاہیے اس طرح الٹ دیں کہ دائیں کو بایاں اور نچلے حصے کو اوپر کر دیں اور اندرون کو بیرون کر دیں اور اوسی وقت امام نہایت خلوص و عاجزی کے ساتھ (سراً وجہراً) دعا مانگے امام جب آہستہ سے دعا کرے تو حاضرین بھی آہستہ دعا کریں اور جب آواز سے دعا کرے تو آمین کہتے جائیں اس کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو جائے۔ استسقاء میں یہ دعا کرنی بہتر ہے ؎

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا غَدَقًا مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا ۝ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ اَللّٰهُمَّ إِنَّ بِالْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّأْوَاءِ وَالْجَهْدِ وَالضَّنْكِ مَا لَا نَشْكُوْ إِلَّا إِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ أَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَأَدِرَّ لَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ وَأَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ ۝ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجَهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْيَ وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهُ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ إِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَأَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا اَللّٰهُمَّ أَنْتَ أَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَوَعَدْتَنَا بِإِجَابَتِكَ وَقَدْ دَعَوْنَاكَ كَمَا أَمَرْتَنَا فَأَجِبْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا ۝ ؏۱۲ ہ

؏۱۲ ہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو نہایت بزرگ اور بے حد حلیم ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی مہربان پروردگار جس کا عرش بریں پر راج ہے۔ اے زندہ جاوید قایم و دایم پروردگار تیری رحمت کا خواستگار ہوں۔ بقیہ نوٹ بر صفحہ (۱۰۸)

فصل استسقاء کے متعلق بقیہ توابع کے بیان میں

سوال،، استسقاء کے توابع کیا ہیں؟

جواب،، ہر شخص کے لئے مسنون ہے کہ ہر سال کی ابتدائی بارش میں عورہ کے سوائے اپنا بدن برہنہ کر دے اور سیلاب میں وضو و غسل کرے اگر وضو و غسل ہر دو نہ ہو سکیں تو صرف غسل کر لیا جائے۔ اگر غسل بھی نہ ہو سکے تو وضو ہی کرے۔ اور بجلی چمکتے اور بادل گرجتے وقت تسبیح یعنی سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پڑھے اور رعد و برق و بارش کو نظر جما کر نہ دیکھا کرے اور بوقت بارش یہ کہے اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا هَنِيْئًا وَّ سَيْبًا نَافِعًا اور اوسکے بعد

خداوندا دنیا وآخرت کی بھلائی مرحمت فرما اور دوزخ کے عذاب سے نجات۔ پروردگار ہم کو ایسی بارش سے سیراب فرما جو سود مند مبارک سرسبز و شاداب کرنے والی اور اوس کی خوبی و عمدگی دیرپا اور ہمیشہ کے لئے ہو۔ پروردگار ابر رحمت سے کامیابی عنایت فرما نا کام و نا امید نہ فرما۔ پروردگار تیرے بندے پریشان۔ آبادی ویران مخلوق سرگردان اور بے حد مصیبت مین ہے۔ شکوئے آہ و زاری تیرے ہی دربار مین ہے۔ خداوندا زراعت کی پیداوار چارپایون کا دودھ زمین و آسمان کے برکات سے سرفرازی عنایت فرما۔ پروردگار تو ہی مصیبتون کو دور کرنے والا بھوک پیاس کے تکالیف کو رفع کرنے والا۔ آفت زدون کی دستگیری فرمانے والا ہے۔ پروردگار تیرے سوائے ہماری مصیبتین کوئی رفع نہین کر سکتا۔ خداوندا تیرے بندے تجھ سے ہی مغفرت طلب کرتے ہیں اور تائب و نادم ہین۔ اے پالنہار خوب موسلا دھار بارش دے۔ اے خداوندا تو نے ہی تو ہمکو دعا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ پس خداوندا تیرے حکم کے موافق ہم دعا کر رہے ہین آپ بھی بروئے وعدہ قبول فرما۔ ابتدا اور انتہا مین حمد و صلواۃ بہت بہتر ہے ۵

مطرنا بفضل اللہ و رحمتہ کہے اگر کثرت بارش سے ضرر ہو تو اَللّٰھُمَّ حوالینا ولا علینا کہے اور ہوا کو بُرا کہنا بھی مکروہ ہے ،،

فصل جنائز کے بیان میں

سوال ،، میت اگر مسلمان ہو (مُحْرِم یا سِقْط یا شہید نہیں) تو اوس کے متعلق ہم پر بطریق فرض کفایہ کیا لازم ہے ؟

جواب ،، مسلمان میت کے متعلق ہم پر پانچ چیزیں لازم ہیں (۱) غسل دینا۔ (۲) کفن پہنانا۔ (۳) اوس پر نماز پڑھنا (۴) اوس کو اُٹھالیجانا (۵) دفن کرنا ،،

سوال ،، مذکورہ قیود کے احترازات کیا ہیں ؟

جواب ،، قیود مذکورہ کے احترازات یہ ہیں کہ کافر کو تو غسل دینا اوس کی تجہیز و تکفین اور تدفین عند الضرورت مطلقاً جائز اور اوس پر نماز پڑھنا مطلقاً حرام ہے۔ اور اگر امن دیا ہوا کافر ہو تو صرف اوس کی تجہیز و تکفین اور تدفین واجب ہے (جبکہ مسلمانوں کے سوائے کوئی دوسرے نہ ملیں) البتہ اگر کافر حربی یا مرتد ہو تو اوس کے لئے کچھ بھی واجب نہیں اور اگر میت محرم (یعنی احرامِ حج باندھا ہوا ہو تو) اوس کا سر اور اگر محرمہ ہو تو اوس کا چہرہ نہ ڈھانکا جائے اور شہید کو غسل دینا اور اوس پر نماز پڑھنا حرام ہے اس کے سوائے بقیہ امور واجب ہیں۔ اب رہا سِقط لغت میں اوس بچے کو کہتے ہیں جو شکمِ مادر سے تمام ہونے سے پہلے گرجائے اور رملیؒ کے پاس سقط سے مراد وہ بچہ ہے جو چھ ماہ دو لحظے تمام ہونے سے پیشتر نکلے لیکن ابن حجرؒ نے اس مدت کی قید نہیں لگائی ہے۔ پس سقط کی

تین حالتیں ہونگی چنانچہ اس کے متعلق شیخ محمد حنفی چند بیت لکھے ہیں،،

والسقط کالکبیر فی الوفاۃ　　اِنْ ظھرت اماراۃ الحیاۃ

ترجمہ،، سقط میں اگر زندگی کے کچھ علامات ظاہر ہوں تو اوس کا حکم بھی وفات میں مثل بڑے کے ہے،،

اوخفیت وخلقۃ قد ظھرا　　فامنع صلاۃ وسواھا اعتبرا

اگر اوس میں حیات کی نشانیاں ظاہر نہ ہوں لیکن اوس کی خلقت یعنی وضع و تراش ظاہر ہو تو اوس میں نماز کے سوائے بقیہ امور معتبر ہوں گے،،

اواختفی ایضاً ففیہ لم یجب　　شیئ وستر ثم دفن قد ندب

اور اگر اوس کی خلقت بھی ظاہر نہ ہو تو اوس میں کچھ بھی واجب نہیں ہے اور اوس کی تکفین و تدفین مسنون ہے،،

سوال،، غسل میت کمتر کیا ہے اور کامل تر کیا ہے؟

جواب،، میت کے غسل میں کمتر واجب یہ ہے کہ اوس کے سارے بدن پر پانی پہنچا دیا جائے۔ اور اکمل یہ ہے کہ میت کی دونوں شرمگاہوں کو دھو دیا جائے اور اوس کی ناک سے رینٹ وغیرہ صاف کیا جائے اوس کو وضوء کروایا جائے اور اوس کے بدن کو بیری کے پتے وغیرہ سے رگڑے اور اوس پر تین بار پانی بہائے۔ اگر غسل دینے کے بعد دفن سے پیشتر خواہ شرمگاہ سے کیوں نہ ہو کچھ نجاست نکلے تو صرف اوس کا ازالہ واجب ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر تکفین کے بعد کچھ نجاست خارج ہو تو اوس کا زائل کرنا واجب نہیں ہے لیکن اس قول کی تردید کی گئی ہے اس لئے کہ بحالتِ نجاست میت پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے نیز بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھنے کے بعد نجاست نکلے تو اوس کا زائل کرنا واجب نہیں

لیکن مسنون ہے اور یہی قول مختار ہے کیونکہ خروج نجاست تو کجا آئندہ مردہ پھٹنے والا بھی ہے۔ مردے سے جو نجاست نکلے اگر اوس کو روکنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں غسل و نماز صحیح ہے لیکن محل نجاست پر کپڑا وغیرہ لگا کر باندھ دینا اور بعجلت اوس پر نماز پڑھ دینا مثل سلس البول والے کے واجب ہے،،

سوال ،، کمتر کفن کیا ہے اور کامل تر کیا ؟

جواب ،، میت کے لئے اقل کفن ایک کپڑا ہے جو اوس کے تمام بدن کو شامل ہوسکے اور مرد کے لئے کامل تر کفن تین لفافے ہیں اور عورت کے لئے ایک تہبند اور ایک قمیص اور ایک اوڑھنی دو لفافے۔ کفن کے لئے سفید کپڑا دیگر رنگوں سے افضل ہے اور نیا کہنے سے اور روئی سے بنے ہوئے کپڑے کا کفن دیگر اقسام کے پارچہ سے افضل ہے ،،

سوال ،، نماز جنازہ کے ارکان کتنے ہیں ؟

جواب ،، سات ہیں (۱) نیت کرنا اس طرح کہ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ عَلٰی هٰذَا المیت (یا علی مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ الْاِمَام) اربع تکبیرات فرض کفایہ لِلّٰہِ تعالٰی مُسْتَقْبِلًا اِمَامًا یا مَامُوْمًا کہے اگر امام ہو تو اِمَامًا اور ماموم ہو تو مَامُوْمًا کہے (۲) قیام قدرت والے پر یعنی جو شخص کھڑے رہ سکتا ہو وہ بحالت قیام نماز ادا کرے۔ (۳) مع تکبیر تحریمہ چار تکبیرات کہنا (۴) سورۂ فاتحہ پڑھنا لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ہی پڑھے (۵) حضور اکرم آنحضرت صلعم پر تکبیر دوم کے بعد درود بھیجنا اقل درود اللّٰھم صل علی محمد ہے ،،

سوال ،، درود اکمل کیا ہے ؟

جواب ،، درود اکمل یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ

النَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور اللّٰھم صلِّ کے بعد یہاں وسلم کہنا بھی سنت ہے ”

سوال ” نماز جنازہ کے ارکان میں سے چھٹواں رکن کیا ہے ؟

جواب ” چھٹواں رکن میت کے لئے تیسری تکبیر کے بعد اخروی دعا کرنا ہے خواہ خصوصیت سے اوسی کے لئے یا بالعموم دعا کیجائے مگر اوسی کے قصد سے ۔ کمتر دعا وہ ہے جس پر دعا کا اطلاق ہو سکے جیسے اللّٰھم ارحمہ کہا جائے تو کافی ہے ”

سوال ” کامل دعا کیا ہے ؟

جواب ” کامل تر دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ؕ

ترجمہ خدایا بخشدے ہمارے زندوں اور مردوں کو اور ہمارے حاضرین وغائبین کو اور ہمارے خورد وکلاں کو مرد اور عورتوں کو اے اللہ جس کو تو زندہ رکھے ہم میں سے تو پس زندہ رکھ اوس کو اسلام پر اور جس کو تو مارے ہم میں سے تو پس اوس کو ایمان پر مار اس دعا کے ساتھ یہ زاید کیا جائے ”

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاعْفُ عَنْہُ وَعَافِہٖ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ

الابیض من الدنس وابدله دارًا خیرًا من داره واھلاً خیرًا من اھله وزوجًا خیرًا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وفتنته ومن عذاب النار

ترجمہ ،، اے اللہ بخشدے اوس کو اور رحم وعفو کر اوس پر اور مکرم بنا اوس کا ٹھکانا اور فراخ بنا اوس کی قبر اور دھو دے اوس کو پانی اور برف اور اولوں سے اور پاک کردے اوس کو گناہوں سے جیسا کہ پاک کیا جاتا ہے سفید کپڑا میل و کچیل سے اور اوس کے گھر کے بدلے اچھا گھر دے اور اہل کے بدلے بہتر اہل اور اوس کی زوجہ کے بدلے خوبتر زوجہ اور داخل کردے اوس کو جنت میں اور پناہ دے عذاب قبر اور فتنۂ قبر اور دوزخ کے عذاب سے ،، اگر طفل ہو تو اوس کے لئے اس زیادتی کی عوض میں اصل دعا کے ساتھ یہ پڑھے ،،

اللھم اجعله فرطا لابویه وسلفا وذخرًا وعظة واعتبارًا وشفیعًا وثقل به موازینھما وافرغ الصبر علٰی قلوبھما ؕ

ترجمہ ،، اے اللہ بنا دے اوس کو اپنے ماں باپ کے لئے اسباب مہیا کرنیوالا منزل پہونچکر اور انتظام کے لئے پہلے گیا ہوا توشہ و نصیحت اور عبرت و سفارش اور اوسکی وجہ سے انکی نیکیوں کا وزن بھاری کر اور اون کے دلوں پر صبر ڈال ۔ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ طفل کے لئے اتنا کہنا کافی نہیں ہے اس سے کہ صاحب موصوف کے پاس دعائیں بچہ پڑا سا وی ہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا وله کہنا مسنون ہے ،، عورت یا لڑکی کی میت ہو تو جس جس لفظ پر یہ (ہ) نشان دیا گیا ہے وہاں (ھا) پڑھنا چاہیے مثلاً ارحمه کے بجائے ارحمھا اور عنه کے بجائے عنھا نزله کے بجائے نزلھا وغیرہ

سوال ،، ساتواں رکن کیا ہے ؟

جواب ،، رکن ہفتم چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا ہے ۔ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ

نماز جنازہ کے سلام کے ساتھ وبرکاتہ بھی زیادہ کرنا مسنون ہے یعنی السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے "

سوال " نماز جنازہ کی صحت کے شرائط کتنے ہیں ؟

جواب " نماز جنازہ کی صحت کے شرائط وہی ہیں جو دیگر نمازوں کے ہیں علاوہ ازیں میت کا طاہر ہونا اور جو شئے میت سے متصل ہو وہ بھی پاک ہونا مشروط ہے مثلاً اگر میت نعش کے پایہ سے مربوط ہو تو پائے نعش بھی پاک ہونا شرط ہے اور اگر میت موجود ہو خواہ قبر میں کیوں نہیں تو بوقت نماز اوس سے آگے نہ بڑھ جائیں اور کفن پہنانے سے پہلے اوس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور دفن سے پیشتر نماز پڑھنا واجب ہے ۔ غیر نبی کی قبر پر اور اُس میت پر جو بلدے سے غایب ہو اگر ایسا شخص نماز جنازہ پڑہے جو اون کے انتقال کے وقت مکلف و طاہر تھا تو اوس کی نماز صحیح ہے اور میت کو ابتر حالت میں اٹھائے جانا یا اس طرح اٹھانا کہ اوس کے گرنے کا خوف ہو حرام ہے "

سوال " دفن میں کمتر واجب کیا ہے اور اکمل کیا ہے ؟

جواب " اقل دفن یہ ہے کہ میت کے لئے اتنا گڑھا کھودا جائے جس میں سے عفونت اور بدبو نہ پھیل سکے اور درندوں سے اوس کی حفاظت ہو سکے اور اکمل یہ ہے کہ آدمی کے قد اور ایک پورے ہاتھ کے بمقدار قبر کھودی جائے یعنی ساڑھے چار ہاتھ ڈونگی مسنون ہے کہ رخسار میت مٹی پر رکھا جائے اور واجب ہے کہ اوس کو قبلہ رخ لٹایا جائے " پھر تمام قبر مٹی سے بھر کر مربع مسطح ایک بالشت اونچی بنانا ہی پشت بنانے سے بہتر ہے میت کو قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھنا چاہئے اور کفن کے بند کھولدئے جائیں اور حاضرین تین لپو مٹی اپنے ہاتھ سے قبر میں ڈالیں پہلی دفعہ منہا خلقنا کم اللّٰہم لقنہ عند المسئلۃ

حجتہٗ اور دوسری دفعہ وفیہا نعیدکم اللّٰھم افتح ابواب السماء لروحہ اور تیسری دفعہ میں ومنہا نخرجکم تارۃ اخری اللّٰھم جاف الارض عن جنبیہ کہیں اور دفن کی تتمیم کے بعد مکلّف میت کے لئے تلقین کرنا بہتر ہے۔ قبر مسلم پر بیٹھنا یا اوس سے تکیہ لگانا یا اوس پر چلنا مکروہ ہے۔ نیز نعلین پہنکر قبروں میں چلنا مکروہ ہے اگرچیکہ نعلیں میں سوکھی نجاست ہو اگر مرطوب نجاست ہو تو حرام ہے اور قبر پر سبز ڈالی لگانا سنت ہے کیونکہ اوس کی تسبیح کی وجہ سے میت پر تخفیف ہوگی اسی لئے قبر پہ پھول ڈالنا بھی مسنون سمجھا جائیگا

سوال ،، میت کی قبر کن امور کے لئے کھولنا واجب ہے ؟

جواب ،، حسب ذیل چار امور کے لئے میت کی قبر کھولنا واجب ہے (۱) غسل کیلئے اگر وہ متغیر نہیں ہوا ہو تو (۲) قبلہ رخ کرنے کے لئے (۳) مال اگر اوس کے ساتھہ دفن کیا ہو (۴) دفن کی ہوئی عورت کیساتھ اگر اوس کے پیٹ مین بچہ ہو اور اس بچہ کی زندگی کا امکان ہو تو اس صورت میں بھی زن مدفونہ کا شکم چاک کرکے جنین کو نکال لینا واجب ہے بہر حال چاروں صورتوں کے لئے میت کی قبر کھولنا واجب ہے۔ اور زیارت قبور مردوں کے لئے مسنون ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ۔ زیارت کرنیوالا جب قبر پر جائے تو سنت ہے کہ اوس میت کو سلام کرے (یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَیَرْحَمُ اللهُ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ نَسْاَلُ اللهَ لَنَا وَلَکُمُ العَافِیَہ کہے) اور ماتیسر قرآن شریف پڑہے (خصوصًا ایک مرتبہ یٰسٓ اور یازدہ بار سورۂ اخلاص پڑھکر اوس میت کے لئے دعا مغفرت کرے) اور قبر سے اوسی قدر نزدیک ہو جتنا کہ میت کی زندگی میں بوقت ملاقات نزدیک ہوتا تھا۔ بعض احادیث میں وارد ہے کہ جو شخص مقبرے میں داخل ہوکر ذیل کی دعا پڑہے تو اجر عظیم پائیگا اور وہ دعا یہ ہے اللھم رب الارواح الفانیہ والاجساد البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی بک مؤمنۃ

اَدخِل عَلَیہِم رَوحًا مِنکَ وَسَلَامًا اور اصل تحقیق یہ ہے کہ میت کو دعا و صدقہ سے فائدہ پہنچتا ہے اب رہا اولیاء اللہ کے مزاروں پر صرف بوسہ دینا علی نے سنت لکھا ہے اور ابن حجر نے مکروہ کہا ہے اور اہل میت کو تعزیت کرنا سنت ہے مثلاً یوں کہے اَعظَمَ اللّٰہُ اَجرَکُم وَاَحسَنَ عَزَائَکُم وَغَفَرَ لِمَیِّتِکُم اور سینہ کوبی یا چلا کر بے قراری کرنا تو حرام ہے البتہ انتقال سے پہلے آنسو بہانا جائز بلکہ مسنون ہے لیکن بیمار (یعنی محتضر) کے سامنے خلاف اولیٰ ہے بعضوں نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر رونا رقت و محبت سے ہو مثلاً بچے کے لئے تو مضائقہ نہیں لیکن صبر کرنا بہتر ہے اور اگر اس لئے ہو کہ میت کا علم یا شجاعت مفقود ہو گئی ہے تو اس صورت میں آنسو بہانا مستحب ہے اور لوگوں کو انتقال کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن مصلیوں کی کثرت کے خیال سے اگر اعلان کیا جائے تو مستحب ہے اور مرثیہ یعنی میت کے فضائل و مآثر حقیقی طور پر بلا کم و کاست بیان کرنا کسی نظم یا نثر میں مکروہ ہے۔ لیکن اگر کسی عالم کی شان میں ہو اور اس کی وجہ سے گریہ وزاری یا تجدید حزن نہ ہو تو یہ طاعت کے مشابہ ہے بلکہ بیشتر صحابہ و علماء نے ایسا کیا ہے اھ از بشریٰ الکریم

بَابُ سوّم

زکواۃ کے بیان میں جو ارکانِ اسلام کا تیسرا رکن ہے

سوال ۔ زکواۃ کس پر واجب ہوتی ہے؟

جواب ۔ زکواۃ ایسے مسلمان پر واجب ہوتی ہے جو آزاد مُعیّن کامل ملکیت اور مُتیقّن وجود والا ہو بس کافر اصلی اور غلام پر زکواۃ واجب نہیں نیز جو زمین رفاہِ عام کے لئے موقوف ہو مثلاً فقراء پر تو اس میں بھی زکواۃ نہیں اور نہ مکاتب غلام پر اور نہ اُس مال میں جو جنین کے لئے (یعنی اُس بچے کے لئے جو شکم مادر میں ہو) وقف کیا گیا ہو جبکہ جنین زندہ نکلے اور اگر جنین مر کر نکلے تو بقیہ ورثاء پر بھی مالِ مذکور میں زکواۃ نہیں۔

سوال ۔ زکواۃ کن لوگوں کو دینا واجب ہے اور کس قسم کے مال میں دینا واجب ہے؟

جواب ۔ آٹھ قسم کے لوگوں کو زکواۃ دینا واجب ہے جن کا ذکر آیت مقدسہ انما الصدقات للفقراء والمساکین میں ہے اور حسبِ ذیل اقسام کے مال کی زکواۃ دینا واجب ہے ۔ سونا ۔ چاندی ۔ چوپائے (اونٹ ۔ گائے ۔ بیل ۔ بھینس ۔ بھیڑ ۔ بکری) اناج ۔ کھجور ۔ انگور ۔

فصل سونا چاندی کا نصاب اور مقدارِ زکوٰۃ کے بیان میں

زر و سیم سکہ ہو یا غیر سکہ ۔ مال کی اُس مقرر کی ہوی مقدار کو نصاب کہتے ہیں جس کے موجود ہونے پر زکواۃ دینا واجب ہو جاتا ہے۔

سوال ۔ سونا چاندی میں نصاب کتنا ہے اور اس میں کتنی زکواۃ دینا واجب ہے؟

جواب ۔ سونے کا نصاب بیس خالص مثقال مکاوی وزن کے ہیں اگر یہ نصاب

کسی میزان میں برابر اُترے اور دوسری میں کچھ کم تو چونکہ نصاب میں شک ہوگیا ہے اس لئے بحالت موجودہ اُس میں زکوٰۃ بھی نہیں اور ایک مثقال سے مراد بہتر (۷۲) دانۂ جو کا وزن ہے یعنی ساڑھے چار (۴½) ماشے اور بیس مثقال کے نود (۹۰) ماشے ہوتے ہیں پس بارہ ماشے کا تولہ ہو تو سونے کا نصاب ساڑھے سات (۷½) تولے ہوگا حیدرآبادی وزن کے اعتبار سے۔ {ونیز بہتر (۷۲) دانۂ جو کا وزن دیڑھ قفلہ ہے اور دیڑھ قفلہ دیڑھ چونی کا ہم وزن ہوتا ہے تو بیس مثقال کے تیس قفلے (ہم وزن تیس چونی) ہوئے اور تیس چونی کا وزن تین ریال ہے پس اس حساب سے بھی سونے کا نصاب وہی ساڑھے سات (۷½) تولے ہوگا۔}

{اور چاندی کا نصاب دوسو درہم خالص مکاوی وزن کے ہیں اور ایک درہم پچاس دانہ جو اور ایک دانۂ جو کا دو بٹے پانچ (۵۰ ⅖) کا وزن ہے} پس چاندی کا نصاب اکیس ریال یا ساڑھے باون (۵۲½) روپئے سکہ حیدرآباد دکن کا وزن ہے بہرحال سونا چاندی کے نصاب میں (رُبعُ العُشر) یعنی چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور سونا چاندی مقدارِ نصاب سے جس قدر بڑھ جائے اوس کی بھی زکوٰۃ اِسی حساب سے دی جانی چاہیئے۔ بنظر سہولت یہ نقشہ دیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوجائیگا کہ ہر شئے کا نصاب کتنا ہے اور اس میں کتنی زکوٰۃ دینا واجب ہے وھو ھذا

جن اشیاء میں زکوٰۃ واجب ہے	نصاب موجب زکوٰۃ	وہ حصہ جو زکوٰۃ میں دینا چاہیئے۔	مقدار زکوٰۃ
سونا	ساڑھے سات (۷½) تولے خالص	چالیسواں حصہ	دو ماشہ دو رتی
چاندی	ساڑھے باون (۵۲½) روپیہ حیدرآبادی کا وزن۔	"	ایک تولہ تین ماشہ پانچ رتی
تجارت کا مال	تجارت کا مال چاندی یا سونے کی نصاب کی قیمت کا ہو۔	"	چالیسویں حصہ کی قیمت
اونٹ	پانچ عدد	۰	ایک بکری
بھیڑ بکری	چالیس (۴۰) عدد	۰	"

جن اشیاء میں زکوٰۃ واجب ہے	نصاب موجب زکوٰۃ	وہ حصہ جو زکوٰۃ میں دینا چاہئے	مقدار زکوٰۃ
گائے بیل بھینس	تیس (۳۰) عدد	.	ایک سال کا بچھڑا یا ایک سالہ مادہ
کھجور انگور اور اناج جو صرف بارش سے پکے	تین سو صاع یعنی نوسو (۹۰۰) سیر یعنی ساڑھے سات (۷½) پلے	دسواں حصہ	تیس صاع یعنی نود (۹۰) سیر
کھجور انگور اور اناج اگر محنت سے یا پانی سینچکر پلایا جائے۔	تین سو (۳۰۰) صاع	بیسواں حصہ	پندرہ (۱۵) صاع یعنی پینتالیس (۴۵) سیر

صاع کا وزن دو سو چالیس (۲۴۰) تولے ہوتا ہے یعنی تین سیر حیدرآبادی۔

سوال۔ خالص سونا چاندی کا نصاب تو معلوم ہو چکا اگر کھیٹ ہو تو اُس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ زر و سیم اگر مغشوش یعنی کھیٹ ہوں تو اُس میں زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ خالص کی مقدار نصاب کو نہ پہنچ جائے اور جب خالص کا نصاب پورا ہو جائے تو خالص ہی کی زکوٰۃ حسب تفصیل سابق نکالی جائے اور اگر کھیٹ بھی نکالے تو اُس کا جزءِ خالص بمقدار واجب ہونا چاہئے کھیٹ جز کا شمار نہیں۔ اور ولی کو کھیٹ کی زکوٰۃ نکالنا جائز نہیں ہے کیونکہ ولی کو تبرع کا حق حاصل نہیں ہے ظاہر ہے کہ اگر کھیٹ کی زکوٰۃ نکالے تو تانبا وغیرہ محسوب نہیں ہوگا بلکہ بیکار جائیگا۔ البتہ اُس کو گلا کر خالص بنانے میں کھیٹ کی قیمت صرف ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں جائز ہے۔ پس جب یہہ ظاہر ہو گیا کہ کھیٹ سونا چاندی میں یہہ ضروری ہے کہ اون کے جزءِ خالص کی مقدار نصاب کو پہونچے تو یاد رہے کہ ایسی صورت میں چاندی کا نصاب (ریال کے اعتبار سے سوا چھبیس (۲۶¼) ریال کا وزن ہوگا اگر ریال میں دو چونی کا وزن کھیٹ ہو تو) اور حالی روپیوں کے اعتبار سے اِس صورت میں چاندی کا نصاب ساڑھے پینسٹھ روپئے اور ایک بٹے آٹھ

ہوگا (۶۵ و ۱/۲ و ۱/۸ جبکہ روپیہ میں ایک چونی کا چار بٹے پانچ (۴/۵) وزن کھیت ہو تو) نیز اگر روپیہ میں ایک درہم کا چار بٹے پانچ (۴/۵) وزن کھیت ہو تو اس صورت میں چاندی کا انصاب باعتبار حالی روپیوں کے چھیاسٹھ روپے اور ایک بٹے چار اور ایک بٹے آٹھ اور ایک بٹے دو کا ایک بٹے آٹھ (۶۶ و ۱/۴ و ۱/۸ و ۱/۲ / ۱/۸) روپیئے ہوگا علیٰ ہذاالقیاس اور جس قسم کی کمی بیشی کھیت جز کے اعتبار سے ہوگی اوس کا طریقہ بھی یہی ہے۔

سوال۔ کیا چاندی سونے کے زیورات میں زکواۃ ہے؟

جواب۔ مباح زیورات میں جبکہ مالک کو ان کا علم ہو اور تکنیز یعنی جمع رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو زکواۃ نہیں ہے۔ نیز سونے چاندی کی زکواۃ پیسے نکالنا جائز نہیں ہے جیسا کہ سونے کی زکواۃ چاندی نکالنا یا چاندی کی زکواۃ سونا نکالنا جائز و کافی نہیں ہے سونے چاندی میں زکواۃ کی شرط یہہ ہے کہ نصاب پر ایک سال کامل گذرے اگر سال بھر میں ایک لحظہ بھی ملکیت زائل ہوجائے تو پھر از سرِ نو کامل ایک سال گزرنا شرط ہے لیکن کسی حیلے کے لئے مثلاً زکواۃ نہ نکالنے کے لئے تھوڑی دیر زوالِ ملک کرلینا مکروہ اور بُرا ہے۔ اور رکاز و معدن میں خُمس ایک بٹے پانچ (۱/۵) حصہ دینا مشروط ہے سال گزرنے کی شرط نہیں رکاز سے مراد یہہ ہے کہ بمقدار نصاب سونا یا چاندی زمانۂ جاہلیت کی دفن کی ہوی ہو اور پڑاؤ زمین (یعنی موات میں) ہو یا خود ہی کی مِلک میں ہو جس کو یہہ خود زندہ و کار آمد کیا ہو اُس میں ہاتھ لگے تو اُس کو رکاز کہتے ہیں۔

فصل تجارت کی زکواۃ کے بیان میں

تجارت کہتے ہیں مال کو بالمعاوضہ فائدہ کی غرض سے خرید و فروخت کرنے کو اور سب میں بہتر اور افضل کسب مالِ غنیمت سے حصہ لینا ہے اس کے بعد زراعت پھر صنعت و حرفت پھر تجارت۔

سوال - مال تجارت میں کتنی زکواۃ دینا واجب ہے اور اوس کے وجوب کے شرائط کتنے ہیں ؟

جواب - اگر مال تجارت ایسا ہو جس میں اگر تجارت نہ ہوتی تو زکواۃ بھی نہ ہوتی تو اوس کی قیمت کا چالیسواں حصہ واجب ہے اور اُس میں زکواۃ واجب ہونے کے چھ شروط ہیں (۱) پہلی شرط یہہ ہے کہ تجارت کا مال سونا چاندی کے سوائے ہو (۲) تجارت کی نیت کرنا (۳) ملکیت کے ساتھ ہی نیت ہو (۴) مال تجارت بالمعاوضہ اپنی ملکیت میں لیا گیا ہو (۵) مال تجارت اثنائے سال میں اوس کی قیمت سے کم نہ ہو جائے۔ (۶) تجارت کے مال سے قُنْیَہ کا ارادہ نکرے یعنی تجارت کو مسدود کر کے اُس مال کو اپنے ہی لئے مخصوص کر لینے کا ارادہ نکرے۔ مال تجارت کی قیمت راسُ المال کی جنس سے کی جائے یعنی تجارت کا مال اگر روپیوں سے خریدا ہے تو زکواۃ نکالنے کے لئے بھی روپیوں کی ہی قیمت کی جائے اور اگر مال تجارت کو زر وسیم کے سوائے دوسرے قسم کے مال سے خریدا ہے تو سکۂ بلد سے اوس کی قیمت لگائی جائے مثلاً اگر اوس شہر میں سونے کا سکہ جاری ہو تو اوسی اعتبار سے زکواۃ نکالے وغیرہ وغیرہ مال تجارت میں سال تمام نصاب کامل رہنا شرط نہیں ہے اگر اخیر سال میں بمقدار نصاب ہو تو زکواۃ واجب ہے۔

فصل اونٹ گائے بکری کے نصاب و زکوۃ کے بیان میں

سوال - اونٹ کا نصاب کیا ہے اور اوس میں زکواۃ کتنی دینا واجب ہے ؟

جواب - پانچ اونٹ میں ایک سال کی بکری دینا واجب ہے بیس ۲۰ ہونے تک بحساب ہر پانچ میں ایک زکواۃ دیجائے اگر پوٹلا یا مینڈھی ہو تو ایک سال کا اور چھیلا ہو تو دو سال کا ہونا ضروری ہے اِس سے کمتر کافی نہیں نر اور مادہ مساوی ہیں

اور پچیس اونٹ میں بنت مخاض یعنی ایک سال کی اوٹنی ہے اگر ایک سالہ اوٹنی نہ ملے تو ابن لبون یعنی دو سالہ اونٹ ہے اور چھتیس[36] اونٹ میں دو سالہ بنت لبون اور چھیالیس[46] میں ایک حقہ یعنی تین سالہ اور اکسٹھ[61] میں چار سالہ جذعہ اور چھتر[76] میں دو بنت لبون اور اکانوے[91] میں دو حقہ اور ایکسو اکیس[121] میں تین بنت لبون اور ایکسو تیس[130] میں دو بنت لبون ایک حقہ۔ پھر ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ اور اگر اونٹ کی زکواۃ میں واجب نہ ملے تو اوس سے اعلیٰ نکالے اور اضحیہ کے مثل دو بکریاں یا بیس[20] درہم خالص اسلامی ہر دو میں سے جو چاہے لیوے اور اگر واجب نہ ملنے پر اوس سے کمتر نکالے تو بکریاں یا بیس[20] درہم خالص اسلامی جو چاہے دیوے۔

سوال۔ گائے کا نصاب کیا ہے اور اُس میں کتنی زکواۃ نکالنا واجب ہے؟

جواب۔ گائے، بیل اور بھینس کا پہلا نصاب تیس[30] راس ہے اور اُس میں تبیع یا تبیعہ یعنی ایک سال کا بچھڑا یا پاڑی دینا واجب ہے اور چالیس[40] میں ایک مُسِنّہ یعنی دو سالہ بچھڑا یا پاڑی اور ساٹھ[60] میں دو تبیع پھر ہر تیس[30] میں ایک تبیع اور ہر چالیس[40] میں مُسِنّہ ہے۔

سوال۔ بکریوں کا نصاب کیا ہے اور اُن میں کتنی زکواۃ دینا واجب ہے؟

جواب۔ بکریوں کا پہلا نصاب چالیس[40] راس ہے خواہ چھیلیاں یا پوٹلے یا مینڈیاں یا دُنبے ہوں اور اُس میں ایک بکری ہے بشروطِ سابقہ جو زکواۃ ابل میں گزرے اور ایکسو اکیس[121] میں دو بکریاں اور دو سو ایک[201] میں تین[3] بکریاں اور چار سو[400] میں چار[4] بکریاں اس کے بعد ہر سو میں ایک بکری ہے چوپایوں کے متعلق اب تک جو نصاب بتلایا گیا ہے اوس میں ہر دو نصاب کے درمیان جو تعداد ہو وہ معاف ہے۔

فصل بیان ماسبق کے متعلق چند امور کے بیان میں

سوال - کیا چوپایوں کی زکواۃ میں بیمار یا ذی عیب یا نر یا کم سن لینا جائز ہے؟

جواب - چوپایوں کی زکواۃ میں بیمار یا ذی عیب لینا جائز و کافی نہیں ہے البتہ اگر سب کے سب ذی عیب یا بیمار ہوں تو مضائقہ نہیں اور بیان ماسبق میں خصوصیت سے جس جگہ میں نرینہ بتلایا گیا ہے اوس کے سوائے نر لینا بھی جائز نہیں لیکن سب نرینہ ہوں تو لے سکتے ہیں اور نہ چھوٹے لے سکتے ہیں مگر سب چھوٹے ہوں تو مضایقہ نہیں اور اگر دو ایسے شرکاء جو اہلِ زکواۃ ہوں کسی نصاب میں شریک رہیں تو اُن دونوں پر زکواۃ واجب ہے۔

فصل چوپایوں کی زکواۃ کے شرائط کے بیان میں

سوال - مویشی کی زکواۃ واجب ہونے کے شرائط کیا ہیں؟

جواب - مویشی کی زکواۃ واجب ہونے کے شرائط پانچ ہیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مویشی از قسم چوپایہ ہو یعنی گائے، بیل، بھینس، بکری اور اونٹ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ نصاب کامل ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اون پر ایک سال کامل زکواۃ دینے والے کی مِلک میں گزرے البتہ نو پیدا بچھڑوں میں ایک سال گزرنا مشروط نہیں بلکہ وہ اپنی (اُمّہات) یعنی ماؤوں کے تابع ہیں یعنی اگر وہ اثنائے سال میں پیدا ہوں تو اخیر سال میں ان کی بھی گنتی لگائی جائیگی خواہ وہ دو چار ہی ماہ کے کیوں نہوں (۴) چوتھی شرط یہہ ہے کہ وہ مباح چراگاہ میں چرتے ہوں اور ان کی چرواہی مالک کے طرف سے ہو پس جو چوپائے خود بخود چریں یا غیر مالک انکی چرواہی کرے اُس میں زکواۃ نہیں (۵) پانچویں شرط یہہ ہے کہ وہ زراعت وغیرہ میں کام کرنیوالے نہوں

فصل فواکہ اور غلّوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

سوال - کس ثمرے اور غلّوں میں زکواۃ دینا واجب ہے ؟

جواب - جس ثمرے اور اناج سے قوت کا کام لیا جاتا ہو انھیں میں زکواۃ واجب ہے پس ثمرے میں تو صرف کھجور اور انگور ہیں اور غلّے میں گیہوں جو چاول جوار اور وہ اناج جس کو بحالت اختیار کھایا جاتا ہو خواہ وہ نادر کیوں نہیں جیسے ماش لوبیا وغیرہ -

سوال - ثمرے اور غلّوں کا نصاب کیا ہے ؟

جواب - کھجور، انگور اور اناج کا نصاب پانچ وسق ہے اور ہر وسق ساٹھ (۶۰) صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مُدّ ہوتے ہیں اور ایک مدہمارے وزن کرنے سے ثابت ہوا کہ وہ حیدر آبادی تین پاوے ہوتا ہے پس اس حساب سے ایک صاع دوسو چالیس (۲۴۰) تولے ہوگا جس کا وزن حیدر آبادی سیر سے تین سیر ہے لہٰذا نصاب کے جملہ ساڑے سات (۷½) پلّے حیدر آبادی ہوئے - اور ثمرے کی مقدارِ نصاب کا اعتبار ناپ سے ہوگا وزن سے نہیں خواہ وہ کھجور ہو یا منقہ جبکہ کھجور پکنے کے بعد خشک ہوجائے اور انگور خشک ہو کر منقہ بن جائے اور اگر انگور منقہ نہ بنے اور کھجور خشک نہ ہوجائے تو اوسی حالت میں ناپ کر اون کی زکواۃ نکالی جائے - اب رہا اناج تو اوس کے چھلکے سے صاف کیا ہوا ہونا چاہیئے اور جو اناج اوس کے چھلکے سمیت ہی جمع کر لیا جائے مثلاً دھان تو پس اوس کا نصاب باعتبار غالب دس وسق ہوگا یعنی حیدرآبادی وزن کے اعتبار سے (۱۵) پندرہ پلّے - اور ایک جنس کی تکمیل دوسری جنس سے مثلاً کھجور کی تکمیل انگور سے یا گیہوں کی تکمیل چاول سے کر کے نصاب پورا نہ کیا جائے البتہ ایک نوع کو دوسری نوع میں شامل کر کے نصاب کی تکمیل کیجا سکتی ہے

مثلاً لال گھیوں اور بنسی گھیوں تکمیل کئے جاسکتے ہیں اور علس کو بھی گھیوں کے ساتھ شامل کیا جاسکتا ہے (علس شہر صنعاء کے باشندوں کی غذا گھیوں کی ہی قسم سے ہے جو ایک ہی چھلکے میں دو دانہ ہوتے ہیں جس کو جوڑواں گھیوں کہا جاتا ہے) اور اگر سہولت سے ممکن ہو تو ہر ایک نوع کی زکواۃ اوس کی قسط کے برابر نکالی جائے اگر نہ ہوسکے تو اوس سے اوپر کا درجہ نکالے لیکن تکمیل نصاب کے لئے ایک سال کا ثمرہ دوسرے سال کے ثمرے میں یا ایک سال کی زراعتی پیداوار دوسرے سال کی زراعت میں شامل نہ کی جائے البتہ ایک ہی سال کا ثمرہ یا پیداوار کو ایک دوسرے میں منضم کیا جاسکتا ہے تاکہ نصاب کی تکمیل ہوجائے۔ ایک ثمرہ یا زراعت کاٹے جانے کے بعد بارہ مہینے یا اس سے زائد مدت گذر جائے اور پھر دوسرا کاٹا جائے تو دونوں دو سال کے سمجھے جائینگے اگر بارہ ماہ سے کمتر مدت میں کٹوائی ہو تو وہ ایک ہی سال کے سمجھے جائینگے۔

فصل اناج اور ثمرے کی مقدار زکواۃ کے بیان میں

سوال۔ ثمرے اور اناج میں کتنی زکواۃ دینا واجب ہے؟

جواب۔ جو ثمرے اور اناج کو بغیر تکلیف و محنت کے پانی پہونچے تو اُس میں عُشر یعنی دسواں حصہ دینا واجب ہے اور جس کو محنت و مشقت سے پانی پہونچے مثلاً اونٹ وغیرہ کے ذریعے سے پانی کھینچ کر پلایا جاتا ہے تو اوس میں نصف عُشر واجب ہے اگر مشقت و عدمِ مشقت مساوی طور پر ہو مثلاً آدھا موسم پانی بآسانی میسّر ہوتا ہے اور آدھے میں محنت و مشقت سے پانی ملتا ہے یا محنت و عدمِ محنت کا اندازہ نہ لگ سکے تو اُس میں عشر کا تین پاؤ حصہ دینا واجب ہے اگر یہہ معلوم ہو کہ چند دن محنت سے پانی ملا ہے اور چند دن بغیر محنت کے تو ہر ایک کے دنوں کا

حساب کرکے زکواۃ نکالی جائے زکواۃ نکالنا اوسی وقت واجب ہوگا جبکہ ثمرے میں صلاحیت اور زراعت کے بھٹوں میں سختی آجائے۔ مالک ثمرہ کے لیئے مسنون ہے کہ وہ اپنے ثمرے کا کسی عارف سے اندازہ کروالیکر زکواۃ نکالے ثمرے کا صحیح اندازہ اوس کی مقدار کی نسبت لگانیوالے کو خارِص کہتے ہیں اس کی شرط یہہ ہے کہ وہ مرد اور مسلمان آزاد عادل عارف ہو جس ثمرے کا اندازہ لگادیا جائے اوس میں مالک اوس وقت تصرف کرسکتا ہے جبکہ خارص اوس کے ذمہ یہہ کردے کہ اس ثمرے کی اتنی زکواۃ نکالنا تیرے ذمہ ہے اور یہہ بھی شرط ہے کہ مقرر کردہ مقدار زکواۃ کو مالک قبول وتسلیم کرلے بعدازاں جس طرح چاہے اپنے تمام ثمرے میں تصرف کرسکتا ہے۔

فصل زکواۃ الفطر کے بیان میں

سوال۔ فطرے کی زکواۃ کتنے شرائط سے واجب ہوتی ہے؟

جواب۔ چار شرائط سے (۱) پہلی شرط یہہ ہے کہ فطرہ نکالنے والا رمضان کے اخیر جز اور شوال کے ابتدائی جز کو پائے (۲) مسلمان ہو (۳) حر ہو یعنی غلام نہو اگر فطرہ نکالنے والا مبعّض ہو یعنی اوس میں ابھی کچھ مملوکیت باقی ہو تو اوس کو بحسب حریت فطرہ نکالنا لازم ہے مثلاً اگر نصف حر ہو تو نصف فطرہ نکالے (۴) عید کے روز اور عید کی آئندہ شب میں فطرہ نکالنے والے اور اوس کے متعلقین کے خرچے سے فطرہ زاید ہو علامہ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ فطرہ اوس کے قرضے سے خواہ قرضہ مؤجل کیوں نہو زائد ہونا چاہیئے اور اوس کے لباس لائق اور مکان ضروری اور خادم سے بھی سوائے ہو نیز جن مسلمانوں کا نفقہ جب تک اوس کے ذمہ ہو تب تک اون کی جانب سے فطرہ دینا بھی لازم ہے البتہ اپنے والد کی

زوجہ جو اپنی حقیقی والدہ نہو اوس کا فطرہ لازم نہیں ہے بیان ماسبق سے ظاہر ہے کہ کافر اصلی پر فطرہ لازم نہیں ہے البتہ کافر اصلی کے ذمہ جو مسلمان کا نفقہ لازم ہو اوس کا فطرہ نکالنا کافر اصلی پر لازم ہے ۔ اب رہا مرتد کا فطرہ اور مرتد پر جن کا نفقہ لازم ہو اون کا فطرہ اوس کے پھر مسلمان ہونے پر موقوف ہے۔

سوال ۔ فطرہ کتنا نکالنا واجب ہے ؟

جواب ۔ فی کس ایک صاع نکالنا واجب ہے اور ایک صاع کے چار مُد ہوتے ہیں اور ایک مُد تین پاوسے کا پس ایک صاع کا وزن حیدرآبادی سیر سے تین سیر ہے اور واجب ہے کہ فطرہ نکالنے والے کی بستی میں زیادہ تر غلہ جو کھایا جاتا ہو اُس کا فطرہ نکالا جائے اور فطرے میں کسی قسم کا عیب وغیرہ نہو اگر پورا فطرہ نہ نکال سکے تو جتنا ہو سکے اتنا ہی نکالے ۔ رمضان کی پہلی شب سے بھی فطرہ نکال دینا جائز ہے لیکن عید کی فجر کے بعد نماز عید سے پیشتر نکالنا مسنون ہے یوم عید گذر جانے تک فطرے مؤخر کرنا حرام ہے ، اور نماز عید کے بعد سے غروب آفتاب تک مؤخر کرنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص اپنے سارے متعلقین کا فطرہ نہ نکال سکے تو بلحاظ استطاعت جتنوں کا ہو سکے حسب ترتیب ذیل نکالے ۔ سب سے پہلے اپنا فطرہ نکالے پھر اپنی زوجہ کا پھر اپنے کمسن بچوں کا پھر باپ کا پھر ماں کا ۔ اگر کسی بستی میں کوئی خاص قسم کا غلہ زیادہ تر نہیں کھایا جاتا ہے مثلاً گیہوں، چاول، جوار، وغیرہ، سب مساوی طور پر کھائے جاتے ہیں تو ایسی صورت میں جو چاہے نکالے مگر افضل یہہ ہے کہ جو غلّہ بہترین اور اشرف ہو جیسے گیہوں تو اوسی کا فطرہ نکالے ۔ ہر شخص کا پورا فطرہ ایک ہی جنس کا ہونا چاہیئے اگر کوئی شخص اپنے فطرے میں مثلاً تھوڑے چاول اور تھوڑے گیہوں نکالے تو جائز نہیں ۔ اور پیسا ہوا اناج یا پکا ہوا غلّہ فطرے میں دینا مثلاً آٹا یا روٹی کا فطرہ جائز نہیں ہے اھ تحفہ جلد (۳)

فصل تعجیل زکواۃ اور اوس کی نیت کے بیان میں

سوال - زکواۃ کی نیت کرنا واجب ہے یا نہیں اور کس طرح نیت کرنا چاہئے اور اوس کی تعجیل کس وقت کی جاسکتی ہے؟

جواب - زکواۃ کی نیت کرنا واجب ہے مثلاً اگر مالی زکواۃ ہو تو اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا زکواۃ مالِی کہے اور اگر بدنی ہو تو اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ زَکٰوۃ بَدَنِی کہے - اگر مقدارِ واجب سے زاید زکواۃ بھی فرض اور نفل کی نیت بلاتعیین کے کرکے نکالے تو کافی نہیں ہے البتہ صرف فرض کی نیت کرکے نکالے تو درست ہے جس سے زکواۃ کی ادائی بھی ہوجائیگی اور جو زائد ہو اوس سے تطوع کا ثواب ملیگا - نیز ختم سال سے پہلے اور ایک سال کے انعقاد کے بعد بھی زکواۃ کی تعجیل جائز ہے لیکن جو زکواۃ قبل از وقت نکالی جائے اوس کے جائز ہونے کی شرط یہہ ہے کہ مالک ختم سال تک وجوبِ زکواۃ کا اہل رہے اور جو شخص زکواۃ لیا ہے وہ بھی اخیر سال میں مستحق ہو مثلاً اگر اخیر سال میں قابض زکواۃ تونگر ہوجائے تو کافی نہیں ہے - بلکہ اگر قابضِ زکواۃ کو یہہ علم ہو کہ وہ زکواۃ معجلہ تھی تو اِس صورت میں اوس سے مسترد کی جاسکتی ہے -

فصل زکواۃ کو مستحقوں پر تقسیم کرنے کے بیان میں

سوال - زکواۃ کن لوگوں پر تقسیم کرنا چاہیے؟

جواب - آیت مقدسہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ الخ میں جو آٹھ اقسمیں بیان کئے گئے ہیں ان میں سے جتنے موجود ہوں انھیں میں زکواۃ خرچ و تقسیم کرنا واجب ہے ان ہشت اقسام کی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے نہ تو مال ہے اور کسبِ حلال کا

ذریعہ اور نہ ایسے شخص کا سہارا جس پر اوس کی کفالت واجب ہو (۲) مسکین یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ مال یا کسب حلال یا منفق کا ذریعہ ہو لیکن نہ اِس قدر کہ اوس کے ضروریات کو کافی ہوسکے۔ مثلاً اگر کسی شخص کا صرفہ دس روپیے ہے اور وہ صرف چار روپیے یا اِس سے کمتر ہی پاتا ہے تو وہ فقیر ہے اور اگر کسی شخص کا خرچ دس روپیے ہے اور وہ سات آٹھ روپیہ پاتا ہے تو وہ مسکین ہے (۳) غارم یعنی قرضدار جو اپنا جائز قرضہ ادا نہیں کرسکتا ہو (۴) ابن السبیل یعنی وہ مسافر جس کے پاس سفر مباح میں خرچ موجود نہو اگرچیکہ اوس کے گھر میں نصاب یا زاید از نصاب مال ہو (۵) عامل یعنی زکواۃ وصول کرنیوالا (۶) تالیفِ قلوب میں یعنی ضعیف الایمان کی دلجوئی کے لئے یا ایسے مسلمان کو جو اپنی قوم میں شریف ہو اور اوس کو دینے سے یہہ توقع ہو کہ اوس کے جیسے مسلمان ہوجائینگے (۷) اُن غازیوں کو جو محض اللہ کیلئے جہاد کریں (۸) مکاتب غلام کو آزاد کرنے میں مکاتب وہ غلام ہے جو اپنے مالک کو اپنی حریت کے لئے کچھ روپیہ مقرر کردیا ہو تاکہ اوس کی ادائی کے بعد حُر ہوجائے زکواۃ کی تقسیم خود امام کرے یا مالک تو اُن پر واجب ہے کہ آٹھوں قسموں پر برابر تقسیم کریں البتہ اگر بعض اقسام کے افراد میسر نہوسکیں تو جو کچھ موجود ہوں اُنھیں پر تقسیم کردیں حتی کہ اِن سب اقسام میں صرف ایک ہی فقیر پایا جائے تو کُل زکواۃ اُسی کو دیدی جائے لیکن اگر امام خود تقسیم کرے تو اوس پر واجب ہے کہ جو زکواۃ اُس کے پاس حاصل ہو اوس کو تمام اقسام کے سب افراد کو دیوے اور اگر مالک تقسیم کرے تو کم از کم ہر قسم سے تین تین آدمیوں کو دے البتہ اگر اِن اقسام کے لوگ گنتی کے ہوں اور اون کے ضروری حوائج بھی اُس زکواۃ سے پورے ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت میں اُنھی معدود موجودوں کو دیدی جاسکتی ہے اور جب مالک تقسیم خود کریگا تو اِس صورت میں عامل یعنی زکواۃ وصول کرنے والے کی چونکہ ضرورت نہیں ہے

اس لئے اوس کا حصہ ساقط ہوجائیگا ہاں اگر امام تقسیم کرے تو چونکہ زیادہ تر اس صورت میں عامل کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اوس کا حصہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر صرف ایک ہی عامل سے کام نکل سکے تو اس قسم میں ایک ہی کو حصہ دینا جائز ہے مگر عامل صرف اپنے کام کے موافق اجرت پانے کا مستحق ہے اگر اوس کی اجرت سے حصہ زاید ہوجائے تو اوس کو صرف بقدر اجرت دے کر فاضل دیگروں پر تقسیم کردیا جائے اور اگر حصے سے اجرت کم ہو تو اوس کی تکمیل مالِ زکواۃ سے کردیجانیکے بعد بقیہ تقسیم کردی جائے اس قسم کی تکمیل (سہم المصالح) یعنی مدّ رفاہِ عام سے بھی کرنا جائز ہے۔ اور اگر زکواۃ فطرے کی ہو تو اوس کا بھی یہی حکم ہے لیکن بعض اس میں یہہ جائز رکھے ہیں کہ فقرآء یا تین مساکن کو مثلاً دیدینا جائز و کافی ہے اور بعض صرف ایک ایک کو دینا جائز رکھے ہیں فاضل رویانی رح کا قول مختار یہہ ہے کہ آٹھوں اقسام میں سے کسی ایک قسم کے تین افراد کو مالی زکواۃ کا بھی دیدینا جائز ہے۔ اس لئے کہ فی زمانناا اپنے مذہب کے مطابق اِس مسئلہ میں عمل ہونا دشوار اور متعذر ہے بلکہ اگر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ والرضوان موجود ہوتے تو بلحاظ ضرورتِ وقت ضرور یہی فتویٰ دیتے اھ منہ۔

سوال۔ اِن آٹھوں اقسام میں سے زکواۃ لینے والوں کے شرائط کیا ہیں؟

جواب۔ زکواۃ لینے والے کی شرط یہہ ہے کہ وہ کامل حریت والا ہو (سوائے مکاتب غلام کے کہ اس میں کامل حریت کی شرط نہیں) یعنی مکاتب اگرچیکہ کامل حریت والا نہیں ہے مگر زکواۃ لے سکتا ہے۔ مسلمان ہو۔ ہاشمی یا مطلبی نہو اور نہ ان کا آزاد کردہ غلام ہو خواہ اون کو خمس الخمس میں سے اُن کا حق دیا جاتا ہو یا نہ دیا جاتا ہو۔ لیکن اصطخری رح نے نقل کی ہے کہ بنو ہاشم و بنو المطلب کو اگر خمس الخمس میں سے کچھ نہ دیا جاتا ہو تو ایسی صورت میں انھیں زکواۃ دینا جائز ہے

اگر فی زمانِنا اُصطُخریؒ کی تقلید اس قول میں کیجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے عمل بریں قول زکواۃ دینے والے کو چاہیئے کہ اس خاندان کے اشخاص کو زکواۃ دیتے وقت یہ بیان کردے کہ یہہ زکواۃ ہے کیونکہ یہ امکان ہے کہ لینے والا تورّع کر کے نہ لیتا ہو۔

فصل صدقۂ تطوع کے بیان میں

سوال۔ صدقۂ تطوع کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ صدقۂ تطوع کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور کافر و تونگر کو بھی دینا جائز ہے لیکن بالعموم اس کو پوشیدہ طور پر دینا افضل ہے بخلاف زکواۃ کے۔ اور زیادہ قریب کے رشتہ داروں اور زوج کو دینا بھی افضل ہے پھر دُور کے رشتہ داروں کو پھر رضاعی قرابتداروں کو پھر اُن لوگوں کو دینا افضل ہے جن سے مصاہرت ہو پھر اپنے موالی کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے دشمنوں کو پھر اہل الخیر محتاجوں کو نیز متبرک ایام و مقاماتِ مقدسہ میں بھی صدقۂ تطوع کرنا افضل ہے جیسا روزِ جمعہ وغیرہ اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس (زادا اللہ الجمیع شرفاً و تعظیماً) وغیرہ میں اور مہم امور کے وقت بھی جیسے کسوف و خسوف بیماری حج سفر وغیرہ میں نیز ہر معصیت کے بعد اور خصوصیت سے اپنی مرغوب خاطر و محبوب اشیاء تصدق کرنا اور خوش دلی و بشاشت سے کرنا بھی افضل ہے۔ جس شخص کے پاس حلال و حرام ہر دو قسم کا مال ہو تو اوس سے صدقۂ تطوع لینا مکروہ ہے لیکن جس صدقے کی حرمت یقینی ہو اوس کا لینا حرام ہے۔ صدقۂ تطوع سے مراد غیر واجبہ صدقہ ہے جیسے خیرات ہدیہ تحفہ وغیرہ۔

سوال۔ کیا آدمی کو یہہ جائز ہے کہ اپنے ضروری اشیاء بھی تصدق کردے؟

جواب۔ انسان کو جو ضروری و مایحتاج اشیاء کی ضرورت اپنی یا اپنے متعلقین کے نفقے میں اوسی روز و شب میں لاحق ہوتی ہے تو اُن کا تصدق کر دینا جائز نہیں ہے

یا تصدق کرنیوالے پر مؤجل قرضہ ہو جس کے ایفاء کی فی الحال امید نہو یا دین معجل ہو۔جس کی ادائی کی وقتِ مقررہ پر توقع نہو تو ایسا شخص بھی صدقۂ تطوع کرنا جائز نہیں ہے اور زائد از ضرورت کا تصدق کردینا جب کہ تنگی کے وقت صبر دشوار نہ گذرے مستحب ہے لیکن اپنا دیا ہوا صدقہ یا زکواۃ یا کفارہ یا نذر کو خریدی یا اور طریقے سے پھر لے لینا مکروہ ہے۔جو شخص ایک دن ایک رات کا نفقہ رکھتا ہو یا کسب معیشت کا لایق ذریعہ و ہنر رکھتا ہو تو اوس پر اپنی جائداد رکھ کر یا ہنر چھوڑ کر سوال کرنا حرام ہے صدقہ دیکر احسان جتلانا ثواب کو باطل کردیتا ہے ارشاد باری ہے لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذیٰ (اپنے صدقات کو من واذی سے باطل نکرو) بالخصوص آب و شیر کا تصدق کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

باب چہارم
رمضان کے روزوں کے بیان میں

سوال۔صیام کے کیا معنے ہیں؟

جواب۔صیام کا معنی لغت میں امساک یعنی رُکے رہنے کے ہیں اور شریعت میں ایا خاص طور پر مفطرات یعنی روزہ توڑنے والی چیزوں سے رُکے رہنے کا نام صیام ہے۔

سوال۔رمضان کے روزے کن اُمور سے واجب ہوتے ہیں۔

جواب۔حسبِ ذیل پانچ اُمور میں سے کسی ایک امر کے پائے جانے سے رمضان کے روزے واجب ہوتے ہیں۔(۱) ماہِ شعبان کے تیس (۳۰) یوم کامل ہونا (۲) رویتِ ہلال جس شخص کو ہو خواہ وہ فاسق کیوں نہو اوس پر روزے رکھنا

واجب ہو جاتا ہے (۳) حاکم کے پاس رویتِ ہلال کا ثبوت ثقہ اور معتبر شخص کی گواہی سے ہو اس صورت کی ضرورت اوسی شخص کو ہوگی جو خود نہ دیکھا ہو (۴) کسی معتبر اور موثق شخص کی خبر دینے سے خواہ دل میں اوس کی تصدیق ہوئی ہو۔ اور اگر غیر معتبر شخص کی خبر پر ہی دلی تصدیق ہو جائے تو کافی ہے (۵) جس شخص کو دخول رمضان کا شک ہو اور وہ دخولِ رمضان کے خیال سے اجتہاد کر کے روزہ رکھ لے تو اوس پر بھی روزہ واجب ہے۔

سوال۔ رمضان کے روزے کتنے شرائط سے واجب ہوتے ہیں؟

جواب۔ چار شرطوں سے رمضان کے روزے واجب ہوتے ہیں (۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) روزہ رکھنے کی طاقت ہو یعنی روزہ دار مسلمان عاقل بالغ اور قدرت والا ہو۔ اور سات سال کی عمر سے ہی بچے کو روزے کا حکم دینا واجب ہے دس سال کی عمر میں روزہ رہ سکنے کے باوجود اگر ترکِ صیام کرے تو ضرب و تادیب سے کام لیا جائے لیکن زدو کوب زیادہ تکلیف دہ نہ ہو جیسا کہ وجوب نماز کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے کہ زدوکوب اس قدر نہ ہو جس سے وہ فریش ہو جائے۔

سوال۔ روزے کی صحت کے شرائط کیا ہیں؟

جواب۔ چار ہیں (۱) اسلام (۲) عقل (۳) حیض و نفاس سے تمام دن پاک رہنا۔ (۴) روزے کے لئے کافی وقت ملنا۔

سوال۔ روزے کے ارکان کتنے ہیں؟

جواب۔ روزے کے ارکان تین ہیں (۱) دل سے نیت کرنا۔ فرض روزوں میں تو شب ہی سے ہر دن کے لئے نیت کر لینا واجب ہے البتہ نفل روزوں میں زوال سے پیشتر تک نیت کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ نیت کرنے سے پہلے روزے کے منافی کوئی امر نہ ہونے پائے نیز فرض روزوں کی نیت میں تعین کر لینا

بھی واجب ہے اور روزۂ رمضان کی کمتر نیت یہ ہے نویت صوم رمضان
کامل نیت یہ ہے نویت صوم غد عن اداء فرض شہر رمضان ھذہ السنۃ للہ تعالیٰ
(۲) روزے کو توڑنے والی چیزوں سے رُکے رہنا (۳) صائم یعنی روزہ دار۔

سوال۔ روزے کے مفطرات کیا ہیں؟

جواب۔ بارہ چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (۱) پیٹ یا سر میں عمداً جو کچھ پہنچے (۲) اگلی یا پچھلی شرمگاہ میں حقنہ کرنا (۳) عمداً قے کرنا (۴) عمداً ہمبستری کرنا (۵) خروج منی جبکہ انزال عمداً اپنی خواہش سے ہو یا مباشرت کرنے سے (۶) جنون ہوجانا خواہ ایک لحظہ کیوں نہو (۷) بیہوشی یا نشہ تمام دن رہنا (۸) مرتد ہوجانا خواہ ایک لحظہ کیوں نہو (۹) حیض (۱۰) نفاس (۱۱) ولادت (۱۲) غروب آفتاب متحقق ہونے سے افطار کر دینا یا آفتاب غروب ہونے سے پہلے مثلاً ابر کی وجہ سے غروب کا گمان کرکے اجتہاداً افطار کر دینا۔

سوال۔ کن دنوں میں روزہ رکھنا درست نہیں؟

جواب۔ رمضان میں دوسرے روزوں کے عوض روزے رکھنا درست نہیں نیز عیدین کے دن بھی روزہ رہنا اور ماہ شعبان کے نصف اخیر میں کوئی ایک دن بھی روزہ رہنا درست نہیں البتہ اگر اوس دن فرض روزے کی قضا کرے یا عادت کے لحاظ سے اوس دن کا روزہ آجائے یا اس ماہ کے نصف اول سے اوس دن کے روزے کا وصال کردے تو جائز ہے۔

سوال۔ کن صورتوں میں فرض روزے نہیں رکھنا جائز ہے۔

جواب۔ حسب ذیل صورتوں میں فرض روزوں سے افطار کر دینا جائز ہے۔ اگر ایسی بیماری ہو جس سے تیمم جائز ہوتا ہے یا ہلاک ہونے کا خوف ہو یا سخت شدت کی بھوک پیاس ہو یا مباح سفر طویل ہو تو ان صورتوں میں

روزہ توڑ سکتے ہیں البتہ اگر سفر طویل فجر کے بعد لاحق ہو تو اس صورت میں روزہ توڑنا جائز نہیں ہے نیز سفر میں اگر روزہ رکھنے سے کسی قسم کا ضرر نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی بہتر و افضل ہے اگر بحالت صیام لڑکا بالغ ہو جائے یا مسافر سفر سے آ جائے یا بیمار تندرست ہو جائے تو ان تینوں پر روزہ توڑنا حرام ہے اور اگر بلوغ یا سفر یا تندرستی غیر روزے کی حالت میں ہو جائے تو ہر سہ اشخاص کو روزہ توڑنے والی چیزوں سے امساک کرنا مستحب ہے۔ نیز جو شخص کسی سبب کی وجہ سے یا بلا سبب روزہ توڑے تو اوس پر قادر و متمکن ہونے کے بعد قضاء کرنا واجب ہے صرف لڑکے اور دیوانے اور کافر اصلی پر قضاء واجب نہیں۔ روزوں کی قضاء میں موالات اور جہاں تک ہو سکے مبادرت کرنا مستحب ہے اور اگر بلا عذر روزے توڑے ہیں تو قضاء میں مبادرت اور پے در پے رکھنا واجب ہے۔ و نیز روزے کی نیت کو خواہ بھولے سے کیوں نہ ہو چھوڑنے والا اور عمداً روزہ توڑنے والا اور وہ شخص جو شک کے روز روزہ توڑ دے اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ دن رمضان میں شامل تھا تو ان تینوں صورتوں میں اگر رمضان ہو تو دن بھر امساک کئے رہنا واجب ہے اور اوس کی قضاء بھی فوری واجب ہے رمضان کے سوائے دوسرے روزوں میں امساک واجب نہیں ہے۔

فصل روزے کی سنتوں کے بیان میں

سوال۔ روزدار کیلئے کیا چیزیں مستحب ہیں؟

جواب۔ روزدار کے لئے مستحب ہے کہ یقینی طور پر آفتاب غروب ہوتے ہی جلدی سے روزہ کھولدے۔ اور افطار تین کھجور سے کرنا بھی مستحب ہے اگر تین کھجور میسر نہوں تو ایک کھجور اگر ایک بھی نہ مل سکے تو پانی سے افطار کریں

افطار کے وقت کہنا مسنون ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَرَحْمَتِکَ رَجَوْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ نیز یہہ بھی وارد ہے یا واسع الفضل اغفرلی الحمد للہ الذی اعانی فصمت ورزقنی فافطرت نیز روز داروں کی روزہ افطاری کروانا اور اون کے ساتھ کھانا اور سحری تاخیر سے کرنا لیکن اتنی تاخیر نہ کی جائے جس سے شک میں پڑجائے۔ نیز فجر سے پیشتر اگر حدث اکبر ہو تو غسل کرلینا یہہ سب مستحب ہیں۔ اور سنت مؤکدہ ہے کہ بحالت صیام کسی کی غیبت نکرے جھوٹ نہ بولے اور مسنون ہے کہ روزہ رکھکر گالی گلوج اور مباح خواہشات کا ارتکاب بھی نکرے (جیسے خوشبو سنگھنا تیل لگانا) بلکہ اگر کوئی سب وشتم بھی کرے تو دل میں روزے کا خیال کرلیکر سکوت کرنا چاہئے نیز سینگی نہ لگانا اور کسی چیز کو چبانا یا کھانے کو نہ چکھنا بھی مسنون ہے اور بوسہ نہ لینا بھی اوس صورت میں مسنون ہے جب کہ انزال کا خوف نہو ورنہ حرام ہے۔ ماہ صیام میں اہل وعیال کو نان ونفقے میں خوشحال وفراغ بال رکھنا قرابتداروں وپڑوسیوں کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرنا خیرات وصدقہ قرآن پاک کی تلاوت اور درس تدریس کرنا اعتکاف کرنا اور بالخصوص عشرۂ اخیر میں اعتکاف کرنا بھی مستحب ہے مضمضہ اور استنشاق میں خوب پانی لینا مکروہ ہے اور دو یا اس سے زاید روزوں میں وصال کرنا بغیر کوئی مفطر شئی رات میں تناول کرنے کے حرام ہے اور قول راجح یہہ ہے کہ ہمبستری سے وصال نہیں جاتا بعض کہتے ہیں ہمبستری سے وصال زائل ہوجاتا ہے۔

فصل اُس کفارے کے بیان میں جو رمضان میں جماع کرنے سے واجب ہوتا ہے

سوال - کفارۂ جماع کس شخص پر واجب ہوتا ہے؟
جواب - جو شخص رمضان میں دن کے وقت ہمبستری کرے اس حالت میں کہ روزہ اس پر فرض ہو اور رات ہی سے روزے کی نیت بھی کرلیا ہو اور محض روزے کی وجہ سے اس ہمبستری سے گنہگار ہوا ہو تو اس پر کفارہ اور قضاء واجب ہے۔ کفارہ یہہ ہے کہ ایک صحیح وسالم مسلمان غلام یا کنیز کو آزاد کرے اس غلام میں کوئی ایسے عیوب نہوں جو اوس کے کاروبار میں خلل انداز ہوں اگر یہہ نہو سکے تو دو ماہ کامل متواتر اور پیاپے روزے رکھے اگر یہہ بھی نہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو اناج دیا جائے ہر ایک مسکین کو ایک مُد اور ایک مُد ہوتا ہے ساڑھ تولے کا یعنی تین پاؤ حیدرآبادی لیکن اناج ایسا ہونا چاہیئے جس کا فطرہ دیا جا سکتا ہو۔ اگر جس روز جماع کیا تھا اوسی روز دیوانہ ہوجائے یا مرجائے تو کفارہ ساقط ہو جائیگا لیکن بیماری یا سفر یا تنگدستی سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا ہے۔ نیز جتنے روز حسب تفصیلِ سابق جماع کرتا جائے اوتنے ہی بار کفارہ واجب ہوگا۔

فصل اُس فدیۂ واجبہ کے بیان میں جو روزوں کے بدلے دیا جاتا ہے اور اس بیان میں کہ وہ کس پر واجب ہوتا ہے

جاننا چاہیئے کہ فدیہ کبھی تو روزوں کے ساتھ دیا جاتا ہے اور کبھی صرف فدیہ ہی دیا جاتا ہے۔
سوال - اِس کی وضاحت تو کیجئے؟
جواب - جس شخص کا انتقال ایسی حالت میں ہو کہ اوس پر واجب روزے

باقی ہوں اور اس کو قضاء کرنے کے لئے وقت بھی ملا ہو بریں ہم اگر وہ قضاء نکرسے یا عمداً روزہ توڑدے تو واجب ہے کہ اوس کے متروکہ سے ہر ایک روزے کے عوض ایک مُد اناج جو اُس بلدے میں زیادہ تر کھایا جاتا ہو فقراء و مساکین کو دیا جائے یا اُس میت کے بدلے کوئی قرابتدار یا جس کو وہ اجازت دیا ہو روزہ رکھیں نیز جو شخص ضعف و پیری کی وجہ سے یا سخت بیماری کے سبب سے بھی اگر روزہ نہ رکھے تو اوس پر بھی یہی فدیہ واجب ہے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں محض بچے کے نقصان اور ضرر کے خوف سے اگر روزہ نہ رکھیں تو اُن پر واجب ہے کہ ہر روزے کے عوض ایک مد اناج دینے کے علاوہ جب عذر جاتا رہے تو قضاء بھی کریں اور جو شخص کسی قریب الہلاک حیوان محترم کو بچانے کی غرض سے روزہ توڑے تو اُن پر بھی قضاء و فدیہ ہر دو واجب ہیں - نیز جس شخص پر روزوں کی قضاء واجب ہو اور وہ بلا عذر دوسرے رمضان تک قضاء نکرے تو اوس پر فدیۂ مذکورہ اور قضاء بھی واجب ہے اسی طرح دو سال تک اگر قضاء نہ کرے تو ہر روزے کیلئے دو مُد تین سال تک نکرے تو تین مد غرض جتنے سال بڑھتے جائیں اُتنے ہی مد زیادہ فدیہ دینا واجب ہوگا اور قضاء بھی کرے البتہ اگر عذر کی وجہ سے تاخیر ہو تو فدیہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہے -

فصل نفل روزوں کے بیان میں

سوال - نفل روزوں کا کیا حکم ہے ؟

جواب - نفل روزے رکھنا تو مسنون ہے لیکن ان میں سے تین قسم کے روزے رکھنا سنت مؤکدہ ہے -

سوال - مؤکدہ روزوں کی پہلی قسم کیا ہے ؟

جواب۔ پہلی قسم وہ روزوں کی ہے جو برسوں کے مکرر ہونے سے مکرر ہوتے ہیں اور وہ یہہ ہیں۔ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا سوائے حجاج اور مسافروں کے یعنی ذیحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ۔ ذی الحجہ کے دس۱۰ دنوں کے روزے۔ محرم کی نویں دسویں گیارہویں۔ ستہ شوال لیکن ستہ شوال پے درپے اور عید سے متصل رہنا بھی مسنون ہے۔

سوال۔ دوسری قسم کیا ہے؟

جواب۔ دوسری قسم وہ ہے جو مہینوں کے مکرر ہونے سے مکرر ہوتے ہیں اور وہ یہہ ہیں۔ ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہویں چودہویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے رکھنا۔ نیز ایام سود یعنی ہر ماہ کی اٹھائیس۲۸ تاریخ اور اوس کے بعد دو روز جملہ تین روز اٹھائیس سے رکھنا بھی مسنون ہے اگر مہینہ انتیس(۲۹) دن کا ہو تو داخل شدہ مہینے کی پہلی کو روزہ رہ لیکر تین یوم کی تکمیل کریں۔

سوال۔ تیسری قسم کیا ہے؟

جواب۔ تیسری قسم وہی جو ہفتوں کے مکرر ہونے سے مکرر ہوتے ہیں اور وہ یہہ ہیں روز دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ نیز اشہر حُرم یعنی ذیقعدہ ذیحجہ محرم رجب ان چاروں مہینوں کے روزے رہنا بھی مسنون ہے اور ماہ شعبان کے روزے رہنا بھی سنت ہے اشہر حرم میں افضل تر ماہ محرم ہے اس کے بعد دیگر تینوں مہینوں کا درجہ ہے پھر شعبان کا۔ اور صرف روز جمعہ یا شنبہ یا یکشنبہ کا ہی تنہا روزہ رہنا مکروہ ہے اور ایام تشریق و عیدین کے سوائے تمام سال کے روزے رکھنا بھی مسنون ہے جبکہ کسی قسم کا ضرر یا کچھ حقوق تلف ہونے کا خوف نہ ہو تو۔ لیکن صوم داؤدی یعنی ایک دن آڑ روزہ رہنا اس سے بہتر و افضل ہے۔

فصل اعتکاف کے بیان میں

سوال۔ اعتکاف کے معنے کیا ہیں؟

جواب۔ اعتکاف کے معنے لغت میں کسی شئی کو لازم کر لینے کے ہیں خواہ بُرائی کے لئے کیوں نہ ہو اور شریعت میں کسی خاص مسلمان کا خاص جگہ پر خاص نیت کیساتھ ٹھیرے رہنے کا نام اعتکاف ہے۔

سوال۔ اعتکاف کا شرع میں کیا حکم ہے؟

جواب۔ جس وقت چاہیں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

سوال۔ اعتکاف کے ارکان کتنے ہیں؟

جواب۔ اعتکاف کے ارکان چار ہیں (۱) نیت کرنا۔ مسجد میں داخل ہونیوالے کو چاہیئے کہ پہلے اعتکاف کی نیت اس طرح کر لیوے نذرت الاعتکاف لِلّٰہِ تعالیٰ فِی ھٰذا المسجد مدۃ اِقامتی فیہ تاکہ اعتکاف واجب کا ثواب حاصل ہو پھر نذر کی نیت کر لینے کے بعد نویت فرض الاعتکاف یا نویت الاعتکاف المنذور لِلّٰہِ تعالیٰ کہے نیت کی شرط یہہ ہے کہ وہ فوراً ٹھیرنے کے ساتھ ہی ہو نیز ٹہلتے ہوئے بھی اگر فوراً نیت کی جائے تو درست ہے بہر حال منذورہ اعتکاف میں فرضیت کی نیت کی جائے۔ رُکنِ دوم یہہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں کیا جائے اور مسجد کی شرط یہہ ہے کہ وہ خالص ہو اور اوس کی زمین پر کسی کا ملک مقرر نہو اور نہ مسجد کسی نہر یا باؤلی کی حریم میں بنائی ہوئی ہو حریم کہتے ہیں باولی یا نہر کے حدود کو باؤلی کی حریم یہہ ہے کہ اوس کے اطراف میں ایک موٹ برابر جگہ چھوڑ دی جائے۔ جس مسجد میں پنج وقتہ جماعت اور جمعہ ہوتا ہو اوس میں اعتکاف کرنا دیگر غیر جامع مساجد میں کرنے سے اولیٰ و افضل ہے۔ رکنِ سوم مکث ہے یعنی اعتکاف کی نیت کرنے کے بعد ٹھیر جانا اوس کی شرط یہہ ہے کہ مسجد میں ٹھیرے رہکر یا ٹہلتے ہوئے طمانیتہ نماز سے زیادہ رہیئے۔ رکنِ چہارم معتکف ہے یعنی اعتکاف کرنے والا جس کی شرط یہہ ہے کہ وہ عاقل مسلمان

اور حدثِ اکبر سے پاک ہو۔ مالک کے بغیر اجازت غلام کا اعتکاف کرنا اور شوہر کے بلا اجازت عورت کا اعتکاف کرنا حرام ہے لیکن حرمت کے باوجود اعتکاف تو صحیح ہوگا۔

سوال۔ اعتکاف کن چیزوں سے باطل ہوتا ہے؟

جواب۔ حیض ونفاس آنے یا مرتد ہوجانے سے نیز حرام نشہ کرنے یا دیوانہ ہوجانے سے اعتکاف باطل ہوجاتا ہے۔ و نیز بیہوشی بھی اگر خود معتکف کی تعدی کی وجہ سے ہوی ہو تو بھی اعتکاف باطل ہوجائیگا اور ایسی جنایت سے بھی اعتکاف باطل ہوجاتا ہے جس سے روزہ ٹوٹ جائے و نیز اگر مسجد سے بھی بغیر واپسی کی نیت کرنے کے باہر جائے اور واپسی کا وقت مقرر نکرے تو تب بھی اعتکاف باطل ہوجائیگا۔

بابِ پنجم

حج اور عمرہ کے بیان میں

سوال۔ حج کے معنےٰ کیا ہیں؟

جواب۔ لغت میں حج کے معنےٰ ارادہ کرنے کے ہیں اور کثرت سے کسی معظم ومحترم شے کا ارادہ کرنے کو بھی لغت میں حج کہتے ہیں اور شریعت میں حج کہتے ہیں آئندہ ذکر کئے جانیوالی عبادت کی ادائی کیلئے کعبۃ اللہ شریف کا ارادہ کرنے کو لیکن تحقیق تو یہہ ہے کہ حج حسبِ ذیل ارکان کا نام ہے (۱) نیت کرنا (۲) طواف کرنا (۳) سعی کرنا (۴) وقوف بعرفہ کرنا (۵) حلق کرنا (۶) زیادہ تر

ارکان کو ترتیب سے ادا کرنا پس حج بجنسہ انہی اعمال کا نام ہے جیسا کہ نماز اوس کے چند خاص اعمال کا نام ہے۔

سوال۔ عمرہ کے معنے کیا ہیں؟

جواب۔ عمرہ کے معنے لغت میں آباد و معمور مقام کی زیارت کرنے کے ہیں اور شرع میں عمرہ کہتے ہیں آئندہ ذکر کئے جانے والی عبادت کی ادائی کے لئے کعبۃ اللہ شریف کا ارادہ کرنے کو لیکن تحقیق یہہ ہے کہ عمرہ بعینہ ان ارکان کا نام ہے۔ نیت۔ طواف۔ سعی بَیْنَ الصفا والمروہ۔ حلق۔ ترتیب۔

سوال۔ حج وعمرے کا شرع میں کیا حکم ہے؟

جواب۔ حج وعمرہ عمر بھر میں ایک دفعہ ادا کرنا واجب عینی ہے لیکن وجوب متراخی یعنی فوری نہیں بشرطیکہ وقتِ وجوب کے بعد موت سے بیشتر ادائی کا عزم ہو۔ حج کی فرضیت بالاجماع ثابت ہے اور عمرے کی فرضیت بر بنائے قول اظہر ثابت ہے جس کا ذکر اشارۃً ابتدائے کتاب میں گذر چکا ہے۔

سوال۔ حج وعمرہ کے مراتب کتنے ہیں؟

جواب۔ پانچ مراتب ہیں پہلا صحتِ مطلقہ کی شرط صرف اسلام ہے پس اس صورت میں ولی المال کو جائز ہے کہ کمسن بچے یا مجنوں کے بدلے احرام باندھے دوسرا مرتبہ صحتِ مباشرت یعنی اگر خود حج کرے تو اوس کے لئے اسلام تمیز کی شرط ہے پس تمیز والا لڑکا اپنے ولی کی اجازت سے احرام باندھ سکتا ہے تیسرا مرتبہ صحتِ وقوعِ نذری حج وعمرہ کیلئے اوس کی شرط اسلام تمیز اور مکلف ہونا ہے پس اگر غلام بھی حج وعمرے کی نذر کرے تو صحیح اور درست ہے چوتھا مرتبہ صحتِ وقوعِ حجۃ الاسلام کے لئے اوس کی شرط یہہ ہے کہ مسلمان اور تمیز والا مکلف اور حر ہو۔ پس فقیر کا بھی حج وعمرہ مجزی اور درست ہوگا پانچواں مرتبہ وجوب

جس کی شرط یہہ ہے کہ مسلمان ممیز مکلف حر اور مستطیع ہو۔

سوال۔ استطاعت کے اقسام کتنے ہیں؟

جواب۔ استطاعت کے دو قسم ہیں ایک استطاعتِ مباشرت یعنی خود استطاعت کی وجہ سے ادا کرنا اور دوسری استطاعتِ استنابت یعنی بوجہہ استطاعت کسی دوسرے کو نائب بنانا۔

سوال۔ استطاعت مباشرت کے شرائط کتنے ہیں؟

جواب۔ سات ہیں پہلی شرط یہہ ہے کہ مناسک حج وعمرہ کے لئے سفر کی آمد و رفت اور ضروری اقامت کا خرچہ موجود ہو دوسری شرط یہہ ہے کہ اگر مکہ معظمہ دو مرحلوں پر ہو یا اوس سے کمتر فاصلے پر ہو مگر دو مرحلوں سے کمتر فاصلے والا چل نہیں سکتا ہے تو راحلہ یعنی سواری محمل کے ساتھ موجود ہووے البتہ جس شخص کو بغیر محمل کی سواری کے ضرر شدید لاحق نہو تو محمل اور عدیل کا پایا جانا مشروط نہیں ہے لیکن امورِ مذکورہ اسی وقت مشروط سمجھے جائینگے جبکہ اِن کا صرفہ اوس کے اہل و عیال کے خرچے وغیرہ سے جو فطرے کے بیان میں مذکور ہوا و نیز اوس کے قرضے سے بھی خواہ قرضۂ مؤجل کیوں نہو فاضل ہووے۔ عدیل کہتے ہیں اُن دونوں شخصوں کو جو ایک کجاوہ میں دونوں طرف بیٹھیں ہر ایک دوسرے کا عدیل ہوگا۔ تیسری) شرط یہہ ہے کہ راستے میں جان و مال اور عزت وآبرو کا امن ہو چوتھی شرط یہہ ہے کہ راستے میں عادۃً جہاں جہاں کھانا پانی مِل سکتا ہو وہاں دستیاب ہوسکے لیکن بلحاظِ وقت و مقام قیمتِ مثل پر دستیاب ہونا بھی مشروط ہے پانچویں شرط یہہ ہے کہ اگر عورت ہو تو اوس کے ساتھ شوہر یا محرم قرابتدار یا معتبر اور ثقہ عورتیں ہوں۔ یا اندھا ہے تو اوس کے ساتھ کوئی قائد بھی ہو خواہ اجرت سے کیوں نہو۔ چھٹویں شرط یہہ ہے کہ سواری پر بلا ضرر شدید بیٹھ سکے ساتویں شرط

یہہ ہے کہ وجوب کے جملہ شروط پائے جانے کے بعد اتنا وقت ملے کہ راستہ چلنے کے بعد مناسکِ حج ادا ہوسکیں۔ اور حج کی جو استطاعت ہے وہی عمرے کی استطاعت ہی کیونکہ عمرہ قران سے حاصل ہوجاتا ہے اور قران میں افراد سے زیادہ کچھ عمل کرنا بھی نہیں پڑھتا ہے۔

سوال۔ استطاعت بالاستنابت کے شرائط کتنے ہیں؟

جواب۔ جاننا چاہئے کہ حج اور عمرہ میں دو طرح پر کسی دوسرے کو نائب بنایا جاتا ہے ایک تو کسی میت کی طرف سے نائب بنایا جاتا ہے جس کے لازم ہونے کے شرائط یہہ ہیں کہ میت کا انتقال اس حالت میں ہو کہ اوس پر بوقتِ انتقال حج وعمرہ واجب اور اوس کے ذمہ لازم ہو اور اس قدر ترکہ چھوڑے کہ جس سے حج وعمرہ کی ادائی ممکن ہوسکے تو ایسی صورت میں میت کی جانب سے حج وعمرہ کی ادائی کے لئے فوراً استنابت واجب ہے۔ دوسری استنابت کسی ایسے زندے کی جانب سے ہوتی ہے جو بنفسہ مناسک حج کی ادائی سے عاجز ہو جیسے معضوب کہا جاتا ہے اور اوس کے اور مکہ معظمہ کے درمیان دو مرحلے یا اوس سے زاید فاصلہ ہو تو ایسی صورت میں اوس پر واجب ہے کہ اپنے جانب سے کسی دوسرے کو اگر باجرتِ مثل مل سکے تو نائب بنائے لیکن اس نائب کی اجرت بنفسہٖ حج کرنیوالے کے حوائج ضروریہ جو اوپر مذکور ہوئے اون سے فاضل ہوئے۔ البتہ اہل وعیال کا نفقہ جانے اور واپس ہونے تک جتنا ہوگا اوس سے بھی فاضل ہونا مشروط نہیں ہے۔ کیونکہ یہہ خود مقیم ہے اگر اپنا لڑکا یا کوئی اجنبی نائب کی اجرت کیلئے مال خرچ کریں تو اوس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں اون کا احسان ہے البتہ اپنا لڑکا یا اجنبی صرف خدمت کریں تو اوس کا قبول کرنا واجب ہے کیونکہ غیر سے بدنی استعانت وامداد لینے میں احسان نہیں ہے۔ پس استنابت کی اس

قسم دوم میں بھی ایسے شخص پر فوراً نائب بنانا واجب ہے بشرطیکہ وہ وجوب حج اور اوس کی ادائی پر قادر ہونے کے بعد عاجز ہوگیا ہو ورنہ وجوب متراخی ہے وجوب متراخی اور وجوبِ موسع کے ایک ہی معنے ہیں جو وجوبِ فوری کا ضد ہے۔

فصل حج وعمرہ کے میقاتِ زمانی اور میقاتِ مکانی کے بیان میں

میقاتِ زمانی سے وہ مہینے مراد ہیں جن میں حج ادا کیا جاتا ہے اور میقاتِ مکانی سے جو مراد ہے وہ دوسرے جواب میں مذکور ہے۔

سوال۔ حج وعمرہ کی میقاتِ زمانی کب سے ہے؟

جواب۔ حج کے احرام کے لئے میقات زمانی غرۂ شوال سے عید نحر کی فجر تک ہے یعنی دسویں ذیحجہ کی فجر تک اگر کوئی شخص غیر اوقاتِ حج میں حج کا احرام باندھے تو صرف عمرۂ واجبہ ادا ہوجائیگا کیونکہ عمرہ ہر وقت ہوسکتا ہے البتہ اگر حاجی (نفر سے یعنی) منیٰ سے نکلنے سے پہلے عمرے کا احرام باندھے تو منعقد نہیں ہوگا۔

سوال۔ حج کی میقاتِ مکانی مکہ میں رہنے والے کے لئے اور عمرے کی میقاتِ مکانی حرم میں رہنے والے کیلئے کہاں سے ہے؟

جواب۔ مکہ میں رہنے والے کے لئے خواہ وہ آفاقی کیوں نہو اور خواہ اُس کا حج قِران کیوں نہو نفسِ مکۂ مکرمہ ہی اوس کی میقات ہے اور عمرہ کی میقاتِ مکانی مکہ میں رہنے والے کیلئے خواہ وہیں کا باشندہ ہو یا نہو حِل ہے (حِل سے مراد وہ جگہ ہے جو حدودِ حرم سے خارج ہو) اور سب میقاتوں میں افضل جعرانہ ہے۔ میقاتِ مکانی اُن مواضعات کو کہتے ہیں جو ہر ملک والوں کے احرام باندھنے

کے لئے مقرر کیے گئے ہوں۔ جعرانہ کے بعد تنعیم اور تنعیم کے بعد حدیبیہ افضل ہے پس اگر میقات کو نہ جاکر عمرہ ادا کر دیا جائے تو مجزی اور کافی تو ہے لیکن اوس پر دم لازم ہے اور اگر میقات کو عمرے کا صرف احرام باندھنے کے بعد قبل کسی رکن کی ادائی کے جائے تو اوس پر دم نہیں ہے۔

سوال۔ جو لوگ مکہ کے رہنے والے ہوں اُن کی میقات مکانی کونسی ہے؟

جواب۔ حج وعمرہ میں میقاتِ مکانی مدینۂ منورہ سے آنیوالوں کیلئے ذوالحلیفہ ہے اور شام ومصر اور مغرب سے آنیوالوں کے لئے جُحفہ ہے اور یمن کے نچلے علاقوں سے آنیوالوں کے لئے یلملم اور حجاز سے یمن کے اوپری علاقوں سے آنیوالوں کیلئے قرن اور مشرق سے آنیوالوں کے لئے ذاتِ عرق ہے الحاصل جو لوگ میقات سے اوپر کو رہتے ہوں اون کیلئے افضل یہہ ہے کہ برابر میقات سے ہی احرام باندھیں نہ کہ اپنے مکانات سے بلکہ ابتدائے میقات سے احرام باندھیں۔ اور جن لوگوں کے راستے میں کوئی میقات نہو اور وہ میقات کے محاذی ہو سکتے ہیں تو محاذات سے ہی احرام باندھیں اور اگر دو میقاتوں کی محاذات ہوتی ہے تو ان میں سے جو اقرب ہو اوسی کی محاذات سے احرام باندھیں اور اگر راستے میں نہ میقات ہے اور نہ کسی میقات سے محاذات ہوتی ہے تو مکہ مکرمہ سے دو مرحلوں کے فاصلے سے احرام باندھیں اب رہا جس کا مکان مکہ اور میقات کے درمیان ہو تو اوس کی میقات اوس کا مکان ہی ہے اور اگر کسی نے بلا ارادۂ حج وعمرہ میقات کو پہونچ جائے اور پھر اوس کا ارادہ کرلیوے تو جہاں سے اوس نے ارادہ کی ہے وہی اوس کی میقات ہے اور اگر بارادہ میقات کو پہونچے تو بلا احرام وہاں سے بجانب حرم محترم تجاوز کرنا جائز نہیں اور اگر تجاوز بھی کر جائے تو پھر اوسی میقات کو یا کسی اور میقات کو جس کا فاصلہ میقاتِ اول کے برابر ہو عود کرنا بحالتِ احرام یا وہاں

جاکر احرام باندھنے کیلئے واپس ہونا لازم ہے۔ البتہ اگر عود کرنے میں عذر ہو مثلاً وقت کی تنگی یا راستے کا خوف ہو تو لازم نہیں لیکن اگر خواہ کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر عود نکرے یا کچھ ارکان کی ادائی کے بعد عود کرے تو اوس پر دم بھی لازم ہے اور آثم بھی ہوگا۔

سوال۔ حج کا ارادہ رکھنے والے کو میقات کے دائیں یا بائیں جانب (بجانب حرم نہیں) بغیر احرام باندھنے کے تجاوز کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ ہاں ایسا شخص میقات سے احرام کو مؤخر کرسکتا ہے بشرطیکہ اوس مقام کی بھی مسافت مکۂ مکرمہ سے میقات کی مسافت کے برابر ہو یا اوس سے زائد پس ظاہر ہوگیا کہ یمن سے دریا میں آنیوالے یلملم کی محاذات سے جدہ کو پہنچنے تک احرام کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے اگر چیکہ اس طرح تجاوز کرجانا بجانب حرم نہیں بلکہ دیگر جوانب میں ہے بریں ہم اس لئے جائز نہیں ہے کہ یہہ محاذات یلملم کی نسبت کرتے مکہ سے ربع حصہ اقرب ہے۔ پس تحفۃ المحتاج میں ایسا شخص احرام کو مؤخر کرنیکا جو جواز تبلایا گیا ہے وہ اِس امر پر مبنی ہے کہ یلملم اور جدہ کی مسافت مساوی ہے لیکن چونکہ درحقیقت دونوں کی مسافت برابر نہیں اس لئے ایسے شخص کیلئے تاخیر احرام بھی جائز نہیں۔

فصل حج وعمرہ کے ارکان کے بیان میں

ارکان سے مراد وہ اجزا ہیں جن پر اِن دونوں کی صحت موقوف ہے۔

سوال حج وعمرہ کے ارکان کتنے ہیں؟

جواب۔ حج کے ارکان چھ ہیں۔ احرام۔ وقوف بعرفہ۔ طواف۔ سعی۔ حلق اکثر ارکان کو بالترتیب ادا کرنا۔ اور عمرہ کے ارکان پانچ ہیں۔ احرام۔ طواف۔

سعی حلق جملہ ارکان کو ترتیب سے ادا کرنا۔

فصل احرام کے بیان میں

سوال - احرام کے معنے کیا ہیں ؟

جواب - حج وعمرہ میں داخل ہونے کی نیت کو شریعت میں احرام کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے احرام ایک رکن گنا جائیگا۔ اور حج وعمرہ میں نیت کے ساتھ نفس دخول کو بھی احرام کہا جاتا ہے اور یہی ہمبستری کرنے سے فاسد اور مرتد ہونے سے باطل ہوجاتا ہے اور اس سے جملہ محرماتِ احرام حرام ہوجاتے ہیں اور یہی مراد ہے یہاں۔

سوال - احرام کا انعقاد کس طرح ہوتا ہے ؟

جواب - احرام معین کرنے سے بھی منعقد ہوجاتا ہے اور تعیین کرنی ہی افضل ہے بایں طور کہ حج کی یا عمرہ کی یا دونوں کی نیت کریں اور حج کے مہینوں میں احرام کا انعقاد مطلقاً یعنی بلا تعیین بھی ہوجاتا ہے پس بعد از اں حج یا عمرہ جس کے لئے چاہے یا ہر دو کے لئے احرام کو صرف کرلے سکتا ہے اور اوس کے بعد ادائی شروع کرے۔ لیکن نیت کو زبان سے کہنا مستحب ہے پس دل سے کہنا تو واجب ہے اور زبان سے سنت۔ اگر صرف حج کی نیت ہو تو یوں کہے نَوَیتُ الحج وَاَحرَمتُ بہٖ للہ تعالیٰ اور اگر عمرہ کی نیت ہو تو نویتُ العمرۃ واحرمت بھا للہ تعالیٰ کہے اگر کسی دوسرے شخص کی جانب سے حج یا عمرہ کرے تو حج کی نیت اس طرح کرے نویت الحج عَن فلانٍ وَاَحرمت بہٖ للہ تعالیٰ اور اگر عمرہ کرے تو نویتُ العمرۃ عن فلانٍ وَاحرمت بھا للہ تعالیٰ کہے نیت سے پہلے تلبیہ کہنا اور زیادہ تر کہنا اور بلند آواز سے بارادۂ ذکر کہنا ہر صورتیں مستحب ہیں البتہ پہلی مرتبہ

آہستہ کہے اور تلبیہ کے صرف پہلے دفعہ میں حج یا عمرہ جس کے لیے احرام باندھا ہے اوس کا ذکر کر دینا بھی مسنون ہے۔

سوال۔ مستحب صیغۂ تلبیہ کیا ہے؟

جواب۔ صیغہ مستحبہ یہہ ہے۔ لبّیك اللّٰھُمَّ لبّیك لبّیك لا شریك لك لبّیك اِنَّ الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك اِس کو تین بار کہے اور بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب پر درود و سلام پڑھے اِس کے بعد خداوند عالم کی رضا جوئی اور جنت کی خواستگاری اور دوزخ سے پناہ مانگے اور جو چاہے دعا کرے۔ اور جب محرم وغیرہ کوئی تعجب خیز یا ناپسند چیز دیکھیں تو محرم کے لئے مسنون ہے کہ لبّیك اِنَّ العیش عیش الآخرۃ کہے اور غیر محرم اَللّٰھُمَّ اِنَّ العیش عیش الآخرۃ کہنا مسنون ہے۔

فصل احرام کی سنتوں کے بیان میں

سوال۔ احرام کی سنتیں کیا ہیں؟

جواب۔ احرام کی سنتیں یہہ ہیں کہ اوس کے لئے غسل کیا جائے۔ نیز مکۂ مکرمہ میں داخل ہونے کیلئے اور وقوف بعرفہ و مزدلفہ اور ایام تشریق کی رمی کے لئے بھی غسل کرنا اور اگر پانی میسر نہو تو اِس غسل کے بدلے تیمم کر لینا اور بدن کو (کپڑوں کو نہیں) خوشبو لگانی بھی سنت ہے اور مرد کیلئے مسنون ہے کہ سفید اور نئی چادر اور تہبند پہنے اگر نئے نہوں تو دھوے ہوئے ہوں نعلین بھی نئی ہونا مسنون ہے اور احرام کے لئے دو رکعت نماز سنت الاحرام کی نیت کر کے پڑھنا اور بعد ازاں چلتے وقت ابتداء میں قبلہ رُخ ہو کر احرام باندھنا نیز مکۂ معظمہ میں قبل کسی مقام پر ٹھیرنے کے داخل ہونا اور اوپر کے طرف سے دن

کے وقت داخل ہونا بھی مسنون ہے لیکن افضل یہہ ہے کہ اول النہار اور صبح کی نماز کے بعد اور مرد ہو تو پیادہ بغیر جوتے کے جائے اور مسجد میں داخل ہوتے ہی طواف قدوم کرے خواہ وہ حلال ہو (یعنی نہ حج کا اور نہ عمرہ کا احرام باندھا ہوا ہو) یا حاجی ہو یا قبل وقوف مکہ میں داخل ہوا ہو۔

فصل طواف کے واجبات اور اوس کی سنتوں کے بیان میں

سوال۔ طواف کے واجبات کتنے ہیں؟

جواب۔ گیارہ ہیں (۱) ستر عورت (۲) حدثِ اصغر واکبر سے پاک ہونا (۳) نجاست سے پاک ہونا (۴) بیت اللہ کو بجانب چپ کیا ہوا اپنے چہرے کے جانب چلتا جائے (۵) حجر اسود سے ابتدا کرنا (۶) اپنے سارے بدن سے بوقتِ رفتار اوس کی محاذات کرنا (۷) یقینی سات چکر کرنا (۸) طواف اندرون مسجد حرام ہونا (۹) طواف کو بیت اللہ اور شاذروان اور حجر اسمٰعیلؑ کے باہر سے کرنا شاذروان سے مراد خانہ کعبہ کے اطراف کی وہ چھوٹی سی پشتہ بندی ہے جو بطور پشتہ کے باہر سے کھینچ دیگئی ہے دراصل اس پشتہ کی جگہ بھی خانہ کعبہ کے حدود میں (۱۰) طواف کو کسی دوسری غرض کے لئے نہ بدل دے مثلاً طواف کرتے کرتے کسی قرضدار کی طلب کا ارادہ نہو (۱۱) طواف اگر مستقل ہو تو اوس کی نیت کرنا مستقل سے مراد یہہ ہے کہ طواف کے ساتھ کوئی دیگر عبادت شامل نہو پس طواف وداع بھی مستقل ہے رملیؒ کے پاس اور ابن حجر رحؒ کے پاس طواف وداع منجملہ مناسک یا توابع مناسک میں سے ہے لہذا ابن حجر رحؒ کے پاس اوس کی نیت کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

سوال۔ طواف کی سنتیں کیا ہیں؟

جواب۔ طواف کے سنتیں تو بہت ہیں منجملہ اون کے پیادہ چل کر طواف کرنا سنت ہے اگر بلا عذر سوار ہو کر طواف کرے تو خلافِ اولیٰ ہے اور حجر اسود کو ابتدائے طواف میں استلام کرنا یعنی ہاتھ لگانا سنت ہے لیکن سیدھے ہاتھ سے استلام کرنا افضل ہے اور اس کو بوسہ دینا اور اُس پر پیشانی رکھنا بھی مسنون ہے اور ہر دفعہ رکنِ یمانی کا استلام اور اذکار ماثورہ کا پڑھنا بھی سنت ہے اور وہ یہہ ہیں۔ بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اکبر اَللّٰهُمَّ ایمانًا بك وتصدیقًا بکتابك ووفاءً بعهدك وَاتباعًا لِسُنَّةِ نبیك مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ علیهِ وَسَلم ونیز اَللّٰهُمَّ البَیتُ بیتُك وَالحرمُ حَرَمُكَ وَالاَمْنُ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ العَائذ بكَ مِنَ النَّار

یہہ اخیر جملہ کہتے وقت مقامِ ابراہیمؑ کے طرف اشارہ کرے لیکن عورت کے لئے مسنون نہیں کہ وہ استلام کرے یا بوسہ دے یا اوس پر پیشانی کو رکھے البتہ اگر بوقت طواف خلوت ہو تو کر سکتی ہے نیز مرد کے لئے مسنون ہے کہ جس طواف کے بعد سعی بین الصفا والمروہ کرنی مطلوب ہو تو اُس طواف کے پہلے تین چکر میں رمل کرے اور اُس طواف کے تمام اشواط یعنی چکر میں اضطباع کرنا بھی سنت ہے (اضطباع کہتے ہیں سیدھے بغل کے اندر سے چادر کو لیجا کر بائیں کندھے پر حمائل کے طور پر ڈالنے کو) نیز تمام سعی میں بھی اضطباع کرنا اور طواف کو بیت اللہ سے جس قدر ممکن ہو سکے قریب میں کرنا مسنون ہے اور طواف پے در پے کرنا اور اوس کے بعد دو رکعت نماز سنت طواف کی نیت کرکے پڑھنا بھی سنت ہے اور طوافِ نسک میں بھی نیت کرنا مسنون ہے۔ ابن حجرؒ کے پاس طوافِ وداع بھی طوافِ نسک میں سے ہے جبکہ اوس کو مناسکِ حج کی ادائی کے بعد ہی ادا کیا جائے جیسا کہ سابق میں ذکر ہو چکا ہے۔

سوال۔ کیا جنبی اور غیر ممیز لڑکے کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے؟

جواب۔ ہاں مسجد میں اِن دونوں کا داخل کرنا مع الکراہت جائز ہے جبکہ نجاستِ مسجد کا خوف نہو اور نہ اِن دونوں کے داخل ہونے کی کوئی ضرورت داعی ہو اور اگر اِن دونوں کے داخل ہونے کی ضرورت وحاجت ہو تو بلا کراہت جائز لیکن اگر نجاست وتلویثِ مسجد کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔

فصل سعی بین الصفا والمروہ کے واجبات اور اوس کے بعض سنتوں کے بیان میں

سوال۔ سعی کے واجبات کتنے ہیں؟

جواب۔ سعی کے واجبات چار ہیں (۱) یہہ ہے کہ پہلے مرتبہ میں اور اوس کے بعد کے ہر ایک طاق مرتبہ میں صفا سے شروع کرے اور دوسرے مرتبہ میں اور ہر ایک جفت مرتبہ میں مروہ سے شروع کرے (۲) سات بار یقیناً سعی کرے صفا سے مروہ تک جانے کا ایک پھیرا ہے اور مروہ سے صفا کو آنے کا دوسرا پھیرا۔ صفا ومروہ کا درمیانی فاصلہ قریباً سات سو ستر ہاتھ ہے (۳) طوافِ فرض یا طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے بشرطیکہ سعی اور طوافِ قدوم کے درمیان وقوف بعرفہ تخلل یعنی درمیان میں نہو اگر وقوف بعرفہ کا تخلل ہوجائے تو طواف فرض ادا کرنے کے بعد سعی کرنا واجب ہے (۴) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کی جتنی مسافت ہے اوس کو کامل طور پر طے کرے اور جو شخص طوافِ قدوم کے بعد سعی کر چکا ہو تو ایسا شخص پھر طوافِ افاضہ کے بعد سعی کرنا مکروہ ہے۔

سوال۔ سعی کی سنتیں کیا ہیں؟

جواب۔ سعی کی سنتیں تو بہت ہیں جن میں سے یہہ چند ہیں مرد کے لیے مستحب ہے کہ صفا ومروہ پر بمقدار ایک قامہ کے چڑھے تیز ہر مرتبہ کے بعد ذکرو

دعا کرنا اور ہر چکر کی ابتدا اور آخر میں چلنا سنت ہے مرد ہو تو ہر چکر کے وسط میں دوڑنا مسنون ہے دوڑ کے مواضع تو مشہور و معروف ہیں و نیز سعی کرتے وقت طہر (پاکی) اور ستر عورت اور دوڑنے کے لئے خالی جگہ اندرونِ حدود ڈھونڈنا اور ساتوں چکر پے در پے کرنا بھی مسنون ہے اور طواف و سعی کے مابین بھی موالات سنت ہے اور سعی کرتے وقت گفتگو وغیرہ کے لئے بلا عذر ٹھیر جانا مکروہ ہے۔

فصل وقوف بعرفہ اور اوس کے متعلقات کے بیان میں

سوال۔ وقوف بعرفہ میں واجب کیا ہے؟

جواب۔ وقوف بعرفہ میں واجب یہہ ہے کہ محرم کم از کم ایک لحظہ عرفات کی زمین میں عرفہ کے روز زوال کے بعد سے یوم نحر کی فجر تک حاضر رہے خواہ اُس کا گذر وہاں سے کسی فرار شدہ غلام کی طلب کیلئے کیوں نہو اگر چیکہ محرم کو یہہ معلوم نہو کہ وہ عرفہ کا ہی دن ہے اور نہ یہہ علم ہو کہ وہ عرفات کا مقام ہے پس وقوف بعرفہ سے کوئی دوسری ہی غرض حاصل کرے تو کچھ اثر نہیں ہوگا۔ اور یہہ شرط ہے کہ وقوف بعرفہ کرنے والا عبادت کی ادائی کا اہل ہو۔ بیہوش یا دیوانہ یا متوالا نہو البتہ اگر بحالت وقوف گہری نیند آجائے تو حرج نہیں۔

سوال۔ وقوف بعرفہ کی سنتیں کیا ہیں؟

جواب۔ وقوف بعرفہ کی سنتیں تو بہت ہیں منجملہ اون کے یہ ہیں کہ عرفات میں اس طرح ٹھیرے کہ کچھ حصہ دن کا اور کچھ حصہ شب کا وہاں صرف ہوجائے اور تہلیل تکبیر تلبیہ تسبیح پڑھنا اور تلاوت کرنا آں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفی صلعم پر درود و سلام بھیجنا نیز یہہ ذکر کئے ہوئے امور اور دیگر ادعیہ و اذکار بھی حالتِ وقوف سے کوچ کرنے تک زیادہ تر کرنا نہایت تفرع و زاری کرنا استقبال قبلہ کرنا ستر عورت

کئے ہوئے باطہارت رہنا دھوپ میں نکلنا اور کوہِ رحمت کے دامن میں جو بڑے بڑے چٹان مقام عرفات کے وسط میں واقع ہیں اون پر جاکر ذکر کرنا اور عورت یا خنثیٰ ہو تو ان کو موقف (جائے وقوف) کے کنارے وقوف کرنا اولیٰ ہے۔ اور حضرت سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مسجد میں سفرِ قصر کیے ہوئے مسافر کیلئے مسنون ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی جمع تقدیم کرے نیز سفر قصر والے مسافر کو مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی جمع تاخیر کرنا بھی سنت ہے } ترمذی رحنے یہہ روایت کی ہے کہ۔ سب ادعیہ میں بہتر دعا دعاء عرفہ ہے جس میں افضل تر یہہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر بیہقیؒ نے یہہ بھی زیادہ کی ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ

فصل حلق یعنی سر کے بال نکالنے کے بیان میں

سوال۔ کمتر مقدار سر کے بال نکالنے کی کیا ہے؟

جواب۔ کمتر مقدار یہہ ہے کہ سر کے بالوں میں سے تین بال نکال دئے جائیں خواہ منڈوا کر یا اکھیڑ کر یا کتر کر یا جلا کر ہو لیکن جمرۃ العقبہ کی رمی (یعنی سنگساری) کے بعد یوم نحر میں ذبح کرنے تک بال نہ نکالنا مسنون ہے۔ نیز طواف افاضہ سے پہلے سر کے بال نکالنا اور سر کے سیدھے جانب سے ابتدا کرنا استقبال قبلہ کرنا اور مرد ہو تو سارے سر کا منڈوا دینا اور مرد نہو تو سارے سر کا منڈوانا افضل ہے۔

فصل حج و عمرہ کے واجبات کے بیان میں

سوال - حج کے واجبات کیا ہیں ؟

جواب - حج کے واجبات سات ہیں (۱) مزدلفہ میں شب باشی کرنا جس سے مراد یہ ہے کہ یوم نحر کی رات کے نصف اخیر سے وقوف عرفہ کے بعد مزدلفہ میں ایک لحظہ موجود رہے خواہ گذرتا ہوا کیوں نہ ہو لیکن صاحبِ عذر پر مزدلفہ کی شب باشی واجب نہیں (۲) یوم نحر یعنی دسویں ذیحجہ کو جمرۃ العقبہ کے سات بار کنکریاں مارنا (۳) ایام تشریق میں جمراتِ ثلاثہ کی سنگساری کرنا ہر ایک جمرہ کو سات سات بار جمرات سے مراد وہ پتھر ہیں جنھیں سنگسار کیا جاتا ہے اور عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں (۴) رمیٔ جمار کی تینوں راتیں منیٰ میں گذارنا یا ایام تشریق کے صرف ابتدائی دو راتیں منیٰ میں گذارنا اگر ایام تشریق کے دوسرے ہی دن چلے جانیکا ارادہ کرے تو (۵) میقات سے احرام باندھنا (۶) جو امور بحالتِ احرام حرام ہیں اون سے احتراز کرنا (۷) طوافِ وداع کرنا۔

سوال - عمرہ کے واجبات کتنے ہیں ؟

جواب - عمرہ کے واجبات تین ہیں (۱) میقات سے احرام باندھنا (۲) محرماتِ احرام سے اجتناب کرنا (۳) طواف وداع کرنا۔

فصل شب باشی مزدلفہ اور رمیٔ جمار کی سنتوں اوران کی شرائط کے بیان میں

سوال - اس کو بیان تو کیجئے۔

جواب - ہاں مسنون ہے کہ مشعر الحرام میں جو مزدلفہ میں ہے نحر کے دن نماز صبح کے بعد وقوف کیا جائے اور مزدلفہ سے ہی جمرۃ العقبہ کی سنگساری

کے کنکریاں یوم نحر کیلئے لے لئے جائیں اور جمارِ عقبہ کی سنگساری کی ابتدا میں تلبیہ قطع کر دینا اور ہر ایک کنکری مارتے وقت تکبیر کہنا بھی مسنون ہے اور جو شخص یوم نحر کی نصف شب سے پہلے عرفہ میں ٹھیر چکا ہو اُس کے لئے سر کے بال نکلانے اور جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے اور طوافِ افاضہ کرنیکا وقت یوم نحر کی آدھی رات کے بعد سے داخل ہوتا ہے لیکن اِن تینوں امور کو یوم نحر طلوع آفتاب کے بعد ادا کرنا مسنون ہے۔ لیکن جمرۂ عقبہ کی رمی کا وقتِ فضیلت زوال تک باقی رہتا ہی اور اس کا وقتِ اختیار یوم نحر کے اخیر تک رہتا ہے اور اس کا وقتِ جواز آخر ایامِ تشریق تک۔ اور اگر جمرۂ عقبہ کی رمی کو طواف و سعی اور حلق سے پیشتر نہیں کیا ہے تو اُس کا وقت ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ اور یوم نحر یعنی دسویں ذیحجہ کو رمئی جمرۂ عقبہ اور حلق کے بعد فوراً طوافِ افاضہ کی ادائی کیلئے جھپٹنا بھی مسنون ہے بعد ازاں مکہ میں داخل ہو جائے اور طواف کرلے اور اگر سعی نہیں کیا ہی تو سعی بھی کرلے اِس کے بعد منیٰ کو واپس جاکر ایامِ تشریق کی راتوں کا اکثر حصہ وہاں گذارے اور ہر روز جمرات ثلاثہ کی سنگساری زوال کے بعد کرے اور ہر ایک جمرہ کو سات کنکریوں سے سنگسار کرے

سوال۔ ایامِ تشریق میں سے ہر ایک یوم کی رمی کا وقت کیونکر داخل ہوتا ہے؟

جواب۔ ایامِ تشریق میں سے ہر روز کی سنگساری کا وقت اوس یوم کے زوال آفتاب کے بعد سے داخل ہوتا ہے لیکن رمئی جمار زوال کے بعد اور نماز ظہر سے پہلے کرنا افضل ہی بشرطیکہ وقت تنگ نہو اور نہ جمع تاخیر کا ارادہ کیا ہو اور اُس کا وقتِ اختیار غروبِ آفتاب تک ہے اور وقتِ جواز ایامِ تشریق کے آخری دن آفتاب غروب ہونے تک ہے پس جو شخص جمرۃ العقبہ کی سنگساری نہ کیا ہو یا بعض ایامِ تشریق کی سنگساری ترک کر دیا ہو تو بقیہ ایامِ تشریق میں اوس کی ادائی کر لیوے۔

سوال۔ جمرۃ العقبہ کی رمی جو یوم نحر کی جاتی ہے اور جمرات ثلاثہ کی رمی جو ایام تشریق میں کی جاتی ہے اون کے شرائط کیا ہیں؟

جواب۔ نو ہیں (۱) پہلی شرط کنکریوں کو یکے بعد دیگرے مارنا (۲) شرط دوم جو ایام تشریق کی رمی کیساتھ ہی خاص ہے یہہ ہے کہ ایام تشریق کی سنگساری مسلسل و باترتیب ادا کی جائے (۳) رمی کسی دوسری غرض سے نہو (۴) جائے سنگساری کا قصد ہو (۵) مقام سنگساری کو کنکریاں لگنے کا تحقق ہو (۶) رمی مقررہ وقت میں ہو (۷) رمی پتھریوں سے ہی ہو (۸) سنگساری اس طرح ہو کہ اوس کو رمی کہا جا سکے (۹) جو شخص ہاتھ سے سنگساری کر سکتا ہو وہ ہاتھ ہی سے کرے اگر کسی کو کوئی ایسا عذر ہو جو اندرون وقت زائل ہونے کی امید نہو تو وہ اپنی جانب سے کسی دوسرے کو نائب بنا سکتا ہے اگرچیکہ وہ نائب محرم اور اپنی رمی کیا ہوا کیوں نہو۔

سوال۔ رمی کی سنتیں کتنی ہیں؟

جواب۔ رمی کی سنتیں تو بہت ہیں منجملہ اون کے رمی پے در پے کرنا اور سیدھے ہاتھ سے کرنا اور پاک پتھریوں سے کرنا۔ اور کنکر صرف اتنی مقدار کے ہونا جو انگلیوں پر رکھ کر اچھالے جا سکیں مسنون ہے اور ایام تشریق کے دوسرے روز ہی منیٰ سے چلے جانے کا جو شخص ارادہ کر لیوے تو جائز ہے جس کو نفر اول کہتے ہیں اور اوس سے تیسری شب کی شب باشی اور تیسرے دن کی سنگساری ساقط ہو جائیگی لیکن نفر ثانی کے لئے ٹھیرے رہنا افضل ہے۔

سوال۔ نفر اول جو جائز ہے اوس کے شرائط کتنے ہیں؟

جواب۔ نفر اول سے مراد ایام تشریق کے دوسرے روز منیٰ سے چلا جانا ہے اور اوس کے جواز کے شرائط پانچ ہیں (۱) پہلی شرط یہہ ہے کہ ایام تشریق کے

دوسرے دن ہی کوچ کرے (۲) زوال آفتاب کے بعد (۳) جملہ سنگساری کے بعد (۴) کوچ کرنیوالا منیٰ میں دوراتیں رہ چکا ہو یا کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا ہو (۵) کوچ کرنے کی نیت کرلیوے۔

فصل حج وعمرہ سے حلال ہونیکے بیان میں

سوال - حج وعمرے سے حلال کرنے والی چیزیں کتنی ہیں؟

جواب - محرم حج سے دو طرح سے حلال ہوتا ہے یعنی حسب ذیل امور کی ادائی سے حج ختم ہوجاتا ہے۔ ایک تحلل تو ذیلی امور میں سے دو امور کے کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے یعنی محرم حلال ہوجاتا ہے اور وہ امور یہ ہیں جمرۂ عقبہ کی رمی سر کے بال نکالنا اور طوافِ افاضہ جس کے بعد اگر سعی نہیں کی گئی ہے تو کیجاتی ہے اور دوسرا تحلل طواف افاضہ کردینے سے حاصل ہوتا ہے جوجو امور بحالت احرام حرام تھے وہ سب تحلل اول سے حلال ہوجاتے ہیں البتہ عقد نکاح اور وطی کرنا اور شہوت سے مباشرت کرنا جائز نہیں اور تحلل ثانی سے احرام کے سب محرمات حلال ہوجائینگے اب رہا عمرہ سے تو اوس کے جملہ ارکان کی ادائی کردینے سے تحلل ہوجاتا ہے۔

فصل اس بیان میں کہ حج اور عمرہ کی ادائی کتنے وجوہ سے ہوسکتی ہے

سوال - بیان کیجئے کہ حج وعمرہ کس طرح ادا کئے جائیں؟

جواب - حج وعمرہ کو تین طریقوں سے ادا کیا جاسکتا ہے بہترین طریقہ افراد کا

ہے بشرطیکہ اوسی حج کے سال عمرہ کرلیوے اس طرح کہ ذی حجہ کے مہینے سے عمرے کو موخر نکرے پس افراد سے مطلب یہہ ہے کہ پہلے حج کرے اور بعدازاں عمرہ۔ افراد کے بعد فضیلت میں تمتع کا درجہ ہے تمتع کہتے ہیں پہلے عمرہ کرکے پھر حج کرنے کو تیسرا درجہ قران کا ہے یعنی حج وعمرہ دونوں کا یکساتھ احرام باندھنا یا پہلے عمرے کا احرام باندھ کر پھر حج کا احرام طواف شروع کرنے سے پہلے باندھنا۔ تمتع کرنیوالے پر چار شرائط سے دم واجب ہوتا ہے (۱) پہلی شرط یہہ ہے کہ متمتع حرم کا رہنے والا نہو اور نہ اوس کے اور حرم کے درمیان کمتر از مسافتِ قصر فاصلہ ہو (۲) دوسری شرط یہہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ہی عمرے کا احرام کرلیوے (۳) تیسری شرط یہہ ہے کہ حج وعمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں (۴) چوتھی شرط یہہ ہے کہ میقات کو حج کا احرام باندھنے کیلئے واپس نہ جائے یا قبل کسی رکن کی ادائی کے بحالتِ احرام بھی میقات کو نہ جائے اور قارن پر دو شرطوں سے دم واجب ہوتا ہے پہلی شرط یہہ ہے کہ وہ حرم کا رہنے والا نہو دوسری شرط یہہ ہے کہ میقات کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد واپس نہ جائے اور نہ کسی رکن کی ادائی سے پیشتر میقات کو واپس جائے۔

فصل محرمات احرام کے بیان میں

سوال - محرم پر بحالتِ احرام کیا کیا امور حرام ہیں؟

جواب - محرم پر بحالتِ احرام دس امور حرم ہیں (۱) عمداً لباس پہننا پس مرد پر تمام سر یا بعض سر کا ڈھانکنا حرام ہے و نیز سر کے سوائے بقیہ بدن اور ڈاڑھی وغیرہ پر محیط کپڑے پہننے حرام ہیں محیط سے ایسا لباس مراد ہے جو تمام بدن کو گھیر لیوے خواہ سیون کی وجہ سے یا خریط وغیرہ ہو حرام ہی ہے اور عورت کو اپنا چہرہ ڈھانکنا دستانے پہننی حرام ہے (۲) منجملہ محرماتِ احرام کے یہہ بھی حرام ہے کہ محرم اپنے سر یا ڈاڑھی کے بالوں کو تیل

نہ لگائے (۳) تھوڑے بھی بال کو نکالدینا (۴) بعض ناخنوں کو بھی ترشوانا (۵) بدن یا کپڑوں کو خوشبو لگانی (۶) بری جانور جو وحشی ہوں اور جن کا گوشت حلال ہو اُن کا حل میں قتل کرنا صرف محرم پر حرام ہے اور حرم میں قتل کرنا تو محرم اور حلال دونوں پر حرام ہے (۸) عقدِ نکاح کرنا (۸) وطی کرنا (۹) شہوت سے مباشرت کرنا (۱۰) حرم کے مرطوب نباتات کا کترنا (۱۰) حرم کے مرطوب نباتات کا کترنا اور اُس کا اکھیڑنا البتہ اِذخر اور کانٹے اور چوپایوں کا چارہ اور دوا اور زراعت کی کٹائی جس کو دِرَو بھی کہتے ہیں جائز ہے اذخر ایک قسم کا درخت ہے جس کی ڈالیاں مکانوں کے سقفوں میں لگاتے ہیں نیز سوکے گھانس کا اکھیڑنا بھی حرام ہے کاٹ سکتے ہیں اور سوکے درختوں کو کاٹنا اور اکھیڑنا تو جائز ہے اِس دسویں حرام شئی میں محرم اور حلال دونوں برابر ہیں۔

سوال۔ محرماتِ احرام کے ارتکاب سے کیا چیزیں واجب ہیں؟

جواب۔ محرماتِ احرام میں سے اگر کسی ایک کا ارتکاب ہوجائے تو فدیہ واجب ہے جس کا ذکر آئندہ آئیگا البتہ اگر عقدِ نکاح کرلے تو اُس میں فدیہ نہیں کیونکہ بحالتِ احرام عقدِ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا ہے اور حج میں تحلل اول سے پیشتر وطی کرنے سے احرام فاسد ہوجاتا ہے اگر صرف عمرے کا احرام باندھا ہے تو اوس کے جملہ ارکان سے فارغ ہونے سے پیشتر وطی کرنے سے عمرے کا احرام بھی فاسد ہوجاتا ہے اب رہا عمرۂ غیر مفردہ یعنی وہ عمرہ جو حج کیساتھ کیا جاتا ہے وہ صحت اور فساد میں حج کے تابع ہے اگر محرم کچھ محرمات کا ارتکاب کرلیوے تو وہ احرام سے نکل نہ جائے بلکہ اوسی فاسد شدہ کو تمام کرلینا اور اوس کی فوری قضاء کرنا بھی واجب ہے۔

فصل اوس شخص کے بیان میں جو حج یا عمرہ کے ارکان میں سے کسی رکن یا واجب یا سنت کو ترک کرے

سوال - حج وعمرہ کے رکن یا واجب یا سنت کو ترک کیا جائے تو اوس کا کیا حکم ہے؟
جواب - جاننا چاہیے کہ حج وعمرہ کے ارکان کی صحت اون کے بالتمام ادا کرنے پر موقوف ہے اور اگر کوئی رکن ترک کیا جائے تو اُس کا جبر نقصان دم وغیرہ سے نہیں ہو سکتا ہے پس جو شخص وقوف بعرفہ کے سوائے کسی دوسرے رکن کو ترک کردے جس کا ذکر آئندہ آئیگا کہ ایسا شخص اپنے احرام سے نہ نکلے اور نہ حلال ہو جائے جب تک کہ خصوصیت کے اوس رکن کو ادا نہ کرلیوے - اور جو شخص حج وعمرہ کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کرے خواہ عمداً کیوں نہو تو اُس کا حج یا عمرہ صحیح تو ہے لیکن اوس کے ترک کرنے کی وجہ سے دم لازم آئیگا البتہ ترکِ سنت کی وجہ سے کچھ لازم نہیں آئیگا -

فصل احکامِ احصار وغیرہ کے بیان میں

لغت میں احصار کے معنے امنع کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں احصار کہتے ہیں مناسکِ حج یا عمرہ یا دونوں کے ارکان تمام کرنے سے روکدئے جانیکو -

سوال - احصار کے احکام کیا ہیں؟

جواب - جو شخص حج وعمرہ کے مناسک تمام کرنے سے روکدیا جائے تو اوس کے لئے جائز ہے کہ حلال ہو جائے - نیز والدین کو جائز ہے کہ اپنے لڑکے کو حج یا عمرۂ تطوع (یعنی غیر واجب) سے روکدیویں بشرطیکہ وہ مکہ کا باشندہ نہو - لیکن حج یا عمرۂ مفروضہ سے روکدینے کا حق نہیں ہے - نیز شوہر اپنی زوجہ کو اور آقا اپنے غلام کو حج مفروض ومسنون ہر دوسے روک سکتے ہیں پس اگر زوجہ بلا اجازت شوہر یا مملوک بلا اجازت مالک کے احرام باندھ لیں اور وہ اُنھیں حلال ہوجانیکا حکم دیں تو زوجہ ومملوک پر واجب ہے کہ جو ذبیحہ اضحیہ میں کافی ومجزی ہوسکتا ہو وہ ذبح کریں اور سر کے بال نکالیں اور ذبح وحلق کے ساتھ تحلل کی نیت کرکے حلال ہوجائیں اور جو شخص محصور کردیا گیا ہو وہ بھی اسی طریقے سے حلال ہوجائیگا البتہ اگر غلام ہو تو سر کے بال

نکالنے کے ساتھ صرف تحلل کی نیت کر لینے سے حلال ہو جائیگا اور بلحاظ احصار اون پر قضاء بھی نہیں ہے۔ اور جو شخص وقوف بعرفہ نکر سکے تو اوس پر واجب ہے کہ طواف اور اگر سعی نہیں کیا ہے تو سعی کر کے حلال ہو جائے اور نیت تحلل کیساتھ سر کے بال بھی نکالے اور ایسے شخص پر قضائے فوری اور دم بھی واجب ہے جس کو حج قضاء میں ذبح کرے۔

فصل اِس بیان میں کہ اگر کوئی شخص احرام میں ترکِ واجب کرے یا فعلِ حرام کا ارتکاب تو اوس پر کس قسم کا دم واجب ہے

سوال - دم کے اقسام کتنے ہیں اور اوس کے اسباب کیا کیا ہیں ؟

جواب - جاننا چاہئے کہ دماء واجبہ حج و عمرہ میں چار قسم کے ہیں جن کے اکیس (۲۱) سبب ہیں (۱) پہلی قسم کو مرتب مقدر (۲) دوسری کو مرتب معدل (۳) تیسری کو مخیر معدل (۴) چوتھی کو مخیر مقدر کہتے ہیں - مرتب وہ ہے جس کو چھوڑ کر اوس کے بدل کی طرف منتقل ہونا صحیح و درست نہیں البتہ اگر مجبوری سے نہو سکے تو اوس صورت میں بدل کی طرف انتقال کیا جا سکتا ہے - اور مقدر وہ ہے جس کو چھوڑ کر کسی ایسی شئی کی طرف انتقال کرنا صحیح ہو جو اوس سے زاید یا کم نہو - معدل وہ ہے جس کو چھوڑ کر اوس کی ہم قیمت شئی کی طرف انتقال کیا جائے - اور مخیر وہ ہے جس کو چھوڑ کر اوس کے قائم مقام کی طرف باوجود قدرت کے انتقال کیا جانا درست ہے -

سوال - پہلی قسم اور اوس کے احکام و اسباب کیا ہیں ؟

جواب - پہلی قسم مرتب مقدر ہے اور اوس کے اسباب نو ہیں - (۱) تمتع

(۲) قران (۳) حج کا فوت ہونا (۴) میقات سے احرام نہ باندھنا (۵) مزدلفہ میں شب باشی نکرنا (۶) منیٰ میں شب باشی نکرنا (۷) تمام جمرات کی سنگساری نکرنا یا تین کنکریوں کی سنگساری چھوڑ دینا البتہ اگر تعداد معین میں سے ایک کنکری سے سنگساری نہ کرے تو ایک مُد اناج دینا ہوگا اور دو کنکریوں کے ترک کرنے میں دو مد۔ (۸) طواف وداع نکرنا (۹) کسی نذر مسنون کے خلاف کرنا۔ مثلاً پیادہ چلنے کی نذر کر کے سوار ہوجانا الحاصل ان تمام اسباب میں سے ہر ایک سبب کیلئے ایک ایسی بکری دینی واجب ہے جو اضحیہ میں کافی و مجزی ہوسکے اگر یہ نہو سکے تو حج میں تین دن اور بعد واپسی وطن میں سات یوم کے روزے رکھے۔ علامہ ابن المقری نے جو دماء حج میں مشہور نظم لکھی ہے اُنھوں نے بھی اِسی قسم کو اول قرار دیا ہے۔

أَرْبَعَةٌ دِمَاءُ حَجٍّ تُحْصَرُ — أَوَّلُهَا الْمُرَتَّبُ الْمُقَدَّرُ
تَمَتُّعٌ فَوْتٌ وَحَجٌّ قُرِنَا — وَتَرْكُ رَمْيٍ وَالْمَبِيتِ بِمِنَى
وَتَرْكُهُ الْمِيقَاتَ وَالْمُزْدَلِفَه — أَوْ لَمْ يُوَدِّعْ أَوْ كَمَشْيٍ أَخْلَفَه
نَاذِرُهُ يَصُومُ إِنْ دَمًا فَقَدْ — ثَلَاثَةً فِيهِ وَسَبْعًا فِي الْبَلَدِ

یعنی دماء حج کے اقسام چار ہیں جن میں سے پہلی قسم مرتب مقدر ہے جس کے حسب ذیل نو سبب ہیں (۱) تمتع کرے (۲) حج فوت جائے (۳) قران نکرے۔ (۴) سنگساری نکرے (۵) منیٰ میں شب باشی نکرے (۶) میقات سے احرام نہ باندھے (۷) مزدلفہ میں شب باشی نہ کرے (۸) طواف وداع نکرے (۹) نذر مسنون کا خلاف کرے۔ اگر ان اسباب میں سے کوئی ایک سبب صادر ہوجائے تو دم واجب ہے اگر دم نہ دے سکے تو حج میں تین دن اور وطن میں سات یوم کے روزے رکھے۔

سوال۔ قسم دوم کے اسباب واحکام کیا ہیں؟

جواب ۔ دوسری قسم ۔ مرتب معدّل ۔ ہے اور اوس کے اسباب دو ہیں (۱) احصار (۲) جماع مفسد ۔ سابق میں ذکر ہو چکا ہے کہ دم احصار ایسا ہو جو اضحیہ میں مجزی ہو سکے اگر ممکن نہو تو بکری کی قیمت کا اناج تقسیم کرے اگر یہہ بھی نہو سکے تو جتنے مد ہوں اُتنی ہی تعداد کے روزے رکھے اگر مد کی تعداد میں کسر آجائے تو اسس کسر کو کامل یوم شمار کرنا ہوگا ۔ اور جماع مفسد کا دم بھی ایسا اونٹ ہے جو اضحیہ میں مجزی ہو سکے اگر میسر نہ آئے تو ایک گائے دینی ہوگی اگر یہہ بھی نہ ہو سکے تو سات بکریئیں اگر اِس سے بھی عاجز ہو تو اونٹ کی قیمت کا اناج تقسیم کیا جائے اگر یہ بھی میسر نہو تو جتنے مد ہوں اُتنے ہی روزے حسب تفصیل سابق رکھے کیونکہ روزوں کی تبعیض نہیں ہو سکتی ہے یہہ قسم بھی ابن المقریؒ کی نظم میں دوسری ہی قسم قرار دیگئی ہے ۔

وَالثَّانِ تَرْتِيبٌ وَتَعْدِيلٌ وَرَدْ فِي مُحْصَرٍ وَوَطْءِ حَجٍّ إِنْ فَسَدْ
إِنْ لَمْ يَجِدْ قَوَّمَهُ ثُمَّ اشْتَرَى بِهِ طَعَامًا طُعْمَةً لِلْفُقَرَا
ثُمَّ لِعَجْزٍ عَدْلُ ذَاكَ صَوْمًا أَعْنِي بِهِ عَنْ كُلِّ مُدٍّ يَوْمًا

یعنی دماء حج کی قسم دوم ۔ مرتب معدّل ۔ ہے جس کے سبب دو ہیں (۱) احصار یعنی حج سے روک دئے جانا (۲) جماع مفسد ۔ اگر اِن ہر دو اسباب میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے تو دم واجب ہے اگر دم کی ادائی نہو سکے تو اتنی ہی قیمت کا اناج فقراء کو بانٹا جائے اگر یہہ بھی نہو سکے تو جتنے مد ہوں اُتنے ہی روزے رکھے ۔

سوال ۔ قسم سوم اور اُس کے اسباب و احکام کیا ہیں ؟

جواب ۔ تیسری قسم ۔ مخیر معدّل ۔ ہے اور اوس کے اسباب دو ہیں (۱) شکار کرنا (۲) درختوں کو تلف کرنا پس اگر صید ایسا ہو جس کا مثل مل سکتا ہے تو

چوپایوں سے اوس کا مثل نکالا جائے یا اوس کی قیمت کرکے جو قیمت ہو اتنا اناج نکالے۔ یا ہر مُد کے بدلے حسب تفصیل سابق ایک روزہ رکھے اگر صید ایسا ہو جس کا مثل نہیں تو اوس کی بھی قیمت کرکے اناج نکالے یا ہر مُد کے عوض ایک ایک روزہ اگر بڑے درخت کو تلف کرے تو ایک گائے نکالنی ہوگی اور اگر بڑے درخت کے ساتویں حصے کے مانند ہو تو اوس میں ایک بکری ہے لیکن اس میں اتنا اختیار ہے کہ چاہے اوس کو ذبح کرے یا اوس کی قیمت کا اناج خیرات کرے یا حسب تعداد روزے رکھے۔ اور اگر درخت بہت چھوٹا ہو یا گھاس کو ایسا تلف کردے کہ وہ پھر نہ اُگے گا تو اوس کی قیمت دینی ہوگی یا بقدر قیمت اناج تقسیم کرے یا حسب تعداد مدون کے روزے رکھے یہہ قسم بھی ابن المقریؒ کی نظم میں تیسری قسم ہی ہے

والثالث التخییر والتعدیل فی ؛ صَیدٍ واشجارٍ بلا تکلّفِ
اِن شِئتَ فاذبح اوفعدل مثل ما عدلت فی قیمۃٍ ما تقدما

یعنی دماء حج کی قسم سوم۔ مخیر مُعَدَّل۔ ہے جس کے دو سبب ہیں (۱) اتلاف صید (۲) اتلاف شجر ہیں اِن ہر دو سببوں میں سے ایک سبب پایا جائے تو مرتکب کو اختیار ہے کہ چاہے دَم دیوے یا حسب قیمتِ اناج بانٹے۔

سوال۔ چوتھی قسم اور اوس کے اسباب و احکام کیا ہیں؟

جواب۔ قسم چہارم۔ مخیر مُقَدَّر۔ ہے اور اوس کے اسباب آٹھ ہیں۔ (۱) تین یا تین سے زاید بال نکالنا۔ (۲) تین یا تین سے زاید ناخن ترشوانا۔ (۳) لباس پہننا (۴) سر کو تیل لگانا۔ (۵) خوشبو لگانا (۶) مقدمات جماع مثلاً بلا حائل کے شہوت سے بوسہ لینا (۷) تحللیں یعنی تحلل اول اور تحلل دوم کے درمیان وطی کرنا یا جماع مُفسِد کے بعد وطی کرنا یعنی اگر تحلل اول کے بعد جماع کرے تو حج فاسد ہوجائیگا اور اسی فاسد شدہ حج کو تمام کرنا لازم ہے مگر اسی اثنا میں اگر پھر جماع کرے تو دَم

لازم ہی۔ (۸) فاسد شدہ حج کے تمام کرنے سے پہلے وطی کرنا۔ اِن آٹھوں اسباب میں اختیار رہے کہ چاہے ایک بکری بشرطِ سابق ذبح کریں یا تین صاع اناج چھ مسکینوں کو دیویں۔ ہر مسکین کو نصف صاع یا تین یوم کے روزے رکھے۔ اگر صرف ایک ناخن یا ایک بال نکالا جائے تو صرف ایک مُد اناج نکالنا یا ایک ہی روزہ رکھنا ہوگا اور دو بال یا دو ناخنوں میں دو مد یا دو روزے رکھیں یہہ قسم بھی ابن المقریؒ کی نظم میں چوتھی قسم ہی ہے۔

وَخیّرن وقدّرن فِی الرابع	اِنْ شیت فاذبح اوفجد باٰصُعٖ
للشخص نصفٌ اوفصم ثلاثا	تجتث ما اجتثته اجتثاثا
فِی الحلق والقلم ولُبسٍ دُھنٍ	طیبٍ تقبیل ووطءٍ ثُنِّی
اَوبَین تحلیلی ذوی احرام	ھذی دماء الحج بالتمامِ

یعنی دماء حج کی قسمِ چہارم مخیر مقدر ہے جس کے اسباب مذکورہ آٹھ ہیں جن کے مرتکب کو اختیار ہے کہ چاہے دَم ذبح کرے یا تین صاع بحساب فی کس نصف صاع چھ مسکینوں کو دیوے یا تین روزے رکھے۔ اگر اِس نظم کو ازبر یاد کر لیا جائے تو حفظِ مطلب میں چنداں سہولت ہوگی۔

سوال۔ کیا حج وعمرہ کے دماء میں یہہ معتبر ہے کہ وہ ایسے ہوں جو اضحیہ میں مجزی ہو سکیں اور اناج ایسا ہو جو فطرے میں مجزی ہوسکے یا نہیں؟

جواب۔ جاننا چاہئے کہ حج وعمرے کے دِماء میں یہہ ضرور معتبر ہے کہ وہ ایسے ہوں جو اضحیہ کے لئے مجزی ہوسکتے ہیں البتہ اگر صید ایسا ہو جس کا مثل ملسکتا ہے تو اوس میں صرف مماثلت ہی معتبر ہے اور اگر اناج دیا جائے تو اوس میں بھی معتبر ہے کہ وہ ایسا ہو جو فطرے میں دیا جاسکے۔ اور دماء حج وعمرہ کا ذبح کرنا یا اناج دینا سوائے حرمِ محترم کے دوسرے مواضع میں جائز نہیں۔ اور دَم یا اوس کا بدلِ مالی تین یا

تین سے زائد حرم کے مسکینوں کو دیا جائے البتہ دمِ تخییر و تقدیر میں جو اناج دیا جا سکتا ہے وہ اور دمِ احصار کا حرم کو بھیجنا واجب نہیں بلکہ واجب یہ ہے کہ اوس کو موضع احصار میں ہی ذبح کرکے وہیں کے مساکین پر تقسیم کردے۔ اسی طرح اگر ذبیحہ میسر نہ آئے تو اوس کے بدلے اناج بھی وہیں نکالے۔ دمِ جُبران یعنی تلافی کے لئے جو جو خون بہایا جائے اوس کو بوقت اضحیہ ہی ذبح کرنا مختص نہیں ہے البتہ دمِ ہدی کا بوقت اضحیہ ذبح کرنا مسنون اور مخصوص ہے۔ دمِ ہدی وہ ہے جس کو محرم خداوند عالم کے تقرب اور اوس کی رضا جوئی کے لئے روانہ کرے خواہ وہ تطوعاً ہو یا نذر کی وجہ سے واجب۔ نیز مذکورہ اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے اگر کسی پر صوم واجب ہو تو اوس کے لئے جائز ہے کہ جب وہ روزے رکھنے میں مخیر ہو یا عاجز ہو تو جہاں چاہے روزے رکھے خواہ حرم ہو یا غیر حرم لیکن جن روزوں کی تاخیر واجب نہیں جیسا کہ قسم اول مرتب مقدر میں سات یوم کے روزے ہیں تو ان کو حرم ہی میں رکھنا افضل و اولیٰ ہے}

کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر چونکہ متعدد بار ہوی ہے جس کو بعض فضلاء نے ایک نظم میں جمع کی ہے جس کا ذکر کیا جانا مناسبتِ مقام کا لحاظ کرتے خالی از فائدہ نہیں ہو اس لئے ذکر کیا جاتا ہے۔

بنیٰ ببیت ربِّ العرش عشر فخذھُم ملائکۃ اللہ الکرام وآدمُ

وشیث وابراھیم ثم عمالِقٌ قصیٌّ قریش قبل ھذین جُرھم

وعبدُالالٰہ ابن الزبیر بنیٰ کذا بناءُ لحجاج وھذا متمم

یعنی بیت اللہ کی تعمیر دس لوگوں نے کی ہو جن کی تعداد یہ ہے (۱) ملائکہ (۲) آدم علیہ السلام (۳) شیث علیہ السلام (۴) ابراہیم علیہ السلام (۵) قوم عمالقہ (۶) قبیلۂ جُرہم (۷) قُصیّ (۸) قریش (۹) عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما (۱۰) حجاج ابن یوسف اسی آخر الذکر کی تعمیر فی زماننا موجود ہے۔

فصل آن سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ انور کی زیارت کے بیان میں

سوال۔ آنحضرت صلعم کی قبرِ انور کی زیارت کرنیکا شرع میں کیا حکم ہے ؟

جواب۔ آن سرورِ دو عالم روحی فداہ کے مزارِ اطہر کی زیارت کرنا ہر مسلمان مرد بلکہ عورتوں کے لئے بھی مسنون ہے خواہ حاجی یا معتمر ہوں یا نہوں بلکہ بعض علماء کا قول ہے کہ وہ واجب ہی کیوں نہو احادیث میں وارد ہے مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِی فَقَدْ جَفَانِی اَوْکَمَا قَالَ یعنی جو شخص حج کرکے میری زیارت نکرے تو اوس نے مجھ سے روگردانی کی دوسری حدیث ہے مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی اَوْکَمَا قَالَ یعنی جو شخص میری قبر کی زیارت کرلے تو پس واجب ہوگئی اوس کے لئے میری شفاعت۔ پس حج کرنے والے کے لئے بہتر یہہ ہے کہ اگر وہ مدینۂ منورہ سے گذرے یا مکہ معظمہ کو ایسی حالت میں پہونچے کہ وقت وسیع ہو اور اسباب بھی متوفر و میسر ہوں تو روضۂ اطہر کی زیارت سے ہی پہلے مشرف ہوجائے والّا حج سے فارغ ہونے کے بعد شرفِ زیارت سے سعادت حاصل کرلے۔ نیز مسنون ہیکہ مدینۂ منورہ اور اوس کے حرمِ محترم میں داخل ہوتے وقت غسل کرلیا جائے اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا حَجَّ بَیْتِكَ الْكَرِیْمِ وَشَرِّفْنَا بِزِیَارَةِ قَبْرِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمُ

فصل حج و عمرہ میں حوالہ یا اجارہ کے احکام کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ حج وعمرہ میں جو نائب بنایا جاتا ہے وہ یا تو قریب مرگ عاجز وبیمار کی طرف سے ہوگا یا میت کے وصی کی طرف سے یا اگر میت کا وصی نہو تو اوس کے وارث کے جانب سے ہوگا۔ اور اگر میت کا کوئی وارث نہو تو حاکم کے جانب سے ہوگا اور جب میت اجرت کیلئے اپنی زندگی سے ہی کچھ مال مقرر نکردے تو وصی کو لازم ہے کہ وارث سے اجازت حاصل کرلے کیونکہ وارث کو اجرت مناسک کی ادائی اپنے مال سے بھی کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر وارث موجود نہو یا غائب ہو تو وارث کا اختیار حاکم کو رہیگا۔ مخفی مباد کہ حجۂ اسلام راس المال سے کروایا جائے گا اور میت پر جو کچھ دَین ہو اوس پر بھی مقدم کیا جائیگا حتیٰ کہ اگر کسی صاحب جائداد کا انتقال ہوجائے اور وہ حجۂ اسلام ادا نہیں کیا ہے تو جب تک کہ حج وعمرے کا انتظام نہ کیا جائے اور وہ مقرر کیا ہوا شخص حج سے حلال یعنی فارغ نہوجائے اور عمرے کے جملہ ارکان تمام نکردیوے تب تک اوس ترکہ میں سے کسی وارث یا قرضدار یا مُوصیٰ لَہٗ کو کچھ بھی دینا جائز نہیں ہے نیز حج میں اجارت بھی دو قسم کی ہوتی ہے (۱) عینیہ (۲) ذمّیہ۔

سوال۔ اجارتِ عینیہ کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

جواب۔ اگر نائب بنانے والا معضوب یعنی عاجز ومعذور ہو تو اوس کو یوں کہنی چاہیے اِستاجرتك لتحج عنّی بکذا اور اگر نائب بنانے والا وارث ہو تو وہ یوں کہے استاجرتك لتحج عن مورثی فلانٍ بکذا اور اگر نائب بنانے والا اجنبی ہو تو اس طرح کہے استاجرتك لتحج عَنْ فلانٍ بکذا اس کے بعد اجیر قَبِلْتُ کہے تو کافی ووافی ہے۔

سوال۔ اجارتِ عینیہ کے شرائط کتنے ہیں؟

جواب۔ اجارتِ عینیہ کے چودہ شرائط ہیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ

اجیر خود بنفسہ مناسکِ حج ادا کرے (۲) دوسری شرط یہہ ہے کہ اجرت لینے کے بعد جن برسوں میں حج کی ادائی ممکن ہو اُن میں سے سال اول کی تعیین کردیجائے اگر بلا تعیین مطلق رکھے تو بھی اُنہیں ممکنہ برسوں میں سے سالِ اول ہی مراد ہوگا (۳) تیسری شرط یہہ ہے کہ اجارت کا عقد ایسے وقت میں کیا جائے جبکہ اوس بلدے کے لوگ حج کو جانے کی تیاری میں ہوں تاکہ اجیر بھی اپنی تیاری میں مشغول ہوجائے۔ البتہ عمرے میں تو سال بھر جب چاہیں اجیر بنا سکتے ہیں (۴) چوتھی شرط یہہ ہے کہ مُستاجِر شخص اجیر پر تاخیرِ عمل کی شرط نہ لگائے (۵) پانچویں شرط یہہ ہے کہ اجیر اجارت سے پہلے ہی سے کام انجام دینے پر قادر ہو (۶) چھٹویں شرط یہہ ہی کہ عقدِ اجارت کے بعد حج کے پانے کے لئے وقت وسیع ہو اگر وسعت وقت کے خیال سی عقد اجارہ کرلیا جائے اور بعد میں اوس کے خلاف ہو یعنی ادراکِ حج کیلئے وقت ممکن نہو تو عقدِ اجارہ صحیح نہیں ہوگا (۷) ساتویں شرط یہہ ہی کہ اجیر اپنا حج مفروض ادا کرچکا ہو (۸) آٹھویں شرط یہہ ہے کہ اجیر کو جس قسم کے حج کی ادائی کے لئے اُجرت دی گئی ہو اوس کے خلاف نکرے مثلاً اگر قران یا تمتع کے بدلے اِفراد کردیوے یا افراد کے بدلے تمتع کردے تو صرف عمرے کی اجارت فسخ ہوجائیگی اور اگر قِران کے بدلے تمتع کردیوے تو حج کی اجارت فسخ ہوجائیگی اور اگر افراد کے بدلے قِران کردیوے تو حج و عمرہ دونوں کی اجارت فسخ ہوجائیگی (۹) نویں شرط یہہ ہے کہ اجیر اپنے نُسُک (یعنی حج و عمرہ کو) فاسد نہ کردے اگر کسی امرِ مُفسِد کا ارتکاب کرے تو اجارت فسخ ہوجائیگی (۱۰) دسویں شرط یہہ ہے کہ اجیر کے لئے جس پہلے سال میں احرامِ حج ممکن ہو اوس سال سی تاخیر نکرے (۱۱) گیارھویں شرط یہہ ہے کہ حج و عمرہ کے ارکان بالتمام ادا ہونے تک اجیر زندہ رہے (۱۲) بارھویں شرط یہہ ہے اجیر پر احصار نہونے پائے یعنی

کہیں راستے میں نہ روک دیا جائے جس کی وجہ سے اوس کو حلال ہوجانا پڑے (۱۳) تیرھویں شرط یہہ ہے کہ حج فوت نہوجائے اگر اجیر کو حج نہ ملے تو اجارت باطل ہوجائیگی (۱۴) چودھویں شرط یہہ ہے کہ اجیر کو اگر حج کیلئے اجرت دی گئی ہے تو وقوف بعرفہ کے پہلے اوس کی نذر نکرے اور اگر عمرے کے لئے اجیر بنایا گیا ہے تو قبل طواف کرنے کے اوس کی نذر نکرلے ورنہ ہر دو صورتوں میں اجارت فسخ ہوجائیگی۔

سوال - اجارتِ ذِمیّۃ کس طرح حاصل ہوگی۔

جواب - الزمت ذمتك حجة لِی (او لمورثی) او لفلانٍ بکذا کہنے سے حاصل ہوگی یعنی میں نے تیرے ذمہ لازم کردیا کہ میرے لئے یا میرے مورث کیلئے اتنے مال کے عوض حج کردے - اجیر قَبِلتُ کہے اجارتِ ذمیہ اجارت عین سے شرائط وغیرہ میں غیر ہے یعنی اجازتِ عین میں جو شرائط مذکور ہوئے ہیں وہ اس میں مشروط نہیں پس اجارت ذمیہ کے اجیر کو اختیار ہے کہ چاہے خود بنفسہٖ ادائی حج کرے یا بلا عذر دوسرے کو اپنا نائب بنائے اور اپنے نائب کو کچھ دیکر بقیہ مال خود لے لیوے لیکن اجارت ذمیہ میں صرف عادل شخص کو ہی نائب بنانا درست ہے۔

سوال - اجازت ذمیہ کے شروطِ صحت کتنے ہیں؟

جواب - دو ہیں پہلی شرط حُلولِ اجرت ہے اور دوسری شرط یہہ ہے کہ اجرت مجلسِ عقد میں ہی دیجائے۔

سوال - اجارتِ عینیہ اور ذمیہ کے عام شرائط صحت کتنے ہیں؟

جواب - (۱۴) چودہ ہیں (۱) پہلی شرط یہہ ہے کہ متعاقدین اعمال نسک کے ارکان واجبات اور سنن کو بوقتِ عقد جانتے ہوں (۲) جس شخص کے لئے اجیر بنایا گیا ہو اوسی کیلئے ادائی نسک کا ارادہ کرنا پس عقدِ اجارت اور احرام

کے وقت اس قسم کی یک گونہ تعیین کر لینی ضروری ہے (۳) اجرت معلوم و معین ہو جیسے بیع میں علم ثمن مشروط ہے (۴) بائع و مشتری میں جو جو باتیں مشروط ہیں وہ اجیر و مستاجر دونوں میں پائی جائیں مثلاً رشید ہوں غیر مکرہ ہوں دیوانے نہوں وغیرہ وغیرہ البتہ جو صورتوں کی وہاں استثناء کی گئی ہے مثلاً جو شخص خود تعدی کرکے نشہ کرے اگرچیکہ وہ غیر مکلف ہے مگر اوس کی بیع درست و صحیح ہے لیکن اوس کا دوسروں کی جانب سے حج کرنا درست نہیں ہے (۵) حج مفروض میں اگرچیکہ وہ حج قضاء یا نذر کیوں نہو خصوصیت سے اجیر کا حُر اور بالغ ہونا مشروط ہے البتہ ذکورت کی شرط نہیں (۶) جس کی جانب سے حج کیا جائیگا وہ میت ہو یا عاجز ہو مگر حج کی اجازت دیچکا ہو (۷) یہہ بیان کر دیا کہ حج آیا افراد ہی یا کوئی دوسری قسم کا ہے جب کہ وہ حج و عمرہ ہر دو کے لئے یا مطلقاً مناسک حج کی ادائی کے لئے اجیر بنایا گیا ہو اگر مبہم چھوڑ دیا جائے تو حج باطل ہو جائیگا لیکن مستاجر کو تو اُجرتِ مثل دینی ہوگی (۸) اجیر پر یہہ شرط نہ لگائی جائے کہ وہ بلا احرام کے میقات سے تجاوز کرے (۹) اجیر خواہ ظاہری اعتبار سے کیوں نہیں عادل ہو لیکن اگر موصی یا معضوب خود باوجود اوس کی حالت سے واقف ہونیکے مقرر کریں تو ایسی صورت میں اوس کا عدل ہونا مشروط نہیں (۱۰) جس نسک کی ادائی کے لئے اجیر کو اجرت دیگئی ہے وہ ایسی ہو جو مستاجر کے ذمہ واجب الادا اور مطلوب ہو ورنہ اجارت باطل ہو جائیگی (۱۱) شخص معضوب یعنی عاجز اور مکہ کے درمیان مسافتِ قصر یا اوس سے زائد فاصلہ ہو اگر مسافتِ قصر سے کمتر فاصلہ ہو تو نائب بنانا جائز نہیں جب اوس کا انتقال ہو جائے تو تب اوس کے جانب سے حج کروایا جائیگا (۱۲) اگر حج مفروض نہیں بلکہ تطوع ہو تو اوس کی ادائی کے لئے میت وصیت کرنا مشروط ہے (۱۳) معضو

خود تکلف حج کرکے اپنے اجیر کیساتھ عرفہ میں حاضر نہو ورنہ اجارت فسخ اور حج اجیر کا ہوجائیگا اور وہ اجرت کا بھی مستحق ہوگا (۱۴) معضوب اپنے عذر سے چنگا ہوجائے ورنہ حج اجیر کا ہوگا لیکن اس صورت میں اجیر اجرت کا مستحق نہیں ہوگا پس اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ اجارت عینیہ کے (۲۸) اٹھائیس شروط ہیں اور اجارت ذمیہ کے (۱۶) سولہ۔

لیکن آن سرور کائنات علیہ ازکی الصلوات والتحیات کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے اجارت درست نہیں جب تک کہ اوس کو ضبطِ تحریر نہ کرلیا جائے مثلاً کاغذ پر لکھدیا جائے البتہ آنحضرت صلعم کے دربار پرفتوح میں سلام عرض کرنے کے لئے اجارت بغیر کسی قید کے درست ہی الحاصل اجیر اگر یہہ کہے کہ میں نے جس شخص کیلئے اجیر بنایا گیا تھا اوس کے جانب سے حج کرچکا ہوں تو اُس کا دعویٰ بلا کسی بینہ اور بغیر حلف کرنے کے مقبول ہوگا۔ لیکن اگر یہہ ثابت ہوجائے کہ عرفہ کے دن وہ ایسے مقام پر تھا جہاں سے عادۃً عرفہ کو پہونچنا ناممکن ہو تو ایسی صورت میں اوس کا دعویٰ مقبول نہیں ہوگا۔

سوال۔ حج وعمرے میں جعالہ کے احکام کیا ہیں؟

جواب۔ اجارت اور جعالت کے احکام ایک ہی ہیں لیکن چند ذیلی امور میں جعالہ اجارہ سے جدا ہے مثلاً جعالہ عمل مجہول پر جائز ہے اور غیر معین کے ساتھ صحیح ہے اور طرفین سے جائز ہے اور جعالہ میں کام کرنیوالا کام کرنے کے بعد جُعل یعنی اجرت کا مستحق ہوگا پس اگر عامل ادائے مناسک کے اثناء میں انتقال کرجائے تو اجرت کا مستحق نہیں ہوگا و نیز یہہ بھی فرق ہے کہ جعالۃً کام کرنیوالا اگر یہہ کہے کہ میں جس کے جانب سے حج کرنے کیلئے جعیل گردانا گیا تھا یعنی مقرر کیا گیا تھا وہ ادا کرچکا ہوں تو بغیر بینہ کے وہ مصدق نہیں ہوگا ورنہ جاعل یہہ

حلف کرے کہ اوس کو یہہ علم نہیں ہی کہ جعیل نے اوس کے جانب سے حج یا عمرہ کیا ہے مطلب یہہ ہی کہ وہ یہہ ثبوت دیوے کہ اوس معین سال میں مواقف حج میں حاضر تھا یہہ مراد نہیں ہے کہ وہ حاضر رہکر فلاں کے جانب سی حج ادا کیا ہے کیونکہ اس قسم کا علم تو خاص اوسی کو ہوگا جعالہ کے بھی دو قسم ہیں (۱) عینیہ مثلاً جاعلتك لتحج عني او عن فلانٍ بلکہ کہنا (۲) ذمیہ مثلاً الزمتُ ذِمتكَ تحصيل حجة لِي او لفلانٍ بلکہ کہنا

الحاصل جعالہ کے ہر دو اقسام میں عامل قَبِلْتُ کہنے کی ضرورت نہیں ہی اگرچیکہ اوس کو تعین کیوں نکردے۔ نیز جو باتیں اجارت عینیہ میں بیانِ ماسبق کے سوائے مشروط تھے وہی جعالہ عینیہ میں بھی مشروط ہیں اور جو باتیں اجارتِ ذمیہ میں ماسبق کے سوائے مشروط تھے وہی جعالہ ذمیہ میں بھی مشروط ہیں۔

لیکن آنحضرت صلعم کے مزار مبارک پر ٹھیرنے کیلئے جعالہ صحیح اور درست نہیں ہی البتہ آن دربار پُر فتوح میں دعاء کرنے کے لئے جعالہ درست ہی خواہ دعاء مجہول بھی ہو تو مضر نہیں فتامل۔

فصل اضحیہ یعنی قربانی کے بیان میں

سوال۔ شریعت میں اضحیہ کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ شریعت میں اضحیہ سنتِ موکدہ ہی لیکن اوس کی نذر کرنے سے واجب ہوجاتا ہے نیز هٰذهٖ اضحيّة یا جعلتها اضحية (یعنی یہہ اضحیہ ہی یا میں نے اس کو اضحیہ گردانا) کہنے سے بھی واجب ہوجاتا ہے۔ اضحیہ میں ابل بقر غنم کے سوائے دیگر جانور مجزی اور کافی نہیں ہیں لیکن سب میں افضل اونٹ ہی پھر گائے پھر بھیڑ پھر قسمِ بھیلی اور سات بھیڑوں کا اضحیہ ایک اونٹ سے افضل ہے۔ اور افضل ترین قربانی باعتبار رنگ کے سپید رنگ کی ہے پھر

زرد رنگ کی پھر عفراء یعنی خاکستر رنگ کی پھر سُرخ رنگ کی پھر بلقاء یعنی جس کا بعض حصہ سپید ہو اور بعض سیاہ پھر سیاہ رنگ کی ۔

سوال ۔ اضحیہ کے شروط صحت کیا ہیں ؟

جواب ۔ اضحیہ کے شرائطِ صحت یہہ ہیں کہ اگر قربانی اونٹ کی ہو تو کامل پانچ سال کا ہونا چاہیے اور اگر گائے، بیل، بھینس یا معز یعنی چھیلی کی قسم ہو تو کامل دو سال کی ہونی چاہیے اور بھیڑ ہو تو پورے ایک سال کا ہو اگرچیکہ اوس کے ثنایا یعنی اگلے دانت نہ گرے ہوں اور اگر گر گئے ہیں تو شرط یہہ ہے کہ چھ ماہ کے بعد گر گئے ہوں خواہ ایسی حالت میں اوس کی عمر ایک سال کی نہو ونیز قسم معز میں بھی اگر ایک سال کے بعد دانت گر جائیں تو وہ بھی مجزی ہوسکتی ہے ۔ نیز قربانی کے جانور کو تھوڑی بھی خارش نہو اور نہ زیادہ لنگ ہو اور نہ زیادہ لاغر ہو اور نہ دیوانہ ہو نہ اندھا نہ کانا نہ ایسا بیمار ہو کہ بیماری کی وجہ سے اوس کا گوشت خراب ہو جائے اور اوس کے کان یا زبان یا تھن یا کوٹھے کا تھوڑا بھی حصہ نکالا ہوا نہو اور اوس کے بڑے اعضاء مثلاً ران میں سے بھی کچھ حصہ نہ نکالا ہوا ہو اور سب دانتیں بھی گر نہ گئے ہوں ۔ اور معتمد علیہ قول کے لحاظ کرتے گابن بھی نہونا چاہیئے ۔ اور ذبح کرتے وقت یا اس سے پیشتر اضحیہ کی نیت کرلینا بھی مشروط ہے ۔ اضحیہ یعنی قربانی کا وقت یوم نحر طلوع آفتاب کے بعد بمقدار دو رکعت نماز اور دو خطبوں کا وقت گذرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور آخر ایام تشریق یعنی تیرہ ذیحجہ کے غروبِ آفتاب تک رہتا ہے ۔ اور اضحیۂ تطوع یعنی مسنون قربانی کے گوشت سے کچا اور معتدبہ مقدار میں مثلاً ایک رطل (تقریباً نصف سیر) خیرات کرنا واجب ہے لیکن اُس میں سے تھوڑا بھی فروخت کرنا قطعاً جائز نہیں ۔ اور اگر منذورہ یعنی فرض اضحیہ ہو تو سب کا سب خیرات کردینا واجب ہے ۔ نیز قربانی کرنیوالا

پہلی ذیحجہ سے قربانی کرنے تک اپنے ناخن یا بال وغیرہ نکالنا مکروہ ہے۔ اضحیہ میں مسنون ہے کہ ہر شخص اپنا اضحیہ خود ذبح کرے اگر عمدگی سے ذبح نہیں کر سکتا ہو تو کسی دوسرے سے ذبح کروائے مگر خود بھی بوقتِ ذبح حاضر رہے اور تسمیہ سے پہلے اور اوس کے بعد تین بار اَللّٰہُ اَکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہُ اکبر وللّٰہ الحمد کہے پھر آنحضرت صلعم پر درود بھیج کر اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنْکَ وَاِلَیْکَ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ کہے۔

فصل عقیقہ کے بیان میں

سوال۔ عقیقہ کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب۔ عقیقہ کرنا سنتِ مؤکدہ ہے پس جس شخص پر بحالتِ فقر و تنگدستی بھی اپنی جس اولاد کا نفقہ اوس پر لازم ہو اگر ہو سکے تو مسنون ہے کہ اندرونِ مدتِ نفاس اوس کا عقیقہ کرے۔ اور عقیقہ کا وقت ولادت سے بلوغ تک ہے اور اگر اس مدت تک بھی نہیں کیا گیا ہو تو ایسے شخص کیلئے اپنا عقیقہ کر لینا سنت ہے۔ عقیقہ بھی مثل اضحیہ کے ہے لیکن جو معتد بہ کچھ گوشت کا خیرات کرنا اضحیہ میں واجب تھا وہ عقیقہ میں واجب نہیں ہے الحاصل ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کرنا افضل ہے اگر نہو سکے تو چودھویں دن کریں اگر اس دن بھی نہو سکے تو اکیسویں دن کریں اگر ان تواریخ میں نہو سکے تو اس طرح ہفتوں کے دور پر کرنا چاہیے۔ عقیقہ میں کمتر ایک بکری ہونی چاہیئے۔ لڑکے کا کمتر عقیقۂ کاملہ دو بکریاں ہیں اور لڑکیوں کے لئے ایک بکری نیز عقیقے کا گوشت کسی میٹھے کے ساتھ پخت کر لینا اور اوس کے استخوان نہ توڑنا بھی مسنون ہے۔ نیز پکا ہوا گوشت اوس کے مرق کیساتھ فقراء کے پاس بھیجدینا اون کو بلا کر کھلانے سے افضل ہے۔ اور ساتویں دن بعد ذبح کے بچے کے بال منڈوا کر اوس کے ہم وزن سونا خیرات

کرنا سنت ہی سونے کے بعد چاندی کا درجہ ہے اور اُسی ساتویں روز نام رکھنا بھی مسنون ہے لیکن ذبح کرنے سے پیشتر نام رکھنا چاہئے۔ اور بچے کا سر اُس خون سے آلودہ کرنا مکروہ ہی البتہ زعفران سے سر کو ملطخ کرنا اور اوس کے سیدھے کان میں اذان کہنا اور بائیں میں اقامت کہنا بھی سنت ہی نیز کھجور یا کوئی میٹھی چیز ولادت کے وقت چٹانا بھی مسنون ہے۔

فصل بالوں وغیرہ کے متعلق چند محرمات وغیرہ کے بیان میں

سوال۔ بالوں کے متعلق کیا امور حرام ہیں؟

جواب۔ ہاں سپید بالوں کو خضاب لگانا حرام ہی۔ البتہ اگر جہاد کا موقع ہو تو دشمن کی ترہیب کیلئے خضاب لگانا جائز ہی۔ نیز چٹلا لگانا اور دانتوں میں سائیں کرنا اور گونڈا لگانا اور بلاضرورت مرد مہیندی لگانا بھی حرام ہی۔ نیز جس شخص کو اپنے سر کا سنوارنا ثقیل اور دشوار ہو تو منڈوانے میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص آسانی سے سنوار سکتا ہی تو اوس کے بال رکھنے میں حرج نہیں۔ مرد آدمی کا صرف حج ہی میں سر منڈانا مسنون ہی۔ اور جس شخص کو سر نہ منڈوانے سے تکلیف و مشقت ہو تو اوس کو بھی بال نکالدینا مسنون ہے۔ نیز بچہ تولد ہونے کے بعد اور کافر مسلمان ہوتے ہی سر کے بال نکلوا دینا سنت ہی۔ ڈاڑھی صفایا کرنے میں معتمد علیہ قول یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الروضۃ اور ایک قول میں حرام ہے و نیز اپنی اولاد کے اچھے نام میں رکھنا بھی مسنون ہی۔ سب ناموں میں افضل و بہتر نام عبد اللہ ہے اوس کے بعد عبد الرحمٰن اور اوس کے بعد محمد حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کا نام محمد رکھکر فرمایا کہ سب ناموں میں محبوب تر نام میں نے رکھا ہے۔

جب کبھی لڑکے کا نام محمدؐ رکھا جائے تو آنحضرت صلعم کا چونکہ وہ ہمنام ہو جائیگا اس لیے اوس کی حرمت اور تعظیم برتاؤ میں کرنی چاہیے کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ جب تم محمدؐ نام رکھو تو اوس کو مار پیٹ اور برتاؤ میں اوس کی بے حرمتی نکرو۔
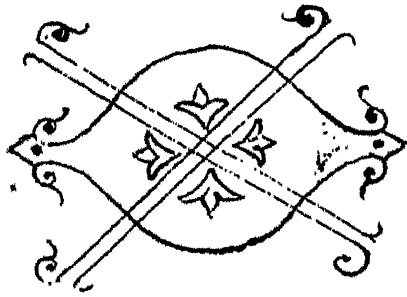
نکاح کے بیان میں

سوال۔ نکاح کے معنیٰ کیا ہیں اور اُس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب۔ تحفۃ المحتاج میں علامہ شہاب الدین ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض ارباب لغت نے بیان کیا ہے کہ نکاح کے تقریباً دو سو چالیس نام ہیں اور لغت میں نکاح کے معنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ضم کرنے کے ہیں نیز لغت میں نکاح کے معنیٰ وطی کرنیکے بھی ہیں اور شریعت میں نکاح ایسے عقد کو کہتے ہیں جس کے مقررہ الفاظ کہنے سے وطی جائز ہو جاتی ہے۔ بہر حال جس شخص کو نکاح کی خواہش ہو اور ہمبستری کی شہوت ہو اور نفقہ ولباس اور مہر کی قدرت رکھتا ہو تو اوس کے لئے نکاح کر لینا مستحب ہی ارشاد نبوی ہے۔ اے لوگو تم میں سے جو شخص ہمبستری کی قدرت رکھتا ہو تو اوس کو چاہیئے کہ نکاح کرلے۔ کیونکہ اس سے آدمی گناہ سے بچتا ہے اور نسل بڑھتی ہے اور فانکحوا ما طاب لکم کا مصداق بنتا ہے۔ اور جو شخص باوجود شہوت کے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اوس کے لئے ترکِ نکاح مستحب ہی روزے رکھکر اپنی شہوت کم کرے

ارشاد باری ہے وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللهُ مِن فَضْلِهِ
یعنی جو لوگ نکاح نہیں کر سکتے ہیں وہ عفت اور پاکدامنی کو کام میں لائیں۔ اگر
نکاح کی شہوت کے باوجود استطاعت نہیں رکھتا ہے مگر شہوت اس قدر
غالب ہے کہ گناہ میں پڑنیکا خوف ہو تو بعض علماء کہتے ہیں ایسا شخص بھی نکاح کرنا
مستحب ہے کیونکہ ارشاد باری ہے اِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِن فَضْلِهِ یعنی اگر وہ
فقیر ہیں تو اللہ اون کو اپنے فضل وکرم سے غنی بنا سکتا ہے۔ اور جو شخص شہوت
نہیں رکھتا ہے اور نہ نفقہ وغیرہ پر قادر ہے تو اوس کے حق میں نکاح کرنا مکروہ
ہے۔ البتہ اگر شہوت نہیں رکھتا ہے مگر نان ونفقہ پر قادر ہے تو ایسے شخص کیلئے
نکاح کرنا مکروہ نہیں ہے۔

سوال۔ نکاح کرنیوالے کیلئے کیا چیزیں مستحب ہیں؟

جواب۔ نکاح کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ باکرہ اور دیانتدار عورت سے
نکاح کرے اور وہ عورت مجہولۃ النسب نہو۔ جس عورت سے نکاح کرنیکا ارادہ
ہو اطمینان قلب کے لئے اوس کو دیکھ لینا سنت ہے مگر اوس کے چہرے اور ہتھیلیوں
کے سوائے کچھ نہ دیکھے۔ البتہ زوج اپنی زوجہ کا سارا بدن دیکھ سکتا ہے اور ضرورت
کے وقت اجنبی آدمی اجنبی عورت کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے جیسے علاج کیلئے
یا فصد یا سنگھی لگانے کے لئے مگر مانع خلوت اسباب جیسے عورت کے محارم یا قریبی
رشتہ دار کا موجود ہونا شرط ہے نیز کسی معاملے کے لئے جیسے بیع وشرا یا شہادت
کے لئے اجنبیہ کا بقدر ضرورت بدن دیکھنا بھی جائز ہے۔ اھ تحفۃ المحتاج جلد ۶

فصل پیام بھیجنے کے بیان میں

سوال۔ کس عورت کو پیام دینا جائز ہے؟

جواب ۔ جو عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہ ہو اوس کو پیام بھیجنا جائز ہے اور جو عورت کو طلاق رجعی دیگئی ہو تو اوس کو اندرونِ مدت کنایۃً بھی پیام بھیجنا جائز نہیں ۔ اور جو عورت عدت میں ہو اوس کو صراحۃً پیام دینا جائز نہیں ہے البتہ جو عورت عدتِ وفات میں ہو یا طلاق بائن کی عدت میں ہو تو اوس کو کنایۃً پیام دینا جائز ہے ۔ اور جب ایک شخص کا پیام منظور ہو جائے تو اوس پر اپنا پیام بھیجنا حرام ہے ۔ البتہ اگر وہ شخص جس کا پیام قبول کیا گیا ہے اجازت دے تو حرام نہیں ہے ۔ اور جو شخص پیام دیا ہو اوس کی نسبت کسی واقف کار سے اگر مشورہ لیا جائے تو واجب ہے کہ نہایت سچائی اور احتیاط کے ساتھ بلا کم و بیشی خاطب کے عیوب اور برائیاں بیان کردئے جائیں ۔

سوال ۔ کن ایام میں نکاح کرنا سنت ہے ؟

جواب ۔ مسنون ہے کہ عقد ماہ شوال میں کیا جائے کیونکہ آنحضرت صلعم کی محبوب ترزوجہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقد بھی ماہ شوال میں ہوا ہے ۔ نیز روز جمعہ بھی مسنون ہے ۔ اور صبح کے وقت عقد باندھنا اور خصوصیت سے مسجد میں باندھنا بھی سنت ہے ۔ اھ تحفۃ المحتاج جلد (۶) ۔

فصل ارکان نکاح کے بیان میں

سوال ۔ نکاح کے ارکان کتنے ہیں ؟

جواب ۔ چار ہیں (۱) زوجین (۲) ولی (۳) شہود (۴) صیغۂ نکاح یعنی ایجاب وقبول ۔

سوال ۔ ایجاب وقبول کس طرح حاصل ہوتا ہے ؟

جواب ۔ ولی یا وکیل اگر زَوَّجتُكَ وانكحتكَ موليتي یا هو كلتي فلانة کہے

یا اوس کا ترجمہ مثلاً میں نے تیرے عقد و نکاح میں اپنی فلان مولیہ یا موکلہ کو دیا کہے تو ایجاب حاصل ہو جاتا ہے۔ اور زوج یا اوس کا وکیل قَبِلْتُ نِکَاحَهَا وَتَزْوِیْجَهَا مِنْكَ کہے یا اوس کا ترجمہ مثلاً میں نے اوس کا عقد و نکاح تجھ سے قبول و منظور کیا کہے تو قبول حاصل ہو جاتا ہے ایجاب و قبول کو کسی شئے پر معلق رکھنا یا اوس کو مؤقت کرنا جائز نہیں ہے اور نکاح شِغار بھی جائز نہیں یعنی اس طرح کا نکاح کہ ہر ایک دوسرے کو مثلاً یہہ کہے کہ میں اپنی فلاں بیٹی کا نکاح تیرے ساتھ اس شرط پر کر دیا کہ تو میرے ساتھ تیری فلاں بیٹی کا نکاح کر دے اور تیری منکوحہ میری منکوحہ کا مہر ہوگی اور میری منکوحہ تیری منکوحہ کا مہر ہوگی اور دوسرا قبول کرے تو یہہ جائز نہیں ہے۔ ایجاب و قبول سے پہلے مقررہ خطبۂ نکاح پڑھنا اور بعد میں دعا کرنا اور ایجاب و قبول کرنے والے مصافحہ کئے رہنا بھی مسنون ہے اور عقد کے بعد روپیے پیسے یا بادام مصری وغیرہ نثار کرنا اور اوس کا لینا جائز ہے۔

سوال - کیا نکاح بغیر شہود کے صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب - بغیر شہود کے نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے ضروری ہے کہ دو گواہ موجود ہوں اور گواہوں میں مشروط ہے کہ وہ مسلمان عاقل بالغ آزاد عادل مرد ہوں اندھے یا بہرے نہوں۔ ایک قیل میں اندھے کی شہادت لی جا سکتی ہے۔ عادل سے مراد وہ شخص ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب نہو اور نہ کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرتا ہو۔ قول صحیح کی بناء پر مستور العدالۃ گواہوں کی شہادت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

سوال - کیا عورت اپنا نکاح خود کرا لے سکتی ہے؟

جواب - کوئی عورت بلا اجازت ولی بذاتِ خود اپنا نکاح نہیں کرا سکتی ہے اور

نہ کسی دوسری عورت کی وکیل بن سکتی ہے اور نہ کسی کا عقد اپنی ولایت سے کرا سکتی ہے - باپ کو حق ہے کہ اپنی باکرہ لڑکی کا عقد اوس کی بغیر اجازت کفو سے کر دے مگر بریں ہم اجازت لینا مستحب ہے - لیکن ثیبہ کا عقد اوس کے بلا اجازت کر دینے کا حق کسی کو نہیں ہے حدیث میں ہے الثیب احق بنفسہا یعنی ثیبہ اپنا اختیار رکھتی ہے اس لئے اوس سے اجازت لینا ضروری ہے - باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو باپ کا اختیار حاصل ہے - بہر حال باپ دادا باکرہ صغیرہ کے ولی مجبر ہیں - اب رہا دیگر اولیاء جیسے نسبی حاشیہ کے مثلاً بھائی چچا وغیرہ تو یہ صغیرہ کا نکاح کر دینے کے مجاز نہیں ہیں - ثیبہ اگر گونگی ہو تو اوس کا ایسا اشارہ ضروری جس سے اجازت مفہوم ہو سکے اگر گونگی نہ ہو تو صریح اجازت ضروری ہے اور باکرہ کا سکوت یعنی خاموش رہجانا کافی ہے - اہ تحفۃ المحتاج جلد (۶) -

فصل اولیاء نکاح کے بیان میں

سوال - اولیائے نکاح کون ہیں ؟

جواب - اولیائے نکاح میں سب سے پہلے باپ کا درجہ ہے پھر دادا پھر پردادا وغیرہ پھر حقیقی برادر پھر برادر علاتی پھر برادر زادۂ حقیقی - پھر برادر زادۂ علاتی جہاں تک نیچے ہوں - پھر حقیقی چچا - پھر علاتی چچا - پھر حقیقی چچا زادہ پھر علاتی چچا زادہ - جہاں تک نیچے ہوں پھر دیگر عصبہ وراثت کی ترتیب و سلسلہ کے موافق حق ولایت رکھتے ہیں - ولیٔ قریب رہتے ہوئے ولیٔ بعید کو حق نہیں - نسبی اولیاء موجود نہ ہوں تو بادشاہ وغیرہ کو حق ولایت ہے - اگر کسی کفو سے عقد کرنے کے لئے ولی انکار کرے تو حاکم وقت کو حق ولایت حاصل ہے -

سوال - نکاح میں حق ولایت کے موانعات کیا ہیں ؟

جواب ۔ غلام یا بچے یا دیوانے وغیرہ کو حق ولایت حاصل نہیں ہے اگر کسی ولی قریب میں یہہ صفات موجود ہوں تو اوس کے بعد کے درجہ والے کو حق ولایت رہیگا ۔ البتہ اگر ولی گونگا یا اندھا ہو تو قول صحیح کی بناء پر کوئی حرج نہیں ہے مگر گونگا ایسا اشارہ کرسکنا ضروری ہے جو سمجھ میں آسکے ۔ مگر جو ولی مجبر نہو وہ عورت کے بلا اجازت وکیل نہیں بنا سکتا ہے ۔ اگر ایک ہی درجہ کے متعدد اولیاء موجود ہوں تو اُن میں جو زیادہ ذی علم اور عمر رسیدہ ہو وہی بقیہ کی اجازت سے نکاح باندھے اگر جھگڑا ہو تو قرعہ ڈالا جاکر جس کا قرعہ نکلے وہی نکاح باندھے ۔ اھ تحفۃ المحتاج جلد (۶) ۔

فصل محرماتِ نکاح کے بیان میں

سوال ۔ کن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ؟

جواب ۔ حسب ذیل عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے (۱) اپنی اصل یعنی ماں، دادی، پردادی، نانی اور پرنانی وغیرہ جہاں تک سلسلہ اوپر جائے (۲) اپنی فرع یعنی بیٹی، پوتی اور نواسی جہاں تک سلسلہ نیچے جائے ۔ البتہ بنت الزناء سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ مذہباً زناء کی کوئی عزت نہیں ہے اور نہ وہ وارث ہوسکتی ہے (۳) ہمشیرۂ حقیقی یا علاتی یا اخیافی (۴) برادران وہمشیرگان حقیقی وعلاتی واخیافی کی لڑکیاں جہاں تک سلسلہ نیچے جائے (۵) پھوپھی یعنی اپنے باپ کی بہن خواہ حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی (۶) خالہ یعنی اپنی ماں کی بہن خواہ حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی بہرحال پھوپھی اور خالہ کا سلسلہ جہاں تک اوپر ہو حرام ہے (۷) اپنی اُس بیوی کی بیٹی جس سے صحبت ہوچکی ہو سابقہ شوہر کے صلب کی (۸) اپنی زوجہ کی ماں نانی وغیرہ (۹) اپنے اصل جیسے باپ دادا

وغیرہ کی زوجہ جہاں تک سلسلہ اوپر جائے (۱۰) اپنے فرع جیسے بیٹے اور پوتے
وغیرہ کی زوجہ جہاں تک سلسلہ نیچے جائے (۱۱) نسب سے جو سلسلہ حرام ہے
وہی سلسلہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ مگر اپنے بھائی یا بہن کو دودہ پلانیوالی
حرام نہیں اور نہ پوتے کی رضاعی ماں حرام ہے۔ اور اپنے بیٹے یا بیٹی کو جو عورت
دودہ پلائے اوس عورت کی ماں بھی حرام نہیں۔ نیز اپنے چچا یا پھوپھی یا ماموں
یا خالہ کی رضاعی ماں بھی حرام نہیں۔ رضاعت کا مسئلہ سمجھنے کے لئے یہہ بیت
بہت موزوں ہے۔ از جانب شیردِہ ہمہ خویش شوند۔ وزجانبِ شیرخوارہ دو
جان و فروع۔ اور جو عورت کسی کے نکاح یا عدت میں ہو اوس سے نکاح کرنا
بھی حرام ہے نیز چار سے زائد عورت کا نکاح یا مشرکہ اور بت پرست عورت
کا نکاح یا مؤقت نکاح یعنی خاص مقررہ مدت کا نکاح جیسے نکاح مُتعہ بھی
حرام ہے۔ اور جو عورت اپنے نکاح میں ہو اوس کی موجودگی کی حالت میں
اوس عورت کی نسبی یا رضاعی بہن یا عمہ یعنی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ نکاح کرنا
بھی حرام ہے۔ حُر یعنی آزاد شخص کو چار عورتوں کی اجازت ہے اور غلام کو دو
عورتوں کی۔ اور جب حُر اپنی عورت کو تین طلاق دے اور غلام اپنی عورت
کو دو طلاق دیدے تو یہہ عورتیں اون پر حرام ہوجاتی ہیں البتہ یہہ عورتیں
کسی دوسرے سے نکاح اور ہمبستری کرلینے کے بعد طلاق وغیرہ کی وجہ سے
خارج نکاح ہوجائیں تو ان عورتوں کا نکاح پہلے شوہروں کے ساتھ پھر جائز
ہے حقیقی وہ ہے جس کے ماں اور باپ دونوں ایک ہوں (علاتی وہ ہے
جس کا باپ ایک اور ماں الگ ہو۔ اخیافی وہ ہے جس کی ماں ایک اور
باپ الگ ہو۔ اور رضاعی دودہ کے رشتہ دار کو کہتے ہیں رضاعت کی حرمت
اس وقت ثابت ہوگی جب کہ بچہ مدتِ رضاعت کے اندر پانچ بار کسی اور

عورت کا دودھ پیئے اور دودھ پلانے والی عورت کی عمر کم از کم نو سال کی ہو اور رضاعت کی مدت دو سال ہے۔

سوال۔ کیا کافرہ کے ساتھ مسلمان کا عقد صحیح ہے؟

جواب۔ جو کافرہ اہل کتاب میں سے نہو اوس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے جیسے بت پرست یا آتش پرست یا ستارہ پرست عورتیں۔ البتہ جو عورت اہل کتاب میں سے ہو جیسے نصرانیہ یا یہودیہ جس کے آباء و اجداد ابتدا سے اپنے دین اصلی پر قائم ہوں تو اوس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور اوس کی اولاد کا تعلق دین اور نسب اور وراثت میں باپ سے رہیگا۔ نصاریٰ اور یہود سے مراد عیسوی اور موسوی ہیں۔ اھ تحفۃ المحتاج جلد (۶)۔

فصل مہر کے بیان میں

سوال۔ مہر کم از کم کتنا ہونا چاہیئے؟

جواب۔ سنت ہے کہ مہر کم از کم دس درہم ہو یعنی تخمیناً دو تولے ساڑے سات ماشے اور نکاح کے وقت ہی مہر کا ذکر کر دینا مسنون ہے اور حسب مقدور مہر مقرر کرنا بھی سنت ہے۔ نیز یہہ بھی مسنون ہے کہ مہر پانچسو درہم سے زیادہ نہو جس کا وزن تخمیناً سوا سو روپیہ سکہ عثمانیہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کی ساری دختران نیک اختر اور ازواج مطہرات کا مہر اسی قدر تھا صرف ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چارسو دینار تھا جس کا تخمینی وزن بعضوں نے ڈیڑھ سو تولے سونا تبلایا ہے یہہ مہر خاص طور سے نجاشی نے اپنے جانب سے آنحضرت صلعم کی تکریم و تعظیم کیلئے گذرانا تھا۔ اگر مہر کا ذکر بھی نہ کیا جائے تو نکاح درست ہے مگر آخر کار مہر مثل ادا کرنا ہوگا مہر مثل سے مراد اس قدر مہر ہے جو عادۃً اُس خاندان کی اوس جیسی عورتوں کا

مہر ہوا کرتا ہے جیسے اوس عورت کی بہنوں اور برادر زادیوں کا جو مہر ہو۔ بہر حال جو چیز قیمت ہو سکے وہ مہر ہو سکتی ہے۔

سوال۔ مہر کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب۔ مہر کی کئی صورتیں ہیں (۱) مہر مُعَجَّل وہ مہر ہے جو بوقتِ عقد ادا کیا جائے (۲) مہر مُؤَجَّل وہ مہر ہے جس کی ادائی کے لئے کچھ مدت یا وقت مقرر اور معلوم ہو (۳) حالؔ وہ مہر ہے جس میں تاجیل یا تعجیل کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو عند الطلب ادا کیا جاتا ہے یعنی جس وقت عورت طلب کرے دینا ہوگا (۴) مہر مُسَمّیٰ وہ مہر ہے جس کی مقدار بوقتِ عقد مقرر کی گئی ہو (۵) مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو اوس عورت کی بہنوں اور برادر زادیوں اور پھوپھیوں وغیرہ کا ہو۔ مہر جتنا مقرر کیا جائے اُتنا ہی دینا پڑتا ہے اور زوجہ کے ساتھ ہمبستری کرنے سے یا زوج زوجہ میں سے کسی ایک کے انتقال کر جانے سے لازم آتا ہے۔

سوال۔ مقررہ مہر کبھی کم بھی ہو جاتا ہے؟

جواب۔ زوج زوجہ میں اگر بحینِ حیات ہمبستری سے پہلے مفارقت ہو جائے مثلاً کسی عیب کی وجہ سے یا تنگدستی یعنی اعسار کے سبب سے فسخ نکاح کر دیا جائے تو مہرِ مسمیٰ ساقط ہو جاتا ہے اور اگر قبلِ دخول طلاق یا انتقال ہو جائے تو نصف مہر لازم آتا ہے۔ اھ تحفۃ المحتاج جلد (۶)

فصل طعامِ ولیمہ کے بیان میں

سوال۔ ولیمہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ ولیمہ کرنا سنت ہے اور بعض علماء کا قول ہے کہ واجب ہے مستطیع ہو تو کم از کم ایک بکرے کا کرے اور غیر مستطیع اپنی حسبِ مقدور جو کچھ اور

جس قدر بھی ہو سکے ولیمہ کرے ولیمہ میں صرف مالداروں کو دعوت دینا مکروہ ہے
چاہیئے کہ فقیر غنی دوست احباب پڑوسیوں کو وقت واحد میں دعوت دیا جائے
اور ولیمہ کی دعوت میں جانا مسنون ہے بعض علما، کہتے ہیں کہ واجب ہے لیکن
سنت یا واجب اوسی صورت میں ہے جب کہ مالداروں کی تخصیص نہ کی جائے
اور اگر تین روز کی دعوت کرکے دوسرے یا تیسرے روز کی دعوت دیجائے تو
دوسرے روز جانا واجب نہیں ہے اور تیسرے روز جانا مکروہ ہے۔ البتہ اگر
تعداد کی کثرت یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے ہو تو تینوں ایام کی دعوت میں جس ہی
روز ہو جانا واجب ہے لیکن اگر وہاں کچھ منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب ہو تو واجب
نہیں ہے جس شخص کی دعوت دیجائے اگر وہ نفل روزہ ہو اور صاحبِ دعوت
کو اوس کے نہ کھانے سے رنج ہوتا ہے تو روزہ توڑ دینا افضل ہے۔ اور ایسے
موقعوں پر اظہارِ سرور و فرحت کیلئے مثلاً دَف یعنی ایک طرفہ باجہ بجانا جائز ہے
اھ تحفہ جلد (۶)۔

فصل بیویوں میں عدل کرنے کے بیان میں

سوال۔ اپنی بیویوں کے ساتھ شوہر کس طرح رہنا چاہیئے؟

جواب۔ جس شخص کی بیویاں ایک سے زائد ہوں تو اوس پر واجب ہے کہ
ہر ایک زوجہ کو نان و نفقہ ہمبستری اور لباس وغیرہ سارے امور میں سب کو
یکساں رکھے کسی کو دوسری پر کسی امر میں بھی ترجیح نہ دے اگر ہر ایک عورت کو
علیحدہ علیحدہ مکان میں رکھا ہے تو زوج کو ہر ایک کے پاس باری کے روز خود
جانا چاہیئے اور ان کو اپنے پاس بلا لینا بھی جائز ہے مگر بلا ضرورت کسی کے پاس
خود جانا اور کسی کو اپنے پاس بلانا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت اپنا حق راضی

ہو کر سوکن کو دیدے تو جائز ہے۔ اگر سفر کرنا چاہے تو خصوصیت سے کسی ایک کو دوسروں کی رضامندی کے بغیر لیجانا جائز نہیں ہے اگر کسی ایک کے جانے پر رضامند نہوں تو قرعہ ڈالکر جس عورت کا نام نکلے اوسی کو لیجانا چاہیے'۔
اہ تحفہ جلد (۶)۔

فصل حقوق زوجین کے بیان میں

سوال۔ زوج پر زوجہ کے کیا حقوق ہیں ؟

جواب۔ زوج کو چاہیئے کہ بقدر استطاعت وعادت اپنی زوجہ کو حلال کی کمائی سے کھانا کپڑا دے اوس کو پردے میں رکھے شریعت کے ضروری امور سکھلائے اوس کیساتھ فحش کلامی یا زدوکوب نکرے۔ اوس کے ماں باپ اور قرابتداروں کے متعلق طعنہ زنی نکرے۔ اگر ہوسکے تو اوس کے اقرباء کے ساتھ احسان کرے۔ اوس کے لئے رات میں آرام کرنے کا علیحدہ مقام مقرر کرے جہاں تک ہوسکے ارشاد باری فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ پر عمل پیرا ہو جس قدر ہوسکے عمدگی سے رہیں اگر آپس میں نہ بنے تو طلاق دیدے۔

سوال۔ زوجہ پر زوج کے کیا حقوق ہیں ؟

جواب۔ زوجہ کو چاہیئے کہ زوج کے حکم پر چلے اور اوس کے بغیر اجازت کسی کو کچھ نہ دے بلا اجازت گھر سے باہر نہ جائے اور زوج کے عیوب دوسروں پر ظاہر نکرے ضروری اشیاء کے سوائے فرمائشات کرکے تنگ نکرے بہرحال اپنے خاوند کی خوشی سے خوش اور اوس کے غم سے غمگین رہے جہاں تک ہوسکے خود کو پاک صاف اور زیب وزینت سے رکھے جو بات خاوند کو رنج دیتی ہو وہ نکرے اوس کے مال وجائداد اور عزت وآبرو کی

حفاظت کرے ۔ اھ تحفہ جلد (٦) ۔

فصل طلاق کے بیان میں

سوال ۔ طلاق کس کو کہتے ہیں اور اوس کے اقسام و احکام کیا ہیں ؟

جواب ۔ طلاق کہتے ہیں عقدِ نکاح توڑ دینے کو اور طلاق کا اختیار زوج کو ہے جب چاہئے اپنی زوجہ کو کسی قصور کی وجہ سے یا بلا قصور طلاق دینا جائز ہے بریں ہم حدیث میں ہے کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق یعنی جائز اموریں اللہ کے نزدیک طلاق بہت ناپسند ہے اوس کی کئی قسمیں ہیں مثلاً خلعی ، رجعی ، بائن اور طلاق دینے والے کیلئے بھی چند شروط ہیں مثلاً یہہ کہ طلاق دینے والا عاقل بالغ مکلف اور مختار ہو ۔ اگر خود تعدی کرکے نشہ کیا ہے اور ایسی حالت میں طلاق دیوے تو طلاق صحیح ہے ۔ اور صریح طلاق میں نیت کی ضرورت نہیں ہے اور کنائی طلاق میں نیت معتبر ہے صریح طلاق لفظِ طلاق یا فراق یا سراح کہنے سے ہوتی ہے یا اِن الفاظ سے جو الفاظ بنالئے جائیں مثلاً طلقتكِ یا اَنتِ طالقٌ یا اَنتِ مُطلقه کہنے سے ہوتی ہے اور معتمد علیہ قول یہہ ہے کہ اِن الفاظ کا ترجمہ بھی صریح ہے ۔ اور اگر طلاق کے لئے کوئی دوسرا لفظ مشہور اور مستعمل ہوجائے تو وہ بھی صریح ہے ۔ اور کنائی طلاق مثلاً یہہ کہے کہ تو مجھ سے بری ہے وغیرہ تو یہہ کنائی طلاق ہے اِس میں جو نیت کیجائے اوسی پر عمل ہوگا ۔ اگر کوئی گویا شخص صرف طلاق لکھ کر نیت نکرے تو طلاق نہیں ہوگی اور اگر نیت کرے تو طلاق ہوجائیگی ۔ بہرحال حُر تین طلاق کا مالک ہے اور غلام دو طلاق کا مختار ہے ۔

سوال ۔ خلعی طلاق کس کو کہتے ہیں ؟

جواب۔ جو طلاق کچھ معین معاوضہ لے کر دی جائے وہ خلعی ہے اور اوس کی شرط یہہ ہے کہ زوج ایسا ہو جس کی طلاق صحیح ہو سکے مثلاً اگر لڑکا یا دیوانہ خلع کریں تو درست نہیں اور زوجہ بھی ایسی ہو جس کو مالی تصرف کا حق حاصل رہے۔ اور اگر غلام اپنے آقاء کے بلا اجازت بھی خلع کرے تو درست ہے و نیز لونڈی بھی اپنے مالک کے بغیر اجازت خلع چاہنے پر زوج خلع کر دے تو طلاق ہو جائیگی۔

سوال۔ طلاق رجعی کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو طلاق بغیر معاوضہ کے دیجائے اور تعداد میں تین سے کم ہو وہ رجعی ہے مثلاً ایک طلاق یا دو طلاق دینا۔ اگر ایک یا دو طلاق رجعی دیا ہے تو اندرونِ عدت زوج کو مراجعت کر لینے کا حق ہے۔ اور اگر طلاقِ رجعی کی عدت گذر جائے تو تجدیدِ نکاح سے مراجعت کر لیجا سکتی ہے۔ مراجعت کے بعد زوجہ بقیہ تعداد سے باقی رہتی ہے مثلاً اگر ایک طلاق دیکر مراجعت کیا ہے تو دو سے باقی رہیگی اور اگر دو طلاق دیا تھا تو ایک سے باقی رہیگی۔ طلاقِ رجعی کی عدت میں زوج و زوجہ میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔

سوال۔ صریح طلاق اگر بلا صراحتِ تعداد دیجائے تو اوس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ صریح طلاق اگر بلا صراحتِ تعداد دیجائے مثلاً اپنی زوجہ کو یہہ کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دیا تو اِن الفاظ سے جتنی تعداد کی نیت کیا ہے اوتنی ہی تعداد کی طلاق ہوگی مثلاً اگر اِن الفاظ سے ایک طلاق کی نیت کیا ہے تو ایک ہی طلاق ہوگی۔ اسی طرح کنایہ میں بھی جتنی تعداد کی نیت

کی جائے وہی تعداد معتبر ہوگی ۔ اوراگر صریح طلاق تو دیا ہے مگر تعداد کی نیت نہیں کیا ہے تو حلف دینے کے بعد ایک طلاق ہوگی ۔

سوال ۔ طلاق بائن کس کو کہتے ہیں ؟

جواب ۔ طلاق بائن وہ ہے جس سے عورت چھوٹ جائے اور بینونہ کبریٰ سے مراد وہ طلاق ہے جس میں تین طلاق صریح دیدئے جائیں جس کو طلاق ثلاث کہتے ہیں جس کے بعد عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور لَاتَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ اسی سے متعلق ہے ۔ طلاق دینے کا بہتر اور مسنون طریقہ یہہ ہے کہ عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد ہمبستری سے پیشتر ایک طلاق دیجائے اور دوسرے حیض کے بعد دوسری طلاق اور تیسری حیض کے بعد تیسری طلاق دی جائے ۔ بہرحال تین طلاق دینے سے یا ایک طلاق و یا دو طلاق کی عدت بغیر مراجعت کے پوری ہو جانے سے عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے ۔ اہ تحفہ جلد (۷)

فصل عدت کے بیان میں

سوال ۔ عدت کس کو کہتے ہیں اور اوس کے اقسام و احکام کیا ہیں ؟

جواب ۔ عدت ماخوذ ہے عد سے جس کے معنی لغت میں گنتی کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں عدت سے مراد وہ زمانہ ہے جو طلاق یا وفات شوہر کے بعد دوسرا نکاح جائز ہونے کیلئے گذرنا ضروری ہے تاکہ معتدہ کے رحم کی براءت معلوم ہو یا احکام شرعیہ کی تعمیل ہو جائے ۔ اور عدت وطی کرنے کے بعد واجب ہوتی ہے اور اوس کی دو قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم وہ عدت کی ہے جو طلاق یا فسخ نکاح کی وجہ سے لازم آتی ہے (۲) دوسری قسم وہ عدت کی ہے جو شوہر کے انتقال کرجانے کی وجہ سے لازم آتی ہے ہر ایک قسم کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

عدت طلاق۔ طلاق کی عدت حیض والی عورتوں کے لئے تین طہر ہے اور دوسری عورتوں کے لئے تین مہینے ہلالی ہیں۔ جو عورت کو کمسنی کی وجہ سے یا اور کسی علت کی وجہ سے حیض نہ آیا ہو یا طلاق دی ہوی عورت آئسہ ہو تو اِن عورتوں کی بھی عدت تین مہینے ہے آئسہ سے مراد وہ عورت ہے جو سن رسیدہ اور معمر ہو جانے کی وجہ اوس کا حیض رُک گیا ہو آئسہ کی عمر کا اندازہ لگانے میں علماءؒ کا اختلاف ہے بعض علماء کے پاس سنِ یاس باسٹھ سال ہیں اور بعضوں نے اسّی پر پانچ سال بتلایا ہے اور بعضوں نے پچاس سال لکھا ہے۔ اور طلاق دی ہوئی عورت حاملہ ہو تو اوس کی عدت وضع حمل تک ہے۔ طہر سے مراد وہ مدت ہے جو دو حیضوں کے درمیان گذرتی ہے۔ عدتِ وفات۔ جس عورت کا شوہر انتقال کر جائے اور وہ عورت حاملہ نہو تو اوس کی عدت چار مہینے دس دن ہیں اور اگر حاملہ ہو تو اوس کی عدت بھی وضع حمل تک ہے۔

سوال۔ جو عورت عدت میں ہو اوس پر کیا واجب ہے؟

جواب۔ جو عورت وفات کی عدت میں ہو تو اوس پر واجب ہی کہ عدت گزرنے تک اپنے خاوند پر سوگ کرے جس کو عربی میں اِحداد کہتے ہیں اور جو عورت خلعی یا بائن طلاق کی عدت میں ہو تو اوس کو ایامِ عدت میں سوگ کرنا مستحب ہی۔ اور جو عورت طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو اوس کو سوگ نہیں کرنا چاہئے۔ سوگ سے مراد یہہ ہے کہ معتدہ زیب وزینت بناؤ سنگار نکرے کپڑے رنگ کر نہ پہنے البتہ اگر ایسے رنگ کا کپڑا ہو جس سے زینت مقصود نہو جیسے سیاہ رنگ یا ایسا رنگ جو شوخ نہو تو یہہ جائز ہے اور سونے چاندی کے زیور یا لعل وجواہر بھی نہ پہنے اور خوشبو یا مہندی بھی نہ لگائے البتہ ناخن تراشنا سر دھونا پانی نہانا پاک صاف رہنا میل نکالنے کیلئے صابن وغیرہ

لگانا کنگھی کرنا جائز ہے

سوال ۔ کیا عدت والی عورتوں کو نفقہ وغیرہ دینا واجب ہے ؟

جواب ۔ جو عورت عدتِ وفات میں ہو اوس کو ایام عدت میں رہنے کیلئے مکان دینا واجب ہے لیکن نفقہ اور لباس دینا واجب نہیں ہے اگرچیکہ وہ حاملہ ہو ۔ اور جو عورت طلاقِ خلعی یا طلاقِ ثلاث کی عدت میں ہو اوس کے لئے نفقہ اور لباس واجب نہیں ہے سُکنیٰ واجب ہے البتہ اگر مطلقہ مذکورہ حاملہ ہو تو اوس کا لباس اور مکان واجب ہے ۔ عدت والی عورتوں کیلئے نفقہ اور لباس اور سُکنیٰ کی نسبت جو احکام مرتب ہوتے ہیں اون کی معرفت کے لئے بغرضِ سہولت ذیل نقشہ دیا جاتا ہے جس سے تفصیلی احکام معلوم ہو جائینگے وھو ھذا ۔

مطلقہ قبلِ دخول	مطلقہ بعدِ دخول	مطلقہ طلاقِ رجعی	جس عورت کا شوہر قبلِ دخول مرجائے	جس عورت کا شوہر بعدِ دخول مرجائے
اس پر عدت نہیں ہے	اس پر عدت واجب ہے	اس پر عدت واجب ہے	اس پر عدت واجب ہے	اس پر عدت واجب ہے
اس کو سُکنیٰ یعنی رہنے کیلئے مکان دینا واجب نہیں ہے	سُکنیٰ واجب ہے	سُکنیٰ واجب ہے	سُکنیٰ واجب ہے	سُکنیٰ واجب ہے
نصف مہر واجب ہے	پورا مہر واجب ہے	پورا مہر واجب ہے اور وارث بھی ہوتی ہے	پورا مہر واجب ہے وارث بھی ہوتی ہے	پورا مہر واجب ہے اور وارث بھی ہوتی ہے
اس کو نفقہ نہیں ہے	اس کو نفقہ نہیں ہے البتہ حاملہ ہو تو نفقہ واجب ہے	نفقہ دینا واجب ہے	اس کو نفقہ واجب ہے	اس کو نفقہ نہیں ہے اگرچیکہ حاملہ ہو ۔
اس کو کسوۃ یعنی لباس دینا واجب ہے	اس کو کسوۃ نہیں ہے البتہ اگر حاملہ ہو تو کسوۃ واجب ہے	کسوۃ واجب ہے	اس کو کسوۃ نہیں ہے	اس کو کسوۃ نہیں ہے اگرچیکہ حاملہ ہو ۔

سوال - حمل کی مدت کتنی ہے ؟

جواب - کمتر مدت حمل کی ہمارے پاس کامل چھ مہینے ہے اور انتہائی مدت ہمارے پاس اور حنابلہ کے پاس چار سال ہے اور احناف کے پاس دو سال انتہائی مدت ہے اور اغلب مدت ہمارے پاس اور حنابلہ کے پاس اور مالکیہ کے پاس نو مہینے ہیں۔ اھ غایۃ المقصود صفحہ (۲۳)

فصل حق حضانت کے بیان میں

سوال - حضانت کس کو کہتے ہیں اور اوس کے احکام کیا ہیں ؟

جواب - شریعت میں کم سن بچہ کی دیکھ بھال اور حفاظت و تربیت کرنیکا نام حضانہ ہے اور حق حضانت سب سے پہلے ماں کو حاصل ہے اور اوس کے بعد نانی وغیرہ اوپری سلسلہ والی عورتوں کو ہے اور ان کے بعد دادی وغیرہ اوپری سلسلہ کی عورتوں کو ہے۔ قولِ قدیم میں بہن اور خالہ کو دادی وغیرہ پر مقدم بتلایا گیا ہے اور بہن خالہ سے پہلے ہے اور خالہ برادر زادی اور ہمشیر زادی سے پہلے ہے اور برادر زادی یا ہمشیر زادی پھوپھی سے پہلے ہے اور حقیقی بہن علاتی یا اخیافی بہن سی پہلے ہے اور علاتی بہن اخیافی بہن سے پہلے ہے۔ بہر حال حضانت کے لئے عورتیں مردوں سے زیادہ موزوں ہیں۔ نیز حضانت کا حق مردوں کو بھی حسبِ ترتیب وراثت حاصل ہے۔ اگر حقِ حضانت والے مرد اور عورت دونوں موجود ہوں تو سب سے پہلے حضانت کا حق ماں کو ہے اور اوس کے بعد نانی پرنانی وغیرہ کو پھر باپ کو اور جو بچے کی حضانت کی جا رہی ہو اگر وہ دودھ پیتا ہے تو رضاعت کا حق بھی اسی ترتیب سے ہے۔ یہ ترتیب و احکام اوس بچے کے متعلق ہیں جو عمرِ تمیز والا نہو۔ عمرِ تمیز بعضوں نے سات سال تبلایا ہے

مگر اس عمر کے ساتھ تمیز حاصل ہونا بھی شرط ہے اگر اس عمر کے بعد بھی تمیز حاصل نہو تو تاحصول تمیز حضانت باقی رہیگی۔ تمیز سے مراد یہہ ہے کہ بچہ بذات خود کھانا پینا کپڑے پہننا آتا اور طہارت لینا وغیرہ امور سیکھ جائے۔

حاضنہ کو حضانت کی اجرت اور بچہ کا نفقہ یا رضاعت کا صرفہ دینا واجب ہے اور حاضنہ کی شرط یہہ ہے کہ وہ کنیز یا دیوانی یا فاسقہ یا کافرہ نہو اور نہ کسی اجنبی کے نکاح میں ہو جس بچے کی حضانت کی جارہی ہو اگر وہ عمر تمیز کو پہنچ جائے تو اوس کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس البتہ ان میں سے کوئی ایک مجنوں یا کافر یا فاسق ہو یا ماں کسی دوسرے سے نکاح کرلی ہو تو دوسرے کو ہی حق حضانت حاصل ہے۔

اگر ممیز لڑکا باپ کے پاس رہنا چاہئے تو اوس کو ماں کی ملاقات سے نہ روکا جائے اور ماں ممیز لڑکے یا لڑکی سے باپ کے گھر آکر ملاقات کرنا چاہے تو منع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ممیز لڑکا ماں کے پاس رہنا پسند کرے تو صرف رات میں ماں کے پاس رہے اور دن میں باپ کے پاس رہے تاکہ باپ اوس کی تعلیم و تادیب کرے۔ اور اگر ممیز لڑکی ماں کے پاس رہنا چاہے تو دن رات ماں ہی کے پاس رکھی جائے۔ اور باپ کو عام طور پر عادت کے موافق اوس کو دیکھنا اور ملاقات کرنے کا حق حاصل ہے۔

اگر باپ سفر کر کے نقل مقام کرنا چاہے تو بچہ کو ماں سے لیکر اپنے ساتھ لیجا سکتا ہے اور اگر ماں باپ کسی ضرورت کے لئے چند دن کا سفر کرنا چاہیں تو بچہ خواہ ممیز ہو یا غیر ممیز ان دونوں میں جو مقیم رہے اوسی کے پاس رہیگا۔

فصل مفقود الخبر کے بیان میں

سوال ۔ مفقود الخبر کس کو کہتے ہیں ؟

جواب ۔ مفقود الخبر وہ شخص ہی جس کی خبر منقطع ہوجائے اور اوس کی موت یا حیات معلوم نہو ۔

سوال ۔ کیا مفقود الخبر کی زوجہ دوسرے سے نکاح کرلے سکتی ہی ؟

جواب ۔ جب تک کہ مفقود کی موت یا اوس کی طلاق دو عادل گواہوں سے ثابت نہو اوس کی زوجہ کو دوسرے سے نکاح کرلینا جائز نہیں ہے جب اوس کی طلاق یا موت ثابت و متحقق ہوجائے تو مقررہ عدت ختم کرے کیونکہ اس کا نکاح یقینی ہے بغیر یقین کے زائل نہیں ہوسکتا ۔ اگر مفقود صاحب جائداد ہے تو اوس جائداد سے اوس کی زوجہ کو نفقہ وغیرہ دیا جائیگا اور اگر زوجہ کو نفقہ میسر نہو اور نہ کچھ مال وجائداد ہے تو جس حاکم عدالت کو حکومت کے جانب سے ایسے اختیارات حاصل ہیں اوس کے پاس رجوع ہونے پر اگر اعسار کی صورت صحیح معنوں میں موجود ہو تو وہ بعلتِ اعسار بھی اوس کا نکاح فسخ کرسکتا ہے ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر مفقود کی زوجہ حاکم مجاز کے پاس رجوع ہونے پر حاکم مذکور دیگر ممالک کو اوس شخص کا نام، حلیہ اور پیشہ لکھ بھیجکر دریافت کرو ائیگا اگر اوس شخص کا پتہ نہ چلے تو حاکم مفقود کی زوجہ کو چار سال کی مدت مقرر کردیگا بعد مرورِ مدت مفقود کی جانب سے خود حاکم فسخ کردیگا اور چار سال کی مدت کا نفقہ بھی مفقود کی مال وجائداد سے دیا جائیگا اگر کچھ بھی موجود نہو اور شرعاً اعسار پایا جائے تو حسب صراحتِ بالا اعسار کا حکم مرتب ہوگا اور بعدِ فسخ عدت کی تکمیل ضروری ہے ۔ اہ غایۃ المقصود ۔

فصل شہادت کے تفصیلی احکام کے بیان میں

سوال۔ شہادت کی شرط کیا ہی اور کس کی شہادت مقبول ہوتی ہے ؟
جواب۔ گواہوں میں مشروط ہے کہ وہ مسلمان حر مکلف عادل اور صاحب مروت ہوں ۔ چند ممنوعہ اوصاف کا ذکر یہاں اس لئے کیا جائیگا کہ اگر یہ ممنوعہ اوصاف کسی میں موجود ہوں تو مذہباً اوس کی شہادت مقبول نہیں ہوگی ۔ قمار بازی اور نرد کھیلنا حرام ہے اور شطرنج مکروہ ہی ۔ حُدِیّ کرنا اور سُننا جائز ہے حدی کہتے ہیں جانوروں کو جوش و خروش میں لانے اور اُن کی رفتار بڑھانے کے لئے خاص وضع و انداز سے گانے کو ۔ اور بغیر آلہ کے گانا اور اُس کو سنا مکروہ ہے لیکن آلات کیساتھ گانا یا سنا حرام ہے جیسے طنبور یا ستار یا عراقی مزمار کیساتھ گانا یا سنا حرام ہے ۔ البتہ شادی بیاہ یا ختنہ کے موقعوں پر دَف وغیرہ بجانا جائز ہے ۔ اور رقص و ناچ جیسے اہل عرب کی شرح تو یہہ جائز ہی بشرطیکہ اوس میں مخنثوں کے جیسا تکسر و انداز نہو اور شعر کہنا اور سننا جائز ہے البتہ اشعار میں کسی کی ہجو یا فحش کلامی ہو تو جائز نہیں ہی ذی مروت ہونے سے مراد یہہ ہے کہ اوس زمانہ اور مقام کے سنجیدہ لوگوں کے موافق شاہد کی چال و چلن رہے ۔ پس بازاروں میں علانیہ کھانا اور برہنہ سر چلنا پھرنا اور لوگوں کے سامنے اپنی زوجہ کا بوسہ لینا یا شطرنج کھیلنے میں ہمیشہ منہمک رہنا یا ناچ و گانے میں اکثر مصروف رہنا خلاف مروت ہے اور اوس سے مروت ساقط ہو جاتی ہی ۔ ہر حال یہہ ممنوعہ اوصاف اگر کسی میں موجود ہوں تو مذہباً اوس کی شہادت مقبول نہیں ہوسکتی ۔ اب رہا مروجہ قوالی وغیرہ جو بعض بزرگانِ طریقت کے پاس مستعمل ہی اوس کے متعلق ہم سکوت کرتے ہیں اور اُس کا حکم اُنھیں پر سونپتے اور اُس میں لب کشائی کرنے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ۔

سوال ۔ ہر ایک معاملہ میں کتنے گواہ ہونا چاہیئے ؟

جواب - ہلال رمضان کی رویت کے لئے ایک گواہ کی شہادت پر حکم دیا جا سکتا ہے اور زنا کی رویت میں چار مردوں کی شہادت مشروط ہے - اور مالی امور میں یا بیع وحوالہ وضمان وغیرہ دیگر معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے - اور جو امور ایسے ہوں جن پر اکثر مرد ہی مطلع رہتے ہیں جیسے نکاح یا طلاق یا رجعت یا اسلام یا کسی معاملہ میں جرح و تعدیل کے لئے یا کسی کی موت کی گواہی کے لئے - یا وکالت میں تو ایسے واقعات میں دو مردوں کی گواہی ضروری ہے - اور جو امور ایسے ہوں جن پر عورتیں ہی مطلع رہتی ہیں جیسے ولادت یا حیض یا رضاعت وغیرہ تو اِن امور میں بھی یا تو دو مردوں کی شہادت ضروری ہے یا چار عورتیں گواہی دیں - اور جو واقعہ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو سکتا ہے تو وہ ضرورت پر ایک آدمی کی شہادت اور حلف سے بھی ثابت ہوگا شاھد ویمین سے مراد یہی ہے اور جو معاملہ ایسا نہ ہو تو وہ ایک شاہد اور یمین سے ثابت نہیں ہوگا - کسی فعل پر جیسے زنا یا غصب یا ولادت وغیرہ واقعات میں بغیر دیکھنے کے گواہی دینا جائز نہیں ہے فعلی واقعات میں بہرے کی گواہی لیجا سکتی ہے - اور قولی امور میں جیسے عقد وغیرہ میں سننا اور قائل کو دیکھنا بھی مشروط ہے - گواہوں پر واجب ہے کہ نہایت سچائی سے واقعات بیان کر دیں - گواہی دینے سے گریز کرنا جائز نہیں ہے اگر شاہد بیمار وغیرہ ہو تو عند الضرورت واقعات پر دوسروں کو گواہ کر دے تاکہ وہ مقام ضرورت پر جا کر شہادت دیں - اھ تحفہ جلد (۸) -

فرائض اور اوس کے متعلقات کے بیان میں

سوال ۔ فرائض کے معنے کیا ہیں اور اوس کے احکام کیا ہیں ؟

جواب ۔ فرائض جمع ہے فریضہ کی اور فریضہ ماخوذ ہے فرض سے اور فرض کے معنے ہیں کسی چیز کا اندازہ لگانا اور معین کردینا ۔ اور اصطلاح میں فرائض سے مراد ورثاء کے شرعی حصے ہیں ۔ بہر حال متروکہ میں سب سے پہلے میت کی تجہیز و تکفین و تدفین کی جائے پھر قرضہ ادا کیا جائے اور قرضہ میں اللہ کا دین سب سے پہلے ہے مثلاً اگر میت کے ذمہ زکواۃ یا حج باقی ہے تو بندوں کے قرضے سے پہلے اون کی ادائی کی جائے من بعد بندوں کا قرضہ ادا کیا جائے اس کے بعد جو کچھ بچے اوس کو حسب شرع ورثاء میں تقسیم کیا جائے ۔ اھ تحفہ جلد (٦)

فصل وراثت کے اسباب کے بیان میں

سوال ۔ وراثت کے اسباب کیا ہیں ؟

جواب ۔ وراثت کے اسباب چار ہیں (۱) قرابت (۲) نکاح (۳) ولاء یعنی جو شخص کسی غلام یا کنیز کو آزاد کر دینے کے بعد اوس غلام یا کنیز کا انتقال ہو جائے اور اُن کے کوئی وارث موجود نہوں تو یہہ معتق و مولی یعنی آزاد کنندہ اُن کا وارث

ہوگا اگر کئی پشت گزرنے کے بعد بھی یہہ صورت پیش آئے تو معتق کے ورثاء اون کے وارث ہوں گے لیکن اگر آزاد کنندہ کا انتقال ہو جائے اور اُس کے کوئی وارث موجود نہوں تو آزاد شدہ اپنے مولیٰ کا وارث نہیں ہوگا پس یہی حکم ہر ایک فریق کے ورثاء میں بھی جاری رہیگا (۴) اسلام - اگر مذکورہ ہر سہ سبب کے لحاظ سے کوئی وارث موجود نہو تو اسلامی قرابت سے تمام متروکہ بیت المال کا ہوگا - اھ تحفہ جلد (۶)

فصل ورثاء کے بیان میں

سوال - مردوں میں کون وارث ہوسکتے ہیں ؟

جواب مردوں میں سے حسبِ ذیل رشتے کے اشخاص وارث ہوتے ہیں (۱) بیٹا، پوترا، پرپوترا، وغیرہ، جہاں تک سلسلہ نیچے جائے (۲) باپ، دادا، وغیرہ جہاں تک سلسلہ اوپر جائے (۳) بھائی خواہ حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی (۴) برادرزادہ خواہ حقیقی ہو یا علاتی جہاں تک نیچے سلسلہ جائے لیکن اخیافی برادر زادہ وارث نہیں - (۵) میت کا چچا خواہ حقیقی ہو یا علاتی (۶) میت کا چچا زادہ خواہ حقیقی ہو یا علاتی جہاں تک سلسلہ نیچے جائے اگر حقیقی یا علاتی چچا یا حقیقی و یا علاتی چچا زادے موجود نہوں تو میت کے باپ، دادا، وغیرہ، کے جہاں تک سلسلہ اوپر جائے اون کے چچایاں و چچا زادے حقیقی و علاتی بالترتیب وارث ہوں گے (۷) زوج یعنی شوہر (۸) معتق یعنی آزاد کنندہ -

سوال - عورتوں میں سے کون وارث ہوتی ہیں ؟

جواب - عورتوں میں حسبِ ذیل رشتے کی عورتیں وارث ہوتی ہیں (۱) بیٹی (۲) بیٹے کی بیٹی جہاں تک سلسلہ نیچے جائے (۳) ماں (۴) جدّہ دونوں جہت سے

یعنی نانی ودادی (۵) بہن خواہ حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی (۶) زوجہ (۷) معتقہ یعنی آزاد کرنیوالی۔ مردوں میں جتنے ورثاء تبلائے گئے ہیں اگر وہ سب کے سب موجود ہوں تو ان میں سے صرف میت کا باپ، بیٹا، زوج یہہ تینوں ہی وارث ہوں گے اور اگر عورتوں میں جتنے وارث بیان کیے گئے ہیں وہ سب کے سب موجود ہوں تو اُن میں سے صرف بیٹی، پوتری، ماں، حقیقی بہن اور زوجہ وارث ہوں گے۔ اور دونوں قسموں کے ایسے ورثاء موجود ہوں جن کا اجتماع ممکن ہے، تو ان میں سے حسب ذیل رشتہ دار وارث ہوں گے۔ باپ، ماں، بیٹے، بیٹیاں اور زوج زوجہ میں سے کوئی ایک جو موجود ہو وارث ہوں گے۔ اہ تحفہ جلد (۶)۔

فصل ذوی الارحام کے بیان میں

سوال۔ مذکورہ ورثا اگر موجود نہوں تو کون وارث ہوں گے؟

جواب۔ عصبہ واہل فروض اگر موجود نہوں تو علماء متاخرین کا فتویٰ ہے کہ حسب سہام مقررہ ذوی الاحام کو دیا جائے۔ مردوں اور عورتوں میں جو وارث رشتہ دار تبلائے گئے ہیں اون کے سوائے جو رشتہ دار ہیں وہ ذوی الارحام ہیں جن کی تفصیل یہہ ہے (۱) نانا، پرنانا اور نانی کی ماں جہاں تک سلسلہ اوپر جائے (۲) بیٹیوں کی اولاد خواہ مرد ہو یا عورت یعنی نواسہ نواسی اور اُن کی اولاد خواہ مرد ہو یا عورت (۳) برادر زادیاں حقیقی وعلاتی (۴) ہمشیرزادیاں وہمشیرزادے حقیقی وعلاتی (۵) برادر اخیافی کی اولاد خواہ مرد ہوں یا عورتیں (۶) اخیافی چچا (۷) چچازادیاں حقیقی وعلاتی (۸) پھوپھیاں (۹) ماموں (۱۰) خالائیں (۱۱) اِن سب کی اولاد جہاں تک سلسلہ نیچے جائے سوائے پہلی قسم کے۔ اہ تحفہ جلد (۶)

فصل اہل فروض اور اُن کے حصص کے بیان میں

سوال - قرآن شریف میں ورثاء کے مقررہ حصے کتنے ہیں اور کس کے ہیں؟

جواب - قرآن شریف میں مقرر کئے ہوئے حصص چھے ہیں (۱) نصف یعنی آدھا متروکہ - نصف پانے کے مستحق پانچ اشخاص ہیں (۱) زوج یعنی شوہر اوس صورت میں نصف پائیگا جبکہ اوس کی فوت شدہ زوجہ کو اولاد نہو یعنی بیٹا، بیٹی، پوترا، پوتری، وغیرہ، کوئی فرعی سلسلہ موجود نہو (۲) بنت یعنی بیٹی اوس صورت میں نصف پائیگی جبکہ میت کو اوس کے سوائے اور کوئی اولاد نہو (۳) بنت الابن یعنی پوتری اوس صورت میں نصف لے گی جبکہ میت کو اوس کے سوائے کوئی فرعی سلسلہ موجود نہو (۴) حقیقی بہن - اوس صورت میں نصف پائیگی جبکہ میت کو اوس کے سوائے کوئی اور حقیقی بہن یا بھائی یا بیٹی یا پوتری یا پوترا موجود نہو تو (۵) علاتی بہن بھی اوس وقت نصف پائیگی جبکہ میت کو اوس کے سوائے نہ کوئی اولاد ہو اور نہ کوئی حقیقی یا علاتی بہن یا بھائی موجود ہوں - (۲) ربع یعنی پاؤ ترکہ - پس ربع پانے کے مستحق دو شخص ہیں (۱) زوج یعنی شوہر اوس صورت میں ربع پائیگا جبکہ اوس کی فوت شدہ زوجہ کی اولاد موجود ہو یعنی بیٹا یا بیٹی یا پوترا یا پوتری، وغیرہ، موجود ہوں تو زوج کو ربع ملیگا - (۲) زوجہ بھی اوس صورت میں ربع پائیگی جبکہ فوت شدہ زوج کی کوئی اولاد موجود نہو یعنی بیٹا یا بیٹی یا پوترا یا پوتری، وغیرہ، موجود نہوں تو زوجہ کا فرض ربع ہے خواہ زوجہ ایک ہو یا دو یا تین یا چار وہی ربع کے مستحق ہیں - (۳) ثمن یعنی آٹھواں حصہ ثمن پانے کی مستحق زوجہ اوسی وقت ہوگی جبکہ میت کی اولاد موجود ہو یعنی بیٹا یا بیٹی یا پوترا یا پوتری، وغیرہ، موجود ہوں تو زوجہ کو ثمن ملیگا - زوجات اگر

متعدد بھی ہوں تو وہی ثمن کے مستحق ہیں ۔ بہر حال جس صورت میں زوج کو نصف ملیگا تو اوس صورت میں زوجہ کو ربع ملیگا اور جس صورت میں زوج کو ربع ملیگا تو وہاں زوجہ ثمن پائیگی یعنی ہر حالت میں زوج کو زوجہ کا دُگنا حصہ ملیگا ۔ (۴) ثلثان یعنی دو تہائی ۔ دوثلث پانے کے مستحق چار اشخاص ہیں (۱) دو یا دو سے زائد بیٹیاں جبکہ میت کو اون کے سوائے کوئی اولاد نہو تو دو یا دو سے زائد بیٹیوں کا حصہ دوثلث ہوگا (۲) دو یا دو سے زائد پوتریاں جبکہ میت کو اُن کے سوائے کوئی فرعی وارث موجود نہو تو دو یا دو سے زائد پوتریاں کا حصہ دو ثلث ہوگا (۳) دو یا دو سے زائد حقیقی بہنیں جبکہ میت کو ان کے سوائے کوئی فرعی وارث یا برادران و ہمشیرگان حقیقی موجود نہوں تو دو یا دو سے زائد حقیقی بہنوں کا حصہ دوثلث ہوگا (۴) دو یا دو سے زائد علاتی بہنیں جبکہ میت کو ان کے سوائے کوئی فرعی وارث یا برادران و ہمشیرگان علاتی موجود نہوں تو دو یا دو سے زائد علاتی بہنوں کا حصہ بھی دوثلث ہوگا (۵) ثلث یعنی ایک تہائی متروکہ ثلث پانے کے مستحق دو اشخاص ہیں (۱) ماں ۔ ماں ثلث پانے کی مستحق اسی صورت میں ہوگی جبکہ میت کو بیٹا یا پوترا وغیرہ موجود نہو اور میت کو حقیقی یا علاتی دو بھائی یا دو بہنیں یا اس سے زیادہ بھی موجود نہوں تو ماں کا حصہ ثلث ہوگا (۲) دو یا دو سے زائد برادان یا ہمشیرگان اخیافی اوس صورت میں ثلث پائینگے جبکہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے محجوب نہوں تو یعنی اگر اون کے اوپری سلسلہ میں کوئی مرد وارث یا کوئی فرعی وارث موجود ہو تو اخیافی برادران و ہمشیرگان محجوب ہوجاتے ہیں ۔ اور کبھی جد کو حقیقی یا علاتی بھائیوں کیساتھ بھی ثلث ملتا ہے (۶) سدس یعنی چھٹواں حصہ ۔ سدس پانے کے مستحق سات اشخاص ہیں باپ ، دادا ، ماں ، جدہ ، یعنی نانی یا دادی ، پوتری ایک ہو یا

زاید بشرطیکہ حقیقی بیٹی کیساتھ ہو تو علاتی بہن ایک ہو یا زاید اگر حقیقی بہن کیساتھ ہو تو۔ ایک براد اخیافی یا ایک ہمشیرۂ اخیافی - (۱) باپ اور دادا - سدس پانے کے مستحق اوس صورت میں ہوتے ہیں جب کہ میت کی اولاد موجود جیسے بیٹا یا بیٹی یا پوتری وغیرہ فرعی وارث موجود ہو تو اب یا جد کو سدس ملیگا (۲) ماں - ماں کو سدس اوس وقت ملیگا جبکہ میت کی اولاد موجود ہو جیسے بیٹا یا پوترا یا بیٹی یا پوتری وغیرہ فرعی وارث موجود ہو یا میت کے دو یا دو سے زائد حقیقی یا علاتی یا اخیافی برادران یا ہمشیرگان موجود ہوں تو ماں سدس پائیگی - (۳) جدہ جدہ کو بھی سدس ملیگا بشرطیکہ وہ محجوب نہو تو - (۴) پوتری - پوتری اگر ایک ہی حقیقی بیٹی کیساتھ ہو تو سدس پائیگی - (۵) علاتی بہن - علاتی بہن اگر ایک ہی حقیقی بہن کیساتھ ہو تو سدس پائیگی - (۶) ایک برادرِ اخیافی یا ایک ہمشیرۂ اخیافی بھی اوس وقت سدس لینگے جبکہ کسی دیگر وارث سے محجوب نہوں تو - اہ تحفہ جلد (۶)-

فصل عصبہ کے بیان میں

سوال - عصبہ کس کو کہتے ہیں اور اوس کے اقسام و احکام کیا ہیں؟

جواب - عصبہ اوس وارث کو کہتے ہیں جس کا حصہ مقرر کیا ہوا نہو - اور اوس کا حکم یہہ ہے کہ اگر کوئی صاحب فرض وارث موجود نہو تو عصبہ سارا متروکہ لے لیتا ہے اور اگر اصحابِ فروض موجود ہوں تو فرض والے اپنا مقررہ حصہ حاصل کر لینے کے بعد جو کچھ بچے اوس کو عصبہ لے لیگا - اور اگر کہیں اہلِ فروض میں تمام ترکہ منقسم ہو جائے تو عصبہ کو کچھ نہیں ملیگا - اور عصبہ کی تین قسمیں ہیں (۱) عاصب بنفسہ (۲) عاصب بغیرہ (۳) عاصب مع غیرہ - زوج اور اخیافی برادر کے

سوائے مردوں میں جتنے ورثا بیان کئے گئے ہیں وہ سب عاصب بنفسہ ہیں۔
اور عاصب بغیرہ چار ہیں (۱) بیٹیاں بیٹوں کیساتھ ایک ہوں یا زائد عصبہ ہوتی
ہیں (۲) پوتریاں پوتروں کیساتھ عصبہ ہوتی ہیں ایک ہوں یا زائد (۳) حقیقی
بہناں حقیقی بھائیوں کیساتھ ایک ہوں یا زائد عصبہ ہوتی ہیں (۴) علاتی بہناں
علاتی بھائیوں کیساتھ ایک ہوں یا زائد عصبہ ہوتی ہیں۔ عاصب مع غیرہ حقیقی
یا علاتی بہناں بنات یعنی بیٹیوں کیساتھ موجود ہوں تو وہ عاصب مع غیرہ کہلاتی ہیں
(خواہ ایک ہو یا زائد) اور ورثاء سات جہت سے عصبہ ہوتے ہیں۔ یعنی جو وارث
عصبہ ہوگا وہ میت کیساتھ حسب ذیل رشتوں میں سے کسی ایک رشتے کی قرابت والا
ہونا ضروری ہے وارث موجود یا تو میت کا بیٹا ہونا۔ یا تو میت کا باپ ہونا
یا تو میت کا جد ہونا۔ یا تو میت کا برادر ہونا۔ یا تو میت کا بھتیجا ہونا۔ یا تو
میت کا چچا ہونا یا چچا زادہ ہونا۔ یا تو معتق ہونا بلحاظ ذکر و ترتیب جو جہت
پہلے ہے وہ اپنے بعد کی جہت والے کو محجوب کرتی ہے اور اگر قرابت کی جہت
مساوی ہو مثلاً حقیقی اور علاتی برادران میت کے موجود ہوں تو برادر حقیقی کو
مقدم کیا جائیگا عصبہ ہونے میں۔ اھ شروح تقریر المباحث۔

فصل حجب کے احکام کے بیان میں

سوال۔ حجب کس کو کہتے ہیں اور اوس کے اقسام و احکام کیا ہیں؟

جواب۔ حجب کے معنے لغت میں پوشیدگی اور منع کرنے کے ہیں اور
شریعت میں وارث کو وراثت سے روک دینے کو حجب کہتے ہیں اور اوس کی
دو قسمیں ہیں (۱) حجب حرمان۔ یعنی وارث کا وراثت سے بالکل محروم ہوجانا
(۲) حجب نقصان۔ یعنی وارث کا وراثت کے بڑے حصے سے محروم ہوکر

ناقص حصہ پانا۔ یہاں قسم اول یعنی حجب حرمان ہی مراد ہے۔ پس باپ۔ بیٹا۔ زوج
ماں۔ بیٹی۔ زوجہ یہ چھے قسم کے ورثاء کو کوئی دوسرا وارث حجب حرمان سے
محجوب نہیں کرسکتا ہے یعنی یہہ ورثاء کبھی اپنے حصے سے بالکل محروم نہیں ہوسکتے
اور بیٹا موجود ہو تو پوترا محروم رہتا ہے۔ اور باپ موجود ہو تو جد محروم ہوجاتا ہے۔
اور برادرِ حقیقی کو تین اشخاص یعنی باپ۔ بیٹا۔ پوترا۔ محروم کرتے ہیں۔ اور
برادرِ علاتی کو یہہ چاروں محروم کرتے ہیں یعنی باپ۔ بیٹا۔ پوترا۔ برادرِ حقیقی۔
اور برادرِ اخیافی کو چھے اشخاص یعنی باپ۔ دادا۔ بیٹا۔ بیٹی۔ پوترا۔ پوتری۔ محروم
کردیتے ہیں۔ اور حقیقی برادر زادہ کو بھی چھے اشخاص یعنی باپ۔ دادا۔ بیٹا۔
پوترا۔ حقیقی برادر۔ علاتی برادر۔ محرومُ الاِرث کردیتے ہیں۔ اور علاتی برادر زادہ
کو سات اشخاص۔ یعنی باپ۔ دادا۔ بیٹا۔ پوترا۔ برادرِ حقیقی۔ برادرِ علاتی۔
حقیقی برادر زادہ۔ یہ ساتوں ورثاء علاتی برادر زادہ کو محروم کرتے ہیں۔
اور حقیقی چچا کو آٹھ حسبِ ذیل اشخاص محروم کردیتے ہیں۔ یعنی باپ۔ دادا۔
بیٹا۔ پوترا۔ برادر حقیقی۔ برادر علاتی۔ حقیقی برادر زادہ۔ علاتی برادر زادہ۔
اور علاتی چچا کو وہی آٹھ اور حقیقی چچا محروم کرتے ہیں۔ اور چچا زادہ حقیقی کو وہی
نو اور علاتی چچا محروم کردیتے ہیں۔ اور چچا زادہ علاتی کو وہی دس اور چچا زادہ حقیقی
محروم کرتے ہیں۔

معتق اور معتقہ نسبی عصبہ سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اور پوتری کو بیٹا یا دو
یا دو سے زائد بیٹیاں محروم کرتے ہیں۔ اور نانی کو ماں محروم کرتی ہے۔ اور
دادی کو باپ محروم کرتا ہے۔ اور قریب کی جدہ دور جدہ کو محروم کرتی ہے۔ اور
اور قریب کی نانی دور کی دادی کو محروم کرتی ہے۔ اور ہمشیرۂ حقیقی و علاتی و
اخیافی کو وہی ورثاء محروم کرتے ہیں جو برادرِ حقیقی و علاتی و اخیافی کو محروم

کرتے ہیں جن کا بیان قبل ازیں ہو چکا ہے۔ یعنی بھائی اور بہن دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ اہ شروح تقریر المباحث۔

فصل۔ وراثت کے متفرق مسائل کے بیان میں

سوال۔ کیا میت کا قاتل اوس کا وارث ہو سکتا ہے ؟

جواب۔ میت کا قاتل اوس کا وارث نہیں ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنے کسی ایسے قرابت دار کو مار ڈالے جس کا یہ وارث ہو سکتا تھا تو چونکہ یہ قاتل ہے اس لیے اپنے مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث ہوگا۔ اور اگر وقتِ واحد میں دو مُتَوارِث یعنی ایسے اشخاص جو ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں مرجائیں (مثلاً دریا میں ڈوب کر یا مکان وغیرہ منہدم ہو کر) تو ایسی صورت میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہر ایک میت کا مال صرف اوسی کے ورثاء کو ملیگا۔ کیونکہ وراثت میں یہ شرط ہے کہ وارث اپنے موروث یعنی میت کے بعد کچھ زندہ رہے۔ اور اگر کوئی شخص جائداد چھوڑ کر بے پتہ ہو جائے اور اوس کی کچھ کیفیت معلوم نہ ہو تو اوس کا مال بطور امانت محفوظ رکھا جائیگا جب اوس کی موت ثابت ہو جائے یا اس قدر مدت گذر جائے کہ گمانِ غالب سے اوسکی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے اوس مدت تک اوس کا زندہ رہنا قرینِ قیاس نہ ہو تو حاکمِ مجاز اپنے اجتہاد سے اوس کی موت کا حکم دیکر بوقتِ حکم جو ورثاء موجود ہوں انہیں میں حسبِ شرع اوس کا مال تقسیم کر دیگا۔ اہ تحفہ جلد (۶)۔

فصل۔ وصیت کے بیان میں

سوال۔ وصیت کے احکام کیا ہیں؟

جواب۔ جس شخص کے ذمّے اللہ کے حقوق ہوں تو اوس پر وصیت کرنا واجب ہی مثلاً اگر اوس کے ذمہ کچھ زکواۃ واجب الادا ہے یا اوس کا حج باقی ہی تو ایسے شخص پر وصیت کر دینا واجب ہے۔ نیز اگر اوس کے ذمہ بغیر شہود یا بلا وثائق کے حقوق العباد بھی ہوں مثلاً اگر کسی کی امانت اوس کے پاس بغیر گواہوں کے رکھی ہوئی ہے تو بھی وصیت کرنا واجب ہے۔ اور تبرّعات و تطوّع کیلئے وصیت کرنا سنت ہے۔ اور انسان بحالتِ صحت و تندرستی تصدق اور خیرات کرنا بیماری کی حالت میں کرنیسے افضل ہے۔

سوال۔ وصیت کے ارکان کتنے ہیں؟

جواب۔ وصیت کے ارکان چار ہیں (۱) موصی یعنی وصیت کرنے والا (۲) وصی یعنی جس شخص کو وصی بنایا جائے (۳) موصیٰ بہ۔ یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے (۴) صیغۂ وصیت۔ یعنی وصیت کے الفاظ۔ اور صحتِ وصیت کیلئے تحریر ہی مشروط نہیں ہے (۱) موصی کی شرط یہہ ہے کہ وہ عاقل بالغ و مکلف و مختار اور حر یعنی آزاد ہو پس دیوانے یا بیہوش یا کمسن بچے وغیرہ کی وصیت صحیح نہیں ہے۔ اور موصی وصی کو جب چاہے معزول کر سکتا ہے۔ (۲) وصی کی شرط یہہ ہے کہ وہ مسلمان عاقل بالغ مکلف و مختار اور عادل ہو اور وصیت کے کام سرانجام کرنے کی صلاحیت وقابلیت رکھتا ہو۔ لیکن وصی مرد ہونا مشروط نہیں ہے اور اگر وصی نابینا ہو تو مضایقہ نہیں۔ اور بچوں کی والدہ دوسروں سے افضل ہے۔ وصی کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنی جانب سے کسی دوسرے کو وصی بنائے اور وصی بھی اپنے کو جب چاہے معزول کر سکتا ہی بشرطیکہ یتیموں کا مال ضائع یا تلف ہونے کا تیقن نہو۔

(۳) موصیٰ بہ - کی شرط یہہ ہے کہ وہ ایسے جائز امور میں ہو جس سے انتفاع حاصل کرنا جائز ہو - اگر حرام کاموں میں ہو تو جائز نہیں - اور ثلثِ مال سے بھی زائد نہو - اور جو تبرعات خوفناک مرضِ موت میں کئے جائیں تو وہ بھی ثلث ہی میں معتبر ہوتے ہیں مثلاً ہبہ یا وقف کیا جائے تو اوس کی اجرائی ثلث مال میں سے کیجائیگی - اگر موصی مرضِ مخوف میں ثلث مال سے زائد کے تبرعات کر دینے کے بعد تندرست ہوجائے تو اوس کے تبرعات صحیح اور نافذ ہوجائینگے - اور اگر نابالغ لڑکا بالغ ہوجانے کے بعد وصی سے اپنے نفقۂ ضمیمہ کی کمی بیشی کے متعلق نزاع کرے تو وصی کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ وصی کے تصرفات شرعاً قابل تسلیم ہوں - اگر کسی شخص کی زبان بند ہوجائے تو اوسکی تحریری وصیت یا کافی اشارہ وصیت کے متعلق کرنا درست ہے بشرطیکہ اوس میں موصی کے مذکورہ شروط پائیجائیں -

سوال - غیر وارث کیلئے کس حد تک وصیت کرنا صحیح ہے ؟

جواب - غیر وارث کے لئے ثلث مال سے زائد کی وصیت نکرنا چاہئے اگر ثلث سے زائد کی وصیت کیجائے اور وارث ناراض ہو تو اوس زائد حصے کی وصیت باطل ہوگی اور اگر وارث راضی ہو تو وصیت درست ہے - اور وارث کیلئے بھی وصیت صحیح ہے مگر بقیہ ورثاء کی اجازت سے نافذ ہوگی اگر اجازت ندیں تو وارث کیلئے وصیت باطل ہوجائیگی خواہ وارث کیلئے جو وصیت کی گئی ہے وہ ثلث سے زائد ہو یا کم - اور معتمد علیہ قول کی بناء پر ثلث کا اندازہ موت کے روز سے لگایا جائیگا -

(۴) صیغۂ وصیت - صحت وصیت کیلئے حسب ذیل الفاظ یا اون کے معنے ضروری ہیں مثلاً اوصیت لفلان بکذا (میں نے فلاں شخص کیلئے یہہ یہہ

چیزوں کی وصیت کیا ہے) یا ادفعوا الیہ کذا وکذا یا اعطوہ بعد موتی کذا وکذا (فلاں شخص کو یہ یہ چیز دیدیجائے یا فلاں شخص کو میرے مرنے کے بعد یہہ یہہ دیا جائے) اگر صرف ھولہ کہدیا جائے (یعنی فلاں چیز اوس کی ہے) تو یہ وصیت نہیں بلکہ اقرار ہوجائیگا البتہ اگر ھولہ بعد موتی کہے تو وصیت ہے۔ اہ تحفہ جلد (۶)۔

فصل چند ضروری احکام وآداب واخلاق کے بیان میں

سوال۔ مسلمانوں کو کیا لازم ہے؟

جواب۔ مسلمانوں پر بطریق فرض کفایہ یہہ لازم ہے کہ پروردگار عالم کے وجود اور اوس کے صفات واجبہ ومستحیلہ اور نبوت وغیرہ کے اثبات کے لئے اوس کے قطعی دلائل اور پکے براہین سے واقف ہوجائیں اور دینی مشکلات مذہبی معضلات کو حل کریں اور شرعی علوم وفنون فقہی فروع ودینی اصول جیسے علم تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ علوم دینیہ کی اس حد تک تعلیم حاصل کریں کہ قضاء کرنے اور فتوی دینے اور درس وتدریس کرنے کی حقیقی قابلیت پیدا ہوجائے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر اوس کے حسب مراتب کیا کریں۔ اور حتی الامکان اپنے مسلمان بھائیوں سے دفع مضرت کریں۔ اور جس سے ہوسکے ننگے کو کپڑا بھوکے کو کھانا دے۔ عند الضرورت گواہ بننا اور پھر گواہی ادا کرنا بھی فرض کفایہ ہے۔ لیکن اگر کسی معاملہ میں دو گواہوں کے سوائے اور کوئی گواہ نہوں تو ہر دو گواہوں پر ادائے شہادت فرض عین ہے۔ نیز فرض کفایہ ہے کہ مسلمانوں میں صنعت وحرفت کے مختلف پیشے جیسے تجارت پیشہ زراعت پیشہ وغیرہ اقسام کے پیشے جن کی بود وباش اور قیام دنیا میں ضرورت لاحق رہتی ہے وہ بھی مسلمانوں میں

موجود رہیں۔ اگر کسی جماعت کو سلام کیا جائے تو اوس جماعت والوں پر سلام کا
جواب دینا بھی فرض کفایہ ہے ارشاد باری ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا
اوردوھا منشاء یہہ ہے کہ جب سلام کیا جائے تو جواب میں اوس سے زائد
الفاظ کہکر خوبی اور حسن پیدا کرنا چاہئے ورنہ سلام کے برابر جواب ضرور ہو مثلاً
اگر کوئی اپنے سلام میں یہہ کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو جواب دینے والا
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا احسن ہو ورنہ حسب سلام جواب دیا جائے۔
اور سلام کی ابتدا مسنون ہے مگر جو شخص کھانا کھاتے میں یا پانی نہانے میں یا
قضائے حاجت میں مصروف ہو اوس کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر
کسی معین شخص کو ہی سلام کیا جائے تو اوس پر سلام کا جواب دینا فرض ہے۔
اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا اور سننے والا یرحمک اللہ کہنا اور پھر چھینکنے والا
یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہنا سنت ہے ہر شخص اپنی لیاقت و
استطاعت کے موافق جائز اور پاک وصاف لباس پہننا چاہئے سوتے وقت
مستحب ہی کہ منہ قبلہ کی طرف اور سر شمال کی طرف ہو اور سیدھے ہاتھ کی ہتیلی
سیدھے رخسار کے نیچے رکھکر سویا کریں اور اللھم باسمک اموت واحیا کہیں
اور بیداری کے وقت الحمد للہ الذی احیانا بعدما اماتنا والیہ النشور کہیں
بعض علماء نے لکھا ہے کہ سوتے وقت باسمک ربی وضعت جنبی کہا جائے
روزانہ نیند سے بیداری کے وقت ذیل دعا پڑھنا بہت بہتر ہے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعدما اماتنا والیہ النشور اصبحنا واصبح الملک للہ والعظمہ والسلطان	سب تعریفیں اوس پروردگار کیلئے ہیں جس نے ہم کو موت کے بعد زندہ کیا اور اوسی کی طرف چلنا ہے۔

لله والعزة والقدرة لله اصبحنا
علی فطرة الاسلام وکلمة الاخلاص
وعلی دین نبینا محمد صلی الله علیه وسلم و
وملة الخلیل ابراهیم حنیفا
مسلما وما کان من المشرکین اللهم
بك اصبحنا وبك امسینا وبك نحیا
وبك نموت والیك المصیر ؁
اللهم انی اسئلك خیر هذا الیوم
وخیر ما فیه واعوذ بك من شر
هذا الیوم وشر ما فیه وصلی الله
علی سیدنا محمد وآله وصحبه
وسلم ؁

صبح ہوئی اور اس حالت میں ہوئی
کہ ملک اللہ کا ہی کبریائی اور عظمت
عزت اور قدرت اللہ کیلئے سزاوار ہے
(الحمد للہ کہ) ہماری صبح فطرت اسلام
کلمۂ اخلاص اور دین محمدی صلعم اور
ملت ابراہیمی پر ہوئی جو کہ اپنا تن من
دھن اللہ کے لئے سونپ دئے
اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔
خداوندا تجھ سے ہی ہماری صبح ہوئی
اور تجھ سے ہی شام ہوئی تو ہی زندہ
کرتا اور تو ہی موت دیتا اور تیرے
ہی طرف جانا ہے۔ خداوندا تجھ سے
میں اس دن کی اور اس دن میں
جو کچھ ہونے والا ہے اوس کی خیر چاہتا
ہوں اور پروردگار میں تجھ سے اس
دن اور اس دن میں جو کچھ ہونیوالا
ہے اوس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

بعض علما نے سوتے وقت ایک مرتبہ یہ دعا پڑھنے میں بڑی فضیلت
بیان کیا ہے۔ اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة
رب کل شیء وملیکه اشهد ان لا اله الا انت اعوذ بك من شر نفسی

ومن شر الشیطان وشرکہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم ؕ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ ھو الرحمٰن الرحیم ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وھو العزیز الحکیم ؕ

حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم (۷ دفعہ)

استطراداً یہاں یہہ ادعیہ لکھدئے گئے ہر کام اور ہر نماز کے ماثورادعیہ باترجمہ میں نے علیحدہ طور پر ایک متوسط رسالہ کی صورت میں جمع کیا ہے۔ دیگر کتابوں کی اشاعت کے وقت انشاء اللہ اوس کی طباعت بھی عمل میں آئیگی۔

ضرورت سے زیادہ کھانا کھانا حرام ہے۔ پانی یا دودھ وغیرہ پیتے وقت برتن منہ کو لگائے ہوئے اوسی میں سانس نہ لینا سنت ہے۔ اور اوس کو تین گھونٹ کرکے پینا بھی مسنون ہے۔ اور کھانے کے بعد خلال کرنا بھی سنت ہے کسی بیٹھے ہوئے شخص کو خود اٹھاکر اوس کی جگہ میں بیٹھنا ممنوع ہے مجلس میں جس مقام پر جگہ ملے بیٹھ جانا اور اہل مجلس آئے ہوئے شخص کو جگہ دینا بھی مسنون ہے۔ کسی شخص کو پیٹھ دیکر بیٹھنا یا لوگوں میں سر ننگے یا پیر پھیلائے بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ بزرگوں کی تعظیم وتوقیر کرنا اور کمسنوں سے شفقت ومحبت رکھنا اسلامی شعار ہے۔ غرور اور تکبر بہت مذموم اور حرام ہے ارشاد باری ہے۔ انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا ؕ مطلب یہہ ہے کہ متکبر نہ زمین کو اپنی مغرورانہ چال سے پھاڑ سکتا ہے اور نہ آسمان کو پہونچ سکتا ہے۔ حضرت حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے یقول اللہ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فی واحد

منہا ادخلتہ جہنم وفی لفظ قصمتہ اللہ جل شانہ فرمائیگا کبریاء میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے پس جو شخص میری ہر دو چیزوں میں سے کچھ لینا چاہے تو اوسکو جہنم میں جھونک دونگا اور ایک روایت میں ہے اوس کی گردن مروڑ دونگا۔ الامان - ریاکاری سے اعمال باطل ہوجاتے ہیں۔ کینہ اور حسد بہت بُرے امراض ہیں - ابوداؤدؒ کی روایت ہے کہ حاسد کی نیکیوں کو حسد اس طرح کھاجاتا ہے جس طرح کہ آگ ایندھن کو کھاجاتی ہے قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے ہیں بہت بڑی فضیلت ہے۔ مسلمؒ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا قرآن کی تلاوت کیا کرو کہ وہ اپنے قرآء کی قیامت میں شفاعت کریگا۔ دعا اور استغفار کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم روایت ہے الدعاء عبادۃ - اور والدین کی اطاعت کرنا اہل وعیال کی خدمت کرنا اور ان کے حقوق پورے ادا کرنا ایمان کے شعبوں میں معدود ہے ارشاد باری ہے وقضٰی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا پروردگار کا یہہ حکم ہے کہ اوس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کیجائے اور والدین کیساتھ احسان کیا جائے۔ دوسری آیت سے یہہ مطلب نکلتا ہے کہ اگر تیرے پاس تیرے والدین اے انسان بوڑھاپے میں زندہ رہیں تو اُنہیں ہرگز اُف تک نہ کہنا اونکے ساتھ بات اچھی کرنا اون پر رحم کرنا اور یہہ دعا کرنا کہ پروردگار اُنھوں نے کمسنی میں میری پرورش جس طرح تکلیف اٹھاکر کئے ہیں اوسی طرح خداوندا تو ان پر رحم فرما۔ حدیث میں آیا ہے کہ والدین ہی انسان کی جنت ہیں یعنی اون کی خدمت واطاعت سے جنت نصیب ہوتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو اوس کے والدین کی زندگی کا زمانہ دنیا میں ملنے کے باوجود بھی وہ جنت میں نہ جائے۔ مطلب یہہ ہے کہ والدین کی زندگی کا

زمانہ اولاد کو ملجائے تو ان کی خدمت واطاعت دخول جنت کا یقینی ذریعہ ہے۔
ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ خدا کی خوشنودی باپ کی رضامندی میں ہے۔
اے انسان غور کرلے کہ تیری ماں بیحد تکلیف سے زمانۂ حمل گذاری ہی بڑی
مشقت سے وضع حمل ہوا عرصہ تک دود پلائی ہے اور کیا کیا مشقتیں برداشت
کی ہیں سبحان اللہ متعدد شواہد موجود ہیں اگر کوئی بندۂ خدا سماع قبول کیلئے
کان رکھتا ہی حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے آنکھ رکھتا ہے قرانی ارشادات
کی تعمیل کے لیئے دل میں جگہ رکھتا ہی تو برالوالدین کیلئے قرآنی آیات بہت
کافی ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔
لوگوں کی بھی خواہی قرابتداروں کے ساتھ اچھا سلوک والیٔ امر کی اطاعت
امانت کی حفاظت اولاد کی تربیت بھی اسلامی شان اور ایمان کے شعبے ہیں
پڑوسیوں کے ساتھ عمدگی سے رہنا اور کسی سے معاملہ کریں تو برائی نہ آنے
دینا مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اسراف نکرنا موجب فضیلت ہے۔
برہنہ ہوکر پانی نہیں نہانا چاہیئے۔ عصر کے بعد سونا مکروہ ہے اور اس کی
عادت کرنے سے جنون ہوجانیکا اندیشہ ہے سچائی نجات کا ذریعہ ہے۔
نسب یا مال سے تفاخر کرنا حرام ہے۔ علم اصل اور بنیاد ہے عمل کی علم کیساتھ
تھوڑا سا عمل بہتر اور افضل ہے جہالت کے ساتھ بہت کچھ عمل کرنے سے
اھ اتمام الدرایہ و تحفہ جلد (۸)۔

مبادی تصوف

خاتمہ
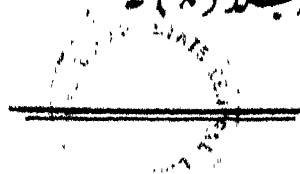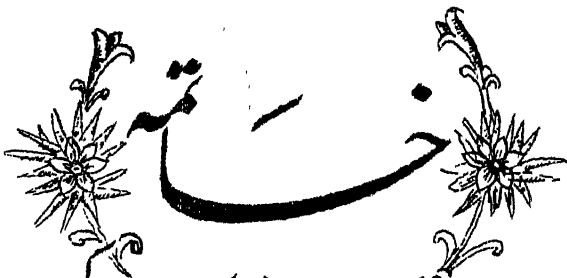
مصفیٔ قلوب تصوفِ صافی کے مبادی بیان میں

سوال ۔ تصوف کی تعریف کیا ہے ؟

جواب ۔ بندہ اپنے دِل کو خداوندِ عالم کیلئے مجرد اور خالی کر دینا اور جملہ موجودات رب العزۃ کے سوائے جتنے ہیں اون سب کو اللہ کی نسبت کرتے حقیر سمجھنا تصوف کہلاتا ہے ۔ بعض اربابِ فن کہتے ہیں کہ تصوف کی تعریف اور اوس کی حد قریباً دو ہزار وجوہ سے کیگئی ہے لیکن سب کا مرجع یہہ ہے کہ خدائے ذوالجلال کیطرف سچی توجہ کی جائے ۔ الحاصل تصوف کے متعلق یہہ بتلایا گیا ہے کہ وہ دل اور اعضاء کے عمل سے متعلق ہے ۔ پس اولِ واجبات خدائے تعالیٰ کی معرفت ہے ۔ کیونکہ معرفتِ ایزدی ہی جملہ دیگر واجبات کی اصل اور مبنیٰ ہے اس لئے کہ بغیر معرفتِ خداوندی کے واجبات کیا بلکہ کوئی مسنون شئی بھی صحیح نہیں ہوسکتی ہے ۔ یہہ امر بھی لائق اظہار ہے کہ اللہ کے بندے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو عالی ہمت اور ایک پست ہمت ۔

سوال ۔ عالی ہمت جو رسوائی اور ذلت کو قبول نہیں کرتا اوس کا کیا حال ہے ؟

جواب ۔ جو شخص بلند و عالی ہمت والا اور پاک نفس ہوتا ہے اوس کے نفس کا خاصّہ ہے کہ سوائے اُخروی بلندی و برتری کے دیگر اشیاء سے

روگردان و ناراض رہتا ہے اور ہر قسم کے بُرے و ناشایستہ حرکات اور اخلاق ذمیمہ سے پرہیز و اجتناب کرتا ہے جیسے تکبر غیض و غضب حسد کینہ بدخلقی بے صبری وغیرہ افعالِ قبیحہ سے متنفر اور بعید رہتا ہے۔ اور شرافت نفس و بلندہمتی کی وجہ سے بہتر و برتر امور کی طرف توجہ و میلانِ خاطر رکھتا ہے۔ اور اخلاقِ حمیدہ و اطوارِ پسندیدہ جیسے تواضع صبر و تحمل صاف دلی زہد و تقویٰ حُسنِ خلق وغیرہ بہترین اوصاف اختیار کرتا ہے۔ الحاصل جو شخص اپنے پروردگار کو اوس کے اُن صفات سے جو کلید معرفت ہیں اور جن سے اوس کی معرفت حاصل ہوتی ہے پہچان لے تو ضرور اوس کو یہہ حقیقی تصور اور یقین ہوجائے گا کہ ذوالجلال والاکرام اپنے بندہ کو گمراہ کرنے سے بہت دُور اور ہدایت دینے سے بہت نزدیک ہے تو پس اوس کے عذاب و عقاب اور انتقام سے ڈرنے لگیگا اور اُس سے ثواب و جزاء کی امید و رجاء رکھے اور اوامر و نواہی کیلئے سرِ تسلیم و جبینِ نیاز خم کرکے مامورات کی بجاآوری اور منہیات سے اجتناب کرے تو پھر دیوانۂ مطلوب اور اپنے مولیٰ کا محبوب ہوکر بی یسمع و بی یبصر الخ تک نوبت پہنچے گی اور مولیٰ کا ایسا ولی ہوجائیگا کہ جو چاہے مل جائے اور جس سے پناہ مانگے اوس سے پناہ ملیگی۔ اللّٰھمّ اجعلنا من عبیدک الصّالحین و فی حبک و محبة حبیبک مغمورین

آمین ط

سوال۔ بیان کیجیے کہ پست ہمت کا کیا حال ہوگا؟

جواب۔ پست ہمت یعنی ذلیل و خوار امور کی طرف میلان و خواہش رکھنے والا بہتر و برتر امور سے تجاوز و اعراض کرنے والے کو پرواہ نہیں کہ خواہ خداوند عالم اوس کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے یا دور کردے صرف اپنے

نفس اور خواہشات کا متبع رہتا ہی جو یقیناً اُس کو مُہلکات کے گڑھے میں ڈال دیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ اجهل الجهلاء بنکر ربقة المارقین کے تحت داخل ہوجاتا ہی پس لے برادرِ ملت جب تمھیں عالی ہمت اور دنئ الہمت کا حال عیاں ہوچکا تو عیاں راچہ بیان تم اپنے نفس کی اصلاح وبہودی اور ربُ العزة کی رضاء جوئی کا فکر کرو اور جہاں تک ہوسکے دربار ایزدی سے قرب حاصل کرکے سعادت ونعیم دارین سے بہرہ یاب ہونے کے لئے سعی بلیغ کرو اور زنہار اپنی خواہش نفسانی کو ڈھیلی نہ چھوڑو کہ مبادا دربار کبریائی سے معتوب اور اوس کے سُخط وعذاب کے مستوجب ہوجاؤگے جس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ شقاوت اور جحیم ابدی کا مُدامی طوق گلے میں پڑجائیگا اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلك اور جب تم کوئی امر کرنا چاہیں تو اوس کو میزان شرعی پر پیش کردیا کرو تو ظاہر ہوجائیگا کہ وہ امر یا تو مامور بہ ہے یا منہی عنہ یا مشکوك فیہ ہے

سوال۔ اگر وہ شئی مامور بہ ہو تو اوس کا کیا حکم ہے ؟

جواب۔ ہاں اگر وہ شئی مامور بہ ہو یعنی ایسی ہے جس کے ادا کرنیکا شریعت میں حکم دیا گیا ہے تو اے عزیز بعجلتِ ممکنہ اوس کی ادائی کا فکر کرو اور یہہ یقین کرلو کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی رأفت ورحمت اور فضل وامتنان سے اوس کو ظاہر فرماکر تمھارے دل میں کھٹکایا ہے اگر تمھیں یہہ خوف ہو کہ اوس کی ادائی کسی ممنوع طریقے سے ہوگی مثلاً عُجب وریا د آجاتی ہے تو تب بھی مضائقہ نہیں اوس کو عجب وریا کا بغیر قصد کرنے کے ادا کردو البتہ اگر عجب وریاء قصداً ہو تو ممنوع ہے اور اوس کے کرنے میں گناہ ہے۔ پس اگر خدانخواستہ ایسی صورت ہوجائے تو غفور الرحیم سے طلب مغفرت فرمالیا کرو۔ اگرچیکہ ہمارا غفلت اور بغیر دلجمعی سے استغفار کرنا استغفارِ ناقص ہی جس کیلئے پھر استغفار کرنیکی ضرورت ہے۔ مگر

بسبب غفلت کے جو ہمارا استغفار ناقص ہے وہ ماموربہ استغفار کے ترک کردینے کا موجب نہیں - حتیٰ کہ ہم یہہ خیال کرلیں کہ ایسے استغفار ناقص سے جس کے لئے پھر استغفار کرنے کی ضرورت پڑے خاموش رہ جانا ہی بہتر ہے نہیں نہیں - بلکہ جہاں تک ہوسکے جیسا بھی ہو استغفار کرتے جائیں تاکہ زبان استغفار کرنے کی عادی ہوجائے پھر تو یقین ہے کہ کبھی دل بھی اوس کو اچھا سمجھکر زبان کی موافقت کرلے اور جب دل وزبان باتفاق طلب مغفرت کریں توکامیابی یقینی ہے ارشاد باری ہے استغفروا ربکم انہ کان غفارا یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہہ استفسار کیا کہ اگر ہم کو کسی شئی میں عجب وریاء کا خوف ہو تو آیا اوس کو باوجود اس خوف کے ادا کریں یا اس خوف کے مارے اوس فعل ہی کو ترک کردیں تو آپ فرماتے ہیں ضرور عمل کرکے استغفار کرلیا کرو - یعنی حسب تفصیل سابق اگر قصداً عجب وریاء ہوجائے تو استغفار کرلیا کریں کیونکہ کسی ماموربہ شئی کو جیسے نماز کہ اوسکو ریاء کے خوف سے ترک کردینا شیطان لعین کے مکاید اور اوس کے مکروفریب میں سے ہے -

سوال - اگر وہ شئی منہی عنہ ہو تو اوس کا کیا حکم ہے ؟

جواب - ہاں اگر وہ شئی منہی عنہ یعنی شرعاً ممنوع ہو تو زنہار کہ اوس کا کبھیں ارتکاب نہ ہوجائے کیونکہ شیطان لعین نے ہی اوس کو مزین اور مسول کرکے پیش کیا ہے اگر اوس کے فعل کی طرف صرف کچھ میلان وخواہش ہی ہوجائے تو غفار الذنوب سے اوس کی مغفرت مانگ لیا کرو یاد رہے کہ نفس کا کسی امر کے کرنے یا نکرنے میں تردد وشک کرنے کا نام " حدیث نفس " ہے - اور کسی شئے کو زبان سے کہنے یا عمل کرنے سے پیشتر صرف

اُوس کا ارادہ کرنے کو ہَم کہتے ہیں ۔ الحاصل حدیثِ نفس اور ہم ہر دو مغفور ہیں۔ مہربانِ من! اگر نفسِ امارہ اُس شئی کے ارتکاب سے غلبۂ محبت وغیرہ کی وجہ سے تھیں سنبھلنے نہ دے تو واجب ہے کہ بقدرِ امکان اوس سے اجتناب کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کردیں کیونکہ بدبخت نفسِ امارہ ہی انسان کا اعظم ترین اور خوف ناک دشمن ہے اس لئے کہ وہی انسان کو ابدی شقاوت وہلاکت کے گڑھے میں ڈالتا ہے ۔ بارے اگر خدانخواستہ اوس کا ارتکاب بھی ہوجائے تو واجب ہے کہ فوراً توبہ کرلیں تاکہ اَصۡدَقُ القَائِلِیۡن اپنے فضل وکرم سے جو قبولِ توبہ کا وعدہ فرمایا ہے وہ پایۂ قبولیت کو پہونچکر گناہیں بخشے جائیں لیکن مخلصِ مَنۡ یہہ بھی یاد رہے کہ قبولِ توبہ صرف زبانی استغفراللہ کہنے سے ہی حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ شرط یہہ ہے کہ اوس فعل کی بیخ کنی آئندہ کے لئے مرتکب سے متحقق ہوجائے ۔ پس اگر اوس کی بیخ کنی استلذاذ یا سستی کی وجہ سے نہو سکے تو خدارا اُس لذتوں کو توڑنے والی دوست احباب اہل وعیال سے جدا کرنے والی قسمت کی پیالی جس کا نام موت ہے اوس کو یک گونہ یاد کرلیا کرو کہ اوس کی یاد کسی ممنوع فعل سے اجتناب کرنے اور اوس کی بیخ کنی کے لئے نہایت مجرب اور بہترین سبب اور قوی تر باعث ہے ۔ اور اگر بالفرض قسمتی بدقسمتی سے خداوندِ عالم کی رحمت ومغفرت سے ناامیدی اور قنوط کرلیا جاکر افعالِ ممنوعہ کو ترک اور ان کو قلع نہ کرسکیں تو یاد رہے کہ خدائے جبار وقہار قادرِ مطلق جو اپنے بندہ کو جو چاہے کرسکتا ہے اوس کا مَقت وانتقام نہایت ہی سخت وشدید اور اوس کا عذاب بیحد الیم ہے جبکہ گناہوں کی نسبت یاس وقنوط کی طرف کردیجائے چنانچہ ارشاد باری ہے ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون وقال انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون یعنی خدا کی رحمت سے تو گمراہ لوگ ہی

ناامید و مایوس ہوتے ہیں ۔ و نیز خدا کی رحمت سے ناامید و مایوس نہیں ہوتے
مگر کفار ۔ مبادا کہیں ایسا ہونے پائے کیونکہ اوس دربار کبریائی سے صدائے لایُسئل
عمّا یفعل وھم یُسئلون گوش زد ہو چکی ہے ۔ اس لئے اے عزیز اوس ارحم الراحمین
کی وسعتِ رحمت کو نہ بھول جس کا اندازہ سوا اوس کریم مطلق کے کوئی نہیں
کر سکتا ہے ارشادِ خداوندی وَرحمتی وسعت کل شیئ سے اگر بہرہ ور ہونا چاہتے ہو تو
اپنے دل پر توبہ اور اُس کے نوبیوں کو پیش نظر رکھا کر و اللّٰھم اھدنا سواء الطریق واجعل التوفیق لنا خیر رفیق

سوال ۔ توبہ کس کو کہتے ہیں ؟

جواب ۔ توبہ کہتے ہیں کسی معصیت پر افسوس کرنے اور نادم ہونے کو
لیکن ندامت اور افسوس محض اس لئے کی جائے کہ وہ گناہ ہے ورنہ مثلاً اگر
کسی نے مے نوشی سے محض اس لئے توبہ کرے کہ وہ بدن کو ضرر دیتی ہے
تو وہ توبہ نہیں ہے ۔ اور توبہ کا تحقق و ثبوت اوسی وقت ہوگا جب کہ اوس
معصیت سے کلیۃً اقلاع اور بارِ دیگر اوس معصیت کا ارتکاب نکرنے کے لئے
عزمِ راسخ کر لیا جائے نیز اگر معصیت ایسی ہے جسمیں حقوق العباد کا تعلق ہے
تو ایسی معصیت میں اور بھی یہہ شرط زائد ہے کہ اوس معصیت سے حتی الامکان تدارک
کر لیکر اوس سے نکلنے کا فکر کرے ۔ مثلاً اگر کسی کو قذف یعنی زنا کی تہمت لگایا ہے
تو توبہ کی شرط یہہ ہے کہ مقذوف یا اوس کے وارث کو استیفاءِ حق کی تمکین اور
اوس کو موقع دے تاکہ وہ یا تو استیفاء حق کر لیں یا اون سے بری ہو جائے ۔
یا مثلاً اگر کسی کا ناحق مال لے لیا ہے تو توبہ کی شرط یہہ ہے کہ اوس کے مال کو
بصورت ممکنہ واپس دے اگر بغیر اس قسم کے تدارک کے توبہ کرے تو کافی نہیں
البتہ اگر تدارک ممکن نہو مثلاً اوس کا مستحق موجود نہو تو ایسی صورت میں استیفاءِ
حق کی شرط ساقط ہو جاتی ہے ۔ اور اگر کسی گناہ سے فارغ ہو جانے کے بعد

توبہ کریں تو اقلاع یعنی اوس گناہ کی بیخ کنی کی شرط بھی ساقط ہو جاتی ہے مثلاً مے نوشی
کے بعد اگر توبہ کیا جائے تو شرط اقلاع ساقط ہوگی ۔ نیز یہہ بھی اللہ کا فضل و کرم
ہے کہ اگر کسی گناہ سے توبہ کرنے کے بعد پھر اوس کا ارتکاب ہو جائے تو توبہ سابقہ
باطل نہیں ہوگا۔ لیکن یہہ واجب ہے کہ اوسی ذمت مبادرت کر کے معاودت
کی نسبت تجدید توبہ کرلیں ۔ ارشاد نبوی ہے التائبُ من الذنب کمَن لا ذنب لهٗ
اور توبہ گناہِ کبیرہ و صغیرہ ہر دو سے صحیح ہوتا ہے خواہ کسی دیگر گناہِ صغیرہ یا کبیرہ پر
اصرار کیوں نہ کیا جائے اور جس طرح بالاتفاق گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے توبہ کرنا
واجب ہے اوسی طرح جمہور کے پاس صغایر کے ارتکاب پر بھی توبہ کرنا واجب ہے ۔
بھائیو جب مالک حقیقی بندوں پر اس قدر مہربان ہے تو عاصی انسان
ضعیف البنیان کو کسقدر حیا اور احتیاط کو کام میں لانا چاہیے واللہ ولیُّ التوفیق
سوال ۔ اگر وہ شئے مشکوک فیہ ہو تو آیا وہ مامور بہ ہوگی یا منہی عنہ ؟
جواب ۔ ہاں اگر کوئی شئی مشکوک فیہ ہو تو اوس سے تورعاً احتراز و اجتناب
کرنا چاہیئے اِس خوف سے کہ شائد وہ حقیقت میں منہی عنہ ہو ۔ کیونکہ ایسے اشیاء
از قبیل مشبوہات ہیں ۔ آن سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کا
فرمانِ نبوی ہے دَعْ مَا یَرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیبُکَ یعنی جو اشیاء تجھکو شک و
شبہ میں ڈالیں انہیں چھوڑ کر صاف سیدھے اشیاء پر عمل پیرا ہوا کر ۔ چنانچہ
شیخ ابو محمد جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی لحاظ سے فرمایا ہے کہ اگر کسی متوضی کو غسلۃ ثالثہ میں شک
ہو جائے کہ اوس نے تیسرے بار اعضاء کو دھویا ہے یا نہیں تو آیا وہ تیسرے
بار اعضاء کو دھوئے تاکہ مامور بہ ادا ہو جائے یا اگر حقیقت میں چوتھا بار ہو تو
چونکہ منہی عنہ ہوگا اس لئے نہ دھوئے تو آپ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو
چاہیے کہ اعضاء کو محض اس لئے نہ دھوئے کہ شائد اگر مرتبہ رابعہ ہو تو منہی عنہ

ہوگا۔ لیکن دیگروں نے کہا ہے کہ اعضاء کو ایسی حالت میں ضرور دھونا چاہیئے کیونکہ تین بار دھونا تو مامور بہ ہے جس کا تحقق اور یقین ہنوز نہیں ہوا ہے۔

پس بھائیو یہی عرض کردہ تین حالات نصف العلم ہیں اور انہیں پر عمل کا دار و مدار ہے چنانچہ نبئ برحق تاجدارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم روحی فداہ کا ارشاد ہے کہ۔

حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر و بیّن ہے لیکن اِن دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں الخ۔ جو قابل احتراز اور لائق اجتناب ہیں۔ اربابِ فن ایک مسئلہ کو جو علمِ کلام سے متعلق ہے اِس مقام پر ذکر کرتے ہیں جس کو علمِ تصوف سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

سوال۔ فرمائیے وہ کونسا مسئلہ ہے؟

جواب۔ وہ مسئلہ یہہ ہے کہ ہر چیز جو دائرۂ وجود میں واقع ہو جس کے منجملہ دِل کے خطرات اور اُن کا فعل و ترک بھی ہے وہ خداوندِ عالم قادرِ مطلق کی ہی قدرت و ارادے سے ہے۔ پس ربُّ العزت بندے کے کسب کا خالق ہے۔ یعنی بندے کے افعالِ اختیاری جن کا بندہ کاسب ہے (خالق نہیں) وہ خداوندِ عالم ہی کی قدرت و ارادے سے ہیں یعنی پروردگار نے بندے کو صرف قدرتِ استطاعت دی ہے جو صرف کسب کی صلاحیت رکھتی ہے (اُس میں اِبداع کی صلاحیت نہیں جو کہ ایجاد کی تاثیر ہے)۔ بخلاف خدائے تعالیٰ کی قدرت کے کہ وہ ابداع کے لئے ہوتی ہے کسب کے لئے نہیں پس خدائے تعالیٰ خالق ہے مُکتَسِبْ نہیں اور بندہ کاسب ہے خالق نہیں۔ اِسی لئے بندہ اپنے مکتسبات کا ثواب و عقاب پائیگا۔ جس کو اللہ تعالیٰ بندے کے قصد کے ساتھ ہی پیدا فرماتا ہے۔ پس یہہ قول کہ۔ بندہ اپنے افعالِ اختیاری کا

مکتسب ہے خالق نہیں ۔معتزلہ اور جبریہ کے اِفراط اور تفریطی اقوال کے لحاظ
سے اوسط اور خیر الامور اوساطہا کا مِصداق ہے کیونکہ معتزلہ کا یہہ قول ہے کہ
بندہ اپنے اختیاری افعال کا خالق ہے اِسی لئے ثواب و عذاب دیا جاتا ہے۔
اور جبریہ کا یہہ قول ہے کہ بندے کے کچھ افعال ہی نہیں صرف بندہ محض ایک
آلہ ہے ۔جیسے قاطع کے ہاتھ میں سکین ہوتی ہے ۔

الحاصل کسب کے قائل ہونا ضروری اور لابد ہے تاکہ تکلیفِ شرعی
اور ثواب وعقاب کی تصحیح ہوسکے ۔کیونکہ اگر کسب ہی نہو تو پھر تکلیف وغیرہ
کس پر ہوگی ۔ اِس لئے کہ جبرِ محض (صِرف) اور تکلیف ہر دو کا اجتماعی اعتقاد
یعنی یہہ کہنا کہ بندہ مجبور بھی اور مکلّف بھی ہے ممتنع ہے ۔پس بندوں کے اختیاری
افعال اون کی طرف شرعاً منسوب اِس لئے کئے جاتے ہیں کہ تا اون پر
حجت قائم کی جائے ظاہر ہے کہ فاعِلِ حقیقی صرف خداوندِ عالم ہی ہے ۔یہ
بھی بیِّن ہے کہ محلِّ اختلاف اہلِ حق و دیگر مذاہب میں صرف افعالِ اختیاریہ
کی نسبت ہی ہے ۔کیونکہ اضطراری یعنی غیر اختیاری افعال کا تو باتفاقِ فریقین
خدا ہی خالق ہے ۔ بلکہ اہلِ حق کے پاس بندہ اضطراری افعال کا کاسب
بھی نہیں ۔چنانچہ ہر ذی عقل یہہ کہدیگا کہ اگر کسی شخص کا ضعف و پیری کیوجہ سے
مثلاً ہاتھ ہلتا ہو تو اوس حرکت میں ایسے شخص کا کیا کسب ہے ہاتھ خود بخود
اوس کے بلا اختیار حرکت کرتا ہے ۔ یہہ امر بھی معلوم رکھنے کے قابل ہے کہ
افعال العباد مخلوقۃ للہ تعالیٰ (یعنی بندوں کے افعال کا خالق خدائے
تعالیٰ ہی ہے) اِس قول سے اربابِ فن کی مراد یہ ہے کہ بندوں کے مفعولات
(جو حاصل بالمصدر ہیں) اون کا خالق خدا ہے علامہ بنانی فرماتے ہیں کہ اِس
تفسیر سے مراد وہ تمام حرکات و سکنات ہیں جن کا مشاہدہ کیا جاتا ہے انتہیٰ۔

کیونکہ علامہ بنانی کے آئندہ آنیوالے قول سے یہہ پتا چلتا ہے کہ حرکات وسکنات
مشاہدہ اون کے پاس وجودی امور میں سے ہیں لہذا مخلوق سمجھے جائینگے۔
افعال العباد مخلوقۃ للہ تعالے سے مقصود نفس فعل (معنے مصدری
کے لحاظ سے) مراد نہیں ہے معنی مصدری یعنی ایجاد وایقاع جس کو حادث
کے لحاظ سے مقارنت کہتے ہیں کیونکہ وہ امورِ اعتباریہ میں سے ہے اور ظاہر
ہے کہ اعتباری امور سے خلق وتخلیق کا تعلق نہیں ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوگیا
کہ معدوم شئی کو معرضِ وجود میں ظاہر کرنیکا نام کسب نہیں۔ بلکہ کسب تو بندے
کی قدرت اور اُس کے مقدور کے درمیان ایک نسبت ہے جس کو وہ بداہتاً
معلوم کرلیتا ہے مقدور سے مراد وہ شئی ہے جس پر قدرت کا وقوع ہو۔ کیونکہ
ہر شخص مرتعش یعنی جس کے اعضاء خود بخود ہلتے ہوں) اور مختار ہر دو کی حرکت
میں ضرور تمیز کرلیگا کہ مرتعش کی حرکت محض اللہ کے فعل سے ہے بندے کا
اوس میں کوئی کسب نہیں اور اختیاری حرکت بندے کی طرف منسوب ہے
جس کی تخصیص کسب کہکر لیگئی ہے۔ اِس لطیف بحث کو غور سے دیکھو۔
سوال۔ کسب کی حقیقت میں کچھ اور شافی ووافی توضیح فرمائیے؟
جواب۔ ہاں حقیقت میں قدرت حادثہ اور مقدور کے درمیانی ربط
وتعلق کا نام کسب ہے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ کسب ایک امر اعتباری ہے
اسی لئے مخلوق نہیں۔ لیکن یہہ بھی قول ہے کہ کسب سے مراد وہ ارادہ ہے
جو بوقتِ کسب حادث ہوتا ہے اِس قول کے لحاظ سے کسب مخلوق ہوگا۔
علامہ بنانیؒ فرماتے ہیں توضیحِ مقام وتفصیل مرام یہہ ہے کہ انسان اگر کوئی
فعل کرے مثلاً ہاتھ ہلائے تو اوس وقت چار امور ہوتے ہیں جن میں سے
دو کو تو خدائے تعالیٰ آنِ واحد میں یکساتھ پیدا کرتا ہے۔ ایک تو حرکت ہے

یعنی ہاتھ ہلتے وقت جو ہئیت مشاہد ہوتی ہے - دوسرے وہ قدرت و استطاعت جو بندے کے حرکت کرنے کے لئے حادث ہوتی ہے - بہر حال یہہ دونوں امور تو وجودی ہیں اور بقیہ دو امور اعتباری ہیں جن سے خلق و تخلیق متعلق نہیں - کیونکہ اون کا وجود ہی نہیں ہے ہر دو امور اعتباریہ میں سے ایک تو قدرتِ قدیمہ کا اوس حرکت سے متعلق ہونا ہے یعنی اوس حرکت کا ایجاد کرنا دوسرا بندے میں خدائے تعالیٰ جو قدرت پیدا فرمایا ہے وہ اُس حرکت کے بالکل مقارن اور ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور اسی مقارنت کو معنے امصدری اور کسب کہتے ہیں - پس حرکت خدائے تعالیٰ کی مخلوق (پیدا کی ہوی) اور بندے کی مکسوب (کسب کی ہوی) ہے انتہیٰ کلامہ میرے خیال میں بنانیؒ نے حرکت کی جو مثال دی ہے وہ مقابل صحیح قول پر عمل کرتے ہوئے دی ہے - کیونکہ صفتِ بصر کے بیان میں یہہ ذکر ہوچکا ہے کہ حرکت قولِ صحیح کی بناء کرتے امور اعتباریہ میں سے ہے - و نیز اُن کے اِس قول سے کہ - ہر دو امورِ اعتباریہ مذکور وجودی نہیں ہیں - اُس سے یہہ بھی پتا چلتا ہے کہ حضرت ثبوتِ احوال کے قائل نہیں ہیں - کیونکہ ثبوتِ احوال کے قائلین کے پاس امورِ اعتباریہ حادثہ بھی چونکہ متعلقاتِ قدرت سے ہیں اس لئے مخلوق ہیں جس طرح سے کہ امورِ وجودیہ حادثہ ثبوتِ احوال کے قائلین اور نافین کے پاس بالاتفاق مخلوق ہیں - پس یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ قدرتِ حادثہ ایک عرض اور مخلوق شئی ہے جو مقدور کے صادر ہوتے وقت مقارن رہتی ہے اور یہہ مسلم ہے کہ ایک ہی عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا پس ثابت ہوگیا کہ قدرتِ حادثہ بھی صرف ایک ہی مقدور سے متعلق ہوگی کیونکہ اوس کا وجود مقدور کے صدور سے

پہلے یا اوس کے بعد نہیں پایا جاتا ہے بلکہ صرف اوس کے ساتھ ہی ہوتا ہے
الحاصل جو شخص خاص طور سے اپنے وجدان پر ہی غور کرلے تو اوس کو معلوم
ہوجائیگا کہ اگر کوئی شخص مثلاً دو باتوں کے فعل کا ارادہ کرے تو اون میں سے
ایک شئی کے فعل کے وقت جو وجدان ہوگا وہ دوسری شئی کے فعل کے وقت
غیر ہوگا۔ غور ہوا چاہتا ہے۔

سوال۔ اگر یہہ کہا جائے کہ بندے کے فعل کا خالق خدا ہے تو پھر کیا
بندہ مجبور ہے ؟

جواب۔ اہل حق کا مذہب یہہ ہے کہ بندے کی اوس کے اپنے افعال
میں کسی قسم کی تاثیر نہیں ہے صرف اختیاری افعال میں بندہ کسب ظاہری
کرتا ہے پس یہی کسب ظاہری پر تکلیف کا (مکلف ہونیکا) دارو مدار ہے
اور یہی جزاء وسزاء کا سبب ہے۔ پیشتر تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ کسب کے
معنے کیا ہیں۔ بہرحال افشاء سر واظہار راز یہہ ہے کہ بندہ باطن میں مجبور
اور ظاہر میں مختار ہے یعنی معنًا مجبور اور صورۃً مختار ہے۔ اس نفیس گلدستۂ
مبحث کو نظر عمیق اور فہم دقیق سے غور کیجئے۔

سوال۔ اگر یہہ اعتراض ہو کہ جب بندہ باطن میں مجبور رہا تو پھر ظاہرا
مختار ہونے سے حاصل ؟ کیونکہ جب پروردگار نے یہہ جان لیا ہے کہ فلاں
فعل ضرور ہوگا اور بندے میں اوس فعل کی قدرت بھی خود ہی پیدا فرمایا ہے
تو پھر کس طرح ایک ایسے فعل پر جس کو خود پیدا فرمایا ہے بندہ کو عذاب
دے گا ؟

جواب۔ جواب اس اعتراض کا یہہ ہوگا کہ خدائے تعالیٰ مالک مطلق
ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اوس کی نسبت اوس سے پوچھا نہیں جائیگا اور بندے

اپنے کرداروں پر پوچھے جائینگے ارشاد باری ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ - اسی لئے سیدی ابراہیم الدسوقیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مخلوقِ خدا کو نظرِ حقیقت سے دیکھے تو اُنھیں معذور سمجھیگا اور نظرِ شریعت سے دیکھے تو اون کے بُرے افعال پر اون کو بُرا سمجھیگا - پس بندہ حقیقت میں مجبور بصورت مختار ہے - صوفیہ کرامؒ بھی بسا اوقات جبر کی طرف اشارات فرماتے ہیں لیکن اِن بزرگ حضرات کے شایانِ شان نہیں بلکہ بعید از آں ہے کہ جبر سے مراد جبرِ ظاہری ہو کیونکہ ظاہرا جبر کے قائل ہونا فرقۂ جبریہ کا مذہب ہے حاشاہم بلکہ اِن حضرات کی مراد جبرِ باطنی ہے فتامل انسان کی دوڑ دائرۂ امر تک ہے اور بندے کی شان اپنے مالک کے احکام کی بجا آوری اور منہیات سے اجتناب کرنا ہے اور انہیں امور کا بندہ مکلف ہے نہ بندہ کو ارادۂ باری کا علم ہے اور نہ مشیتِ ایزدی پر مطلع کیونکہ مشیت اور ارادہ وقوعِ فعل کے بعد بندے کو معلوم ہوتے ہیں مثلاً اگر کسی نے نماز کو اس لئے ادا کیا کہ اوس کی ادائی کا حکم ہے تو وہ مکلّف بہٖ کو ادا بھی کیا اور ارادۂ باری پر بھی شرع کے موافق مطلع ہوا اور اگر کسی نے نماز نہیں ادا کیا اور یہہ کہا کہ اللہ کا ارادہ نہیں ہوا ہے تو چونکہ وہ خلافِ امر اور ترکِ واجب کیا ہے اس لئے مستوجب سزا ہوگا دیکھ لیا جائے کہ مجرم بنکر ارادۂ باری پر مطلع ہونا بہتر ہے یا غیر مجرم بنکر وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق ؕ

سوال - یہہ تو فرمائے کہ مکلّف بہٖ معنئ مصدری ہیں یا حاصل بالمصدر معنیٰ؟

جواب - قولِ معتمد یہہ ہے کہ مکلّف بہٖ حاصل بالمصدر معنیٰ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ معنئ مصدری مکلّف بہٖ ہیں پس مثلاً نماز کا ایقاع معنئ مصدری

کہلاتا ہے جو ایک اعتباری فرضی شئی ہے اور جو ہیئت ارکان وغیرہ کے انضمام سے حاصل ہوتی ہے اوس کو حاصل بالمصدر معنے کہتے ہیں اور اسی کو شئی موجود وغیرہ کہا جاتا ہے بہر حال مصلی نظر آتا ہے صلاۃ نہیں نظر آتی۔ لیکن بعضوں نے ان ہر دو اقوال کو اس طرح سے جمع کیا ہے کہ حاصل بالمصدر معنے قصداً مکلف ہیں اور معنے مصدری وسیلۃً یعنی بالواسطہ مکلف بہ ہیں کیونکہ حاصل بالمصدر معنے موقوف ہیں معنے مصدری پر جیسے نماز کا وجود و ظہور موقوف ہے نمازی پر چنانچہ ارباب فن للوسائل حکم المقاصد کہہ چکے ہیں یعنی احکام شرعیہ مثلاً وجوب حرمت وغیرہ میں مقاصد کا حکم جس طرح ہے اوسی طرح وسائل کا بھی حکم ہے فتفکر۔

سوال۔ بیان کیجئے کہ توکل افضل ہے یا کسب واکتساب؟

جواب۔ جاننا چاہیے کہ علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا توکل افضل ہے یا کسب واکتساب چنانچہ اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ توکل افضل و بہتر ہے کیونکہ توکل آں سرور کائنات علیہ ازکی الصلوات والتحیات کی حالت تھی اور اصحاب صفہ بھی متوکل ہی تھے علاوہ بریں توکل بہت ہی مجاہدات و تکالیف برداشت کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور یہ مسلم ہے کہ مزدوری جتنی کریں اتنی ہی اجرت ملتی ہے پس توکل کی حقیقت یہ ہے کہ کسب واکتساب سے منہ موڑ کر اسباب و ذرائع سے اعراض وروگردانی کرکے اوس خدائے رزاق پر کلی اعتماد اور کامل بھروسہ کرکے اوس کے ارشاد فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا پر عمل کرلیں تو فرما چکا ہے خدائے تعالیٰ وَاَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا۔ سیدھے راستے پر اگر بندگان خدا استقامت حاصل کرلیں تو

بلا ردّ وکدّ بغیر محنت و مشقت کے زُلالِ مقطر سے مدام سیرابی نصیب ہوگی وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اور بعض کہتے ہیں کہ اکتساب توکل سے افضل ہے کیونکہ ارشاد باری ہے وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ۵ نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ اَطْیَبَ مِمَّا کَسَبَتْ یَدُہٗ ۵ یعنی اپنی محنت کی روزی کھانا سب میں بہتر ہے۔ علاوہ ازیں کسب و اکتساب ہی اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و دیگر بزرگانِ دین کا فعل ہے۔ لیکن پسندیدہ اور مختار قول یہہ ہے کہ توکل و اکتساب کی افضلیت ہر شخص کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہوکر معتبر ہوگی مثلاً اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اپنے توکل میں عُسرت و تنگئی رزق کے وقت مُتَسَخِّط و پریشان حال نہیں ہوتا ہے اور نہ اُس کا نفس کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو گوارا کرتا ہے تو ایسے شخص کے حق میں توکل کرنا ہی بہتر وَ اَرْجَحْ ہے کیونکہ اس میں صبر اور مجاہدۂ نفس بہت درکار ہے اور جس شخص کی حالت ایسی نہو بلکہ برائے نام توکل کرکے بھیک مانگتے ہوئے توکل کو بدنام کریگا تو ایسے شخص کے حق میں اکتساب افضل و ارجح ہے۔

سوال۔ یہہ تو فرمائیے کہ اِس بیان سے کیا معلوم ہوا؟

جواب۔ بیانِ سابق سے یہہ معلوم ہوا کہ توکل آنحضرت صلعم کی حالت تھی اور اکتساب آپ کی سنت۔ پس جس شخص سے سردارِ دوعالم کی حالت کی اتباع نہو سکے تو اوس پر لازم ہے کہ آپ کی سنتِ سَنِیّہ و طریقۂ مرضیہ کی پیروی اور تقلید کرے اسی سلئے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ بندے کو اگر پروردگارِ عالم دائرۂ اسباب میں قائم رکھنے کے باوجود بندہ تجرید و توکل کی خواہش کرے تو اس طرح کی خواہش شہوتِ خَفِیَّہ ہے اور اگر پروردگار عالم بندے کو تجرید میں قائم رکھنے کے باوجود بندہ اسباب کی خواہش و طلب

کرے تو یہہ درحقیقت درجۂ عُلیاَ سے پستی میں گرکر انحطاط حاصل کرنا ہے پس بہتر یہہ ہے کہ خدائے تعالیٰ جس بندے میں دواعیٔ اسباب ودیعت فرمائے تو اوس کو اُسی نہج پر چلنا چاہیے نہ کہ تجرید پر اور جس بندے میں دواعیٔ تجرید ودیعت ہوں تو اوس کو بھی اوسی طریقے پر رہنا چاہیے نہ کہ اسباب پر بہرحال حق اور اَصْلَحْ یہہ ہے کہ مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ پر راضی اور پروردگار جس حالت پر ہمیں قائم کیا ہے اوسی سے خوش رہیں تاکہ خدا ہی اوس سے منتقل کرنیکا والی و مولیٰ بنے لَهُ الْاَمْرُ وَلَهُ الْحُكْمُ اور قطعاً اپنے نفس کی تدبیر چھوڑدو حضرت اور کہدو اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ کیونکہ وہی مدبر حقیقی لطیف وخبیر نے ہی تدبیر کو اپنے دستِ قدرت میں رکھا ہے یاد رہے کہ ترک تدبیر ہی صوفیۂ کرام کے طریقۂ مرضیہ کی اصل وبنیاد ہے صدیق اکبر عتیق اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرضِ موت میں استدعا کی گئی کہ آیا علاج کے لیے طبیب کو بلائیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو طبیب نے دیکھ چکا سوال ہوا کیا کہا جواب ملا اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ کہہ چکا یعنی اپنی چاہت کئے دیتا ہوں سبحان اللہ = حضرت خلیل علیہ الصلواۃ والتسلیم سے جس وقت نذرِ آتشِ سوزان کئے جا رہے تھے جبریل علیہ السلام نے کہا کچھ حاجت خدمت؟ آپ نے فرمایا تم سے مجھ کو کوئی حاجت نہیں (اَمَّا اِلَیْكَ فَلَا) جبریلؑ نے کہا جلد اپنی حاجت خدا سے مانگو آپ نے فرمایا عِلْمُ رَبِّیْ بِحَالِیْ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ پروردگار کا علم سوال سے مستغنی کردیا اکابرِ صحابہ نے زہرِ قاتل بلاخوف وخطر نوش فرمایا ہے الحاصل اِس وادیٔ توکل میں اسباب وذرائع اور تدبیرِ انسانی کا گذر نہیں ہے ۔

سوال ۔ انسان کے ساتھ شیطانِ لعین جو مکروفریب اور مکاید سے پیش

آتا ہے اُن میں سے کچھ تو بیان کیجئے ؟

جواب ۔ انسان ضعیف البیان کیا تھ شیطان لعین کبھی قسم قسم کے مکروفریب اور مکاید یا تو اسباب کی صورت میں لے آکر خدائے تعالیٰ کی جانب کو پس پشت ڈلوا دیتا ہے یا سستی و کسل کو توکل کی صورت میں لاکر ڈالدیتا ہے مثلاً لعنۃ اللہ علیہ سالکِ تجرید متوکل کو یہ کہتا ہے کہ کب تک تو غلطان و پیچاں رہکر ترکِ اسباب کریگا کیا تجھے معلوم نہیں کہ ترکِ اسباب سے لوگوں کی مال و جائداد پر دلوں میں طمع اور خواہش پیدا ہوتی ہے ۔ پس تو بھی اس خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور کسب و اکتساب کیا کرتا کہ اِس بُرے کھٹکے سے بچے اور اِس ورطے سے نجات ملے ۔ اور یہہ ایسے سالک سے کہتا ہے جس کے لئے توکل بہتر و افضل ہو اور اوس کے اوقات بھی یادِ الٰہی میں بہت اچھے گذر رہے ہوں اور وہ انوارِ الٰہی سے منور و مستفیض بھی ہونے لگ گیا ہو اور قطعِ تعلق عزلت پسندی اور خلوت میں جلوت سے اوس کو راحت اور آرام جان میسر ہو رہا ہو۔ اسی طرح اوس کی پیٹ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ کسب و اکتساب کیلئے عود کر جاتا ہے حتیٰ کہ اوس کو اسباب کی ظلمت ذرائع کی تاریکی گھیر لیتی ہے۔ اور سالکِ اسباب یعنی کسب و اکتساب جس شخص کے لئے بہتر ہو اوس کے پاس آکر یہہ کہتا ہے کہ اگر تو اسباب کو چھوڑ کر سالکِ تجرید بنتا اور خداوندِ عالم پر توکل کرتا تو تیرا دل آئینہ مصفیٰ بن جاتا اور تیرے لئے نور کا اشراق ہوتا اور بقدرِ کفایت قوت خدا کے پاس سے یقیناً حاصل ہوتی ۔ اِس سالکِ اسباب کو ایسی حالت میں کہتا ہے جبکہ اوس کا مقصود تجرید نہو اور نہ اُس میں تجرید کی طاقت یا مجاہدۂ نفس و توکل کی برداشت ہوتی ہے بلکہ اوس کی صلاح و فلاح اسباب و ذرائع میں ہی ہوتی ہے پس اوس عدو لعین کے فریب دینے سے

یہہ بیچارہ اسباب کو ترک کردیتا ہے جس کی وجہ سے اوس کا ایمان متزلزل
اور ایقان بھی جاتا رہتا ہے رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَعُوذُ
بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ خداوندا ہم کو شیطان کے دھوکوں سے بچا۔

سوال۔ اس قسم کے مکروفریب سے عدوِّ لعین کا ارادہ کیا ہے؟

جواب۔ اس کمبخت کا ارادہ بندگانِ خدا کو پروردگار کی رضاجوئی اور
مالک حقیقی کی خوشنودی سے منع کرنا اور شقاوت میں اپنے ساتھ تعداد بڑھا کر
لے مرنا ہے۔ اور اُن کے لئے باری تعالیٰ جو حالت اختیار فرمایا ہے اوس سے
نکال کر اُن کے حسبِ خواہش حالت میں ڈالنا ہے۔ ہوشیار رہو کہ یہ عدوِّ لعین
نے ابو البشر آدم علیہ الصلواۃ والسلام کو جس وقت دھوکا دیا تو دربارِ کبریائی سے
معتوب ہوا اور حکم باری اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا کا دائمی طوق ابدی شقاوت
کیساتھ اوس کے گلے کا ہار بنا تو کمبخت نے اوّلاً تا قیامت حیات کی استدعا کیا
منظور ہوتے ہی کہہ پڑا لَاُضِلَّنَّهُمْ الخ ضرور انسان کو گمراہ کرونگا تو فرمانِ باری
ہوا تجھ سے اور تیرے متبعین سے جہنم بھر دیجائیگی نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
الحاصل جس حالت میں ہمیں خدائے پاک داخل کرے اوسی میں ہماری مدد
و اعانت کا والی و مولیٰ وہی رہتا ہے۔ اور جس حالت میں بندہ اپنے نفس کو
داخل کرلے اوس کو اوسی پر سونپ دیتا ہے اس لئے یہ سبق ہمی وردِ جان
رہے قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ۝

اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ ۝

بہرحال موفّق بندہ اِن دونوں امور سے جن کو شیطان اچھی صورت میں گھڑ کر لے
آتا ہے اور مزیّن کرکے دکھاتا ہے اون سے متعلق بحث وتحقیق اور غور وفکر کرلینا

ہے تاکہ اُن سے بچے اور باوجود اِس کے یہہ بھی جان لیتا ہے کہ بمصداق ۔ مرضیٔ مولیٰ
از ہمہ اولیٰ ۔ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے ۔ اور ہم کو ہمارا اِس قسم کا علم اور
شیطان کے مکروفریب پر مطلع ہونا بھی کچھ فائدہ نہیں دیسکتا ہے جب تک کہ
خدا اوس سے ہمارا بھلا نہ چاہئے پس ہمارے دلوں میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ
العَلِیِّ العَظِیْمِ کا ورد کالنقش فی الحجر رہے کہ اللہ کا فضل جب تک شامل حال نہ ہو
بندہ کچھ نہیں کرسکتا ہے اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضیٰ ؎

الحمد للہ

کہ اب ہمارے اس منزل مقصود تک پہونچکر مسافر قلم نے آرام لیا پس اے
برادران ملت اور اس رسالۂ نافعہ پر واقف ہونے والو یہ یقین کر لو کہ اس رسالے میں
میں نے ارباب فن کے معتبر اور مستند کتب مسائل کو محض جمع ہی کیا ہے اور اگر کچھ اضافہ
بھی کیا ہوں تو صرف ایسی عبارت زائد کیا ہوں جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہیں
پس خدائے رب العزت ہی سے مانگتا اور اوسی کریم مطلق سے چاہتا ہوں کہ
میری اس جمع و ترتیب کو سعی مشکور اور عمل مبرور گردانے ۔ اور اے رجال فن تمھیں
جو کچھ صحیح و درست اقوال اسمیں نظر آئیں تو یہ جان لو کہ وہ وہی معتبر کتب سے اخذ کئے ہوئے ہیں
اور جو کچھ خطا اور اغلاط دکھائی دیں تو یہ سمجھ لو کہ وہ مجھ بے بضاعت کی ہی تخلیط یا کج فہمی سے ہوئے
ہیں ۔ الحاصل جو اہل علم اس کتاب کو دیکھیں تو اون سے امید ہے کہ جن غلطیوں کی تاویل
ممکن ہو اون پر ستر کے پردے ڈالدیں اور جن کی تبدیل ہی ضروری اور لازمی ہو
اون کو حقیقی اور سچی درستگی سے بدلدیویں ۔ اور مجھے معذور رکھیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ
میری بے بضاعتی اور کم مایگی کی وجہ سے مجھ کو کچھ اور ہی سمجھ میں آیا ہو ۔ علاوہ بریں میری
معذوری میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ زمانے کے حوادثات نے مجھ کو بیحد اسیر رنج و محن
بنالیا ہے اور حنظل سے بھی زیادہ جام تلخ جبراً و قہراً ہر وقت و ہر گھڑی رنج و غم کے نوش
کرائے جا رہے ہیں بشکر خالق کہ در الثمین کی مبیضہ نویسی روز دوشنبہ بوقت عصر
بست و یکم (۲۱) ربیع المنور الثانی ۱۳۲۳ھ تیرہ سو تئیس ہجری میں اختتام پائی ۔ بمقام باغ
جمعیت نظام محبوب متصل چندرائن گٹہ از مضافات حیدرآباد دکن ۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین
والحمد للہ رب العالمین ؕ

(مؤلف)

حضرت مؤلف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الوصیۃ" میں احقر کو جو ہدایات فرمائے ہیں اُن میں سے چند نصائح بغرضِ فائدہ درج کئے جاتے ہیں انشاء اللہ دیگر کتابوں کی اشاعت کیساتھ کتاب الوصیۃ بھی طبع ہو جائیگی یہ نصائح قرآن وحدیث اور علماء کے اقوال سے مستنبط و ماخوذ ہیں۔

یا بنی لا بد لابیك من الرحیل ؛ و تعلقه الدنیوی عنك لامحالة یزیل ؛ فاسمع ما اقول واصغ الی ما علیك یتلی ؛ التقدم بالاجتهاد ؛ ولکل مجتهد نصیب ؛ ان تصبر تنل ؛ حیث تتوجه تصادف رزقك ؛ من یحترمه الرئیس یحترمه المرؤس الفضایل سائك ؛ النشیط فرحان ؛ والمتکاسل حزین طلب العلم دلالة علی العقل ؛ لا تضیع الاوقات رغبة فی الراحه ؛ و لا تقصر فی اقتناء الشرف اتکالا علی شرف ابیك ؛ من اجتهد صغیرا ساد کبیرا ینقص کل شیئ بالانفاق الا العلم انفق فی الرخاء ینفق علیك فی الشدة لا ینفع الباطل اصلا ؛ ولا یضیع المعروف ابدا ؛ تجنب من المغتابین واحذر من النمامین ؛ واذا نبت بك	اے پیارے بیٹے لامحالہ تمھارے باپ کو دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ اور ضرور اوس کا دنیوی تعلق تم سے زائل ہونیوالا ہے پس تم کو جو کچھ کہتا ہوں اوس کو کان لگا کر سنو اور دل سی توجہ کرو اور ضرور اُس پر عمل کرو۔ کوشش کروگے تو آگے بڑھوگے کوشش کرنے والے کی محنت رائیگاں نہیں جاتی اگر صبر کروگے تو پاؤگے۔ جہاں جاؤ اپنی روزی پاؤگے۔ رئیس جس کی عزت کرے رعایا ضرور اوس کی عزت کریگی عمدہ خصائل بزرگی لیکر رہیں گے چست آدمی خوش رہتا ہے۔ اور سست آدمی غمگین۔ علم حاصل کرنا عقلمندی کی دلیل ہے آرام کی خاطر اوقات ضائع نکرو۔ اور اپنے بڑوں کی بزرگی پر اترا کر خود عزت حاصل کرنے میں کوتاہی نکرو۔ کمسنی میں جو کوشش

بلدة فارحل فانّ ارض الله واسعة ؛
التاريخ مرآة الزمان ؛ وعد الحر دين عليه
آفة المروة خلف الوعد ؛ احذر من النفاق
اذا كنت محسودا فانت من اهل الفضل
الاخوان زينة في الرخاء ؛ وعُدّة
في البلاء ومعونة على الاعداء ؛ اذا
كنت في نعمة فارعها ؛ فان المعاصي
تزيل النعم ؛ اصبر على بلاء الله
وارض بقضاء الله ؛ الفرصة
تمر مر السحاب ؛ عليك بالصدق و
الامانه ؛ الانسان بقلبه ولسانه
الصابر ظافر ؛ ازرع المعروف
تحصد الشكر ؛ احذر دعاء المظلوم
العقل ينمو وينمو العلم والتجربه
فصاحة اللسان تعلى قدر الانسان
استشر حتى لا تندم اسع في الخير
وأمر بالمعروف وانه عن المنكر
لا تيئس من رحمة الله ؛ لا تثق بالصديق
قبل الخبرة ؛ ولا تتعرض للعدو
قبل القدرة ؛ الجاهل يعتمد
على نسبه والعاقل يعوّل على ادبه

کرلے بڑا ہو کر عزت پائیگا۔ خرچ کرنے سے
ہر چیز کم ہو جاتی ہے مگر علم کم نہیں ہوتا۔
خوشحالی کے زمانے میں اگر خرچ کروگے
تو خدا تنگ حالی میں دیگا۔ باطل کو کبھی
عزت نصیب نہیں ہوتی۔ احسان کبھی
ضائع نہیں جاتا۔ غیبت کرنیوالوں سے
بچو اور چغل خوروں سے احتراز کرو۔ جب کوئی
شہر تمھیں ناپسند ہو تو نکل جاؤ ملکِ خدا
تنگ نیست۔
تاریخ زمانے کے واقعات کی آئینہ ہے۔
وعدہ کو قرضہ سمجھو۔ وعدہ خلافی مروت
کی آفت ہے۔ نفاق سے بچو لوگ تم کو
جب حسد کرنے لگیں سمجھ لینا کہ تم اہلِ
کمال سے ہو۔ دوستاں خوشحالی میں
زینت ہیں۔ اور مصیبت کے وقت
ہتیار ہیں۔ اور دشمنوں پر مدد دینے
والے ہیں۔ جب تم کو نعمت نصیب
ہو تو ضرور اس کا لحاظ رکھنا کیونکہ گناہوں
سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں۔ خدا کی
آزمائش پر صبر اور قضا و قدر سے راضی
رہو۔ فرصت ابر کے مانند چلی جاتی ہے۔

العالم تبقى آثاره وتحيا بعده اخباره
الثبات يدني المطالب ؛ عليك بطاعة الله
ورسوله واولى الامر ؛ اخلص الاخاء
واشكرنّ الله على السرّاء ؛ واصبرن
على الضرّاء ؛ العاقل ياكل ليعيش
والجاهل يعيش لياكل ؛
صاف النبيه ودار السفيه ؛
انما المؤمنون اخوة ؛ وما تقدموا
لنفسك من خير تجده عند الله
ولا تزر وازرة وزر اخرى ؛
الكبر والاعجاب يسلبان الفضائل
ويكسبان الرذايل ؛ لا تكن
رطبًا فتعصر ولا يابسًا فتكسر ؛
وانما خير الامور الوسط ؛ التقوى
شعار الابرار ؛ الاحسان ليستعبد
الانسان ؛ الاقدار نافذة والاحكام
جارية ؛ وفي الحركة البركة ؛
البركة في البكور ؛ جحود الذنب
ذنب اخر ؛ والصلح خير ؛
احترم اباك واحب اخاك
اتخذ الكتاب سميرا ؛

سچائی اور امانت کو نہ چھوڑو۔ انسان
صرف دل اور زبان سے ہے۔ صبر کرنیوالا
ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ نیکی کرو تو
بدلہ ملیگا۔ مظلوم کی آہ سے بچو۔ علم اور
تجربہ سے عقل زائد ہوتی ہے۔ فصاحت
سے قدر بڑھتی ہے۔ اگر مشورہ لیا کرو
تو کبھی نادم نہ ہوگے۔ نیکی کرو۔ بھلا
کہو۔ برائی سے روکو خدا کی رحمت سے
مایوس نہ ہونا ۔
آزمائش سے پہلے دوست پر بھروسہ نکرو۔
اور جب تک نہ ہو سکے دشمن کا تعرض نکرو۔
جاہل اپنے نسب پر بھروسہ کرتا ہے اور
عاقل اپنی لیاقت پر۔ عالم کے آثار
باقی اور اس کے اخبار زندہ رہتے ہیں۔
ثابت قدمی سے مطالب حاصل ہوجاتے
ہیں۔ خدا اور رسول کی اطاعت والی
امر کی فرمانبرداری کرو۔ دوستی محض اللہ
کے لئے کرنا۔ خوشحالی میں خدا کا شکر کرو۔
اور مصیبت پر صبر۔ عقلمند صرف زندہ رہنے
کیلئے کھاتا ہے۔ اور جاہل کھانے کیلئے
زندہ رہتا ہے۔ سمجھ داروں کے ساتھ

ولا تحسب نیل العلیٰ سھلا
الحلم یلبس الوقار ٭ لیکن قولک
سدیدا وفعلک حمیدا ٭
الجار قبل الدار ٭ والرفیق
قبل الطریق ٭ لا تبغ الا الحق
ولا تخش الا اللہ ٭
ولا یسئل الانسان الا عن عملہ
مثل عزیزا او مت کریما
اترک الکبرۃ ودع الغرور و
تبصر فی العواقب ٭ وتوکل
علی ربک ٭ لا رفیق احسن من الکتاب
ولا سیف اقطع من الحق ٭
ولا عون الیق من الصدق ٭ ولا
نعمۃ اعظم من الصحۃ ٭ الحفظ فی الصغر
مثل النقش علی الحجر ٭ التقویٰ
خیر لباس ٭ والعقل اقوی اساس
والعلم بشرفک علی الناس ٭
وقر الکبیر وارحم الصغیر ٭
الدین النصیحہ ٭ یا بنیّ لا تغتر
بربک المنان ٭ اشکر علی النعمہ
واصبر علی الشدۃ ٭

صاف رہنا۔ اور بیوقوفوں کے ساتھ مدارات
کرنا۔ یقین رکھو کہ مسلمان سب آپس میں
بھائی ہیں۔ جیسا کروگے ویسا بھروگے۔
یاد رکھنا تمہارے گناہوں کو دوسرا
کوئی نہیں اُٹھائیگا۔ تکبر اور اترانے سے
سے خوبیاں جاتی اور برائیاں آتی ہیں۔
اتنے نرم نہ بنو کہ نچوڑ دئے جاؤ۔ اور
نہ اس قدر سخت کہ توڑ دئے جاؤ۔
میانہ روی بہتر ہے۔ تقویٰ نیکوں کی
علامت ہے۔ احسان کرو کہ لوگ تمہارے
مطیع ہو جائیں گے مقدر ہو کر رہتا ہے۔
خدا کے احکام جاری اور نافذ ہیں۔
حرکت میں برکت ہے۔ سویرے اٹھنے میں
برکت ہے۔ گناہ کر کے انکار کرنا دوسرا
گناہ ہے۔ صلح اچھی چیز ہے۔ باپ کی
عزت اور بھائی سے محبت رکھو۔ سمر کرنا
ہو تو کتاب سے کرو۔ یاد رکھو کہ بزرگی حاصل
کرنا آسان نہیں ہے۔ حلم سے بردباری
آتی ہے۔ بات کرو تو سیدھی بات کرو۔
کام کرو تو اچھا کام کرو۔ گھر کی ضرورت
ہو تو پہلے پڑوسی کو دیکھو۔ سفر کرنا ہو تو

أنقص الناس عقلا من ظلم من
هو دونه ۞ فوضا مورك الی الله
واعلم ان لکل اجل کتاب
یعرف الحلیم عند الغضب
والشاجع عند الحرب ۞ والصدیق
عند الحاجۃ ۞
ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما
العلم یعلو ولا یعلی علیه
فتعلم او علم ۞ کن فی الدنیا
کانك غریب ۞ او کعابر طریق ۞
واتخذ الزاد فان السفر طویل ۞
واخلص العمل فان الناقد بصیر ۞
یحاسبك علی النقیر والقطمیر ۞
وجدد السفینه فان البحر عمیق ۞
وعجل بالتوبۃ قبل الموت ۞
واسرع بالواجب قبل الفوت ۞
یا بنی الایام تطوی والاعمار تفنی
والابدان فی الثری تبلی ۞
فکل ما هو ات قریب ۞
انصر عیب نفسك یشغلك
عن عیب غیرك ۞

پہلے ساتھی کو ڈھونڈو۔ خواہش ہو تو حق کی
ہو۔ خوف ہو تو خدا کا۔ یاد رکھو کہ اپنے اعمال کا
جواب دینا ہے۔ زندہ رہو تو عزت سے مرو تو
اچھی حالت سے۔ تکبر چھوڑو۔ غرور پھینکو۔
انجام کار کو سوچو۔ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔
کتاب سے بہتر کوئی دوست نہیں حق سے
بہتر کوئی تلوار نہیں۔ سچائی سے بہتر کوئی
مددگار نہیں صحت بڑی نعمت ہے کسی کا
حافظہ پتھر کی لکیر ہے۔ بہترین لباس تقویٰ
ہے۔ اور سب سے مضبوط بنیاد عقل ہے۔
علم سے عزت ہے۔ بڑوں کی تعظیم۔
اور چھوٹوں پر شفقت رکھو۔ دین کی حقیقت
نصیحت ہے۔ اے پیارے بیٹے خدا کے
احسانات بہت ہیں۔ دھوکا نہ کھانا۔
نعمت میں شکر۔ اور مصیبت میں صبر کرو۔
کم عقل وہی شخص ہے جو اپنے سے کم رتبہ والوں
پر ظلم کرے اپنے کام خدا پر سونپ۔ اور
جان لو کہ ہر ایک چیز لکھدی گئی ہے حلم والا
غصے کے وقت معلوم ہوتا ہے۔ اور
بہادر لڑائی کے وقت ظاہر
ہوتا ہے۔

من جالس العلماء وقّر ؛ ومن
مزّح استُخِفَّ به ؛
ومن کثر کلامه کثر خطؤه
ومن کثر خطؤه قل حیاؤه ؛
ومن قل حیاؤه قل ورعه ؛ ومن
قل ورعه ؛ مات قلبه ومن
مات قلبه دخل النار ؛
یا بنی زینة الفقر الصبر
لا شرف اعلیٰ من الاسلام ؛
ولا کرم اعز من التقویٰ ؛
ولا لباس للمرء اعز من العلم ؛
والحرص مفتاحُ التعب ؛
ولا تتحرك ذرة الا باذن الله ؛
قد جف القلم بما هو کائن ؛
کفیٰ الشیب للمرء ناهیاً ؛
الشیب رسول الموت ؛
آفة العلم النسیان ؛
خیر المال ما اخذ من الحلال
والید العلیا خیر من الید
السُّفلیٰ ؛

اور دوست ضرورت کے وقت ثابت
ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت
کرے تو وہ بڑی کامیابی حاصل کریگا۔
علم ہی بلند ہو کر رہتا ہے اوس پر کوئی چیز
برتر نہیں ہو سکتی پس علم سیکھو یا سکھلاؤ
دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرنا گویا کہ تم
مسافر یا راستہ چلنے والے ہو۔ اور ضرور
اپنے ساتھ توشہ تیار کرو۔ کہ سفر بہت
دراز ہے۔ یاد رکھو کہ اعمال میں اخلاص ہو
کیونکہ پرکھنے والا بڑا باخبر ہے۔ ذری
ذری چیز کا حساب دینا پڑیگا۔ کشتیٔ
سفر کی داغ دوزی کرلو کہ دریا بہت گہرا
ہے۔ موت سے پہلے توبہ کرلو۔ فوت
سے پہلے واجبات کو ادا کردو۔ اے
پیارے بیٹے دن گذر جاتے ہیں۔ اور
عمر فنا ہو جائیگی۔ اور جسم خاک میں پوشیدہ
ہو جائینگے۔ اس لئے ہر آنے والی
چیز کو قریب سمجھنا۔ اپنے عیب دیکھ لو
تو دوسروں کے عیب بھول جاؤ گے
علماء کے ساتھ بیٹھو تو عزت پاؤ گے۔
مذاق کرو تو خفت ہوگی۔ زیادہ کہنے سے

مَن اهتدیٰ فانما یهتدی لنفسه
ومن اساء فعلیها ؛
اللذات تفنیٰ ؛ والآثام تبقیٰ
صو بلج لقد وعظتني الایام
والشهور ؛
ورأیت الحزن والسرور ؛
وعلمت ان الزمان باهله عثور
وتیقنت أن آخر الامر الی القبور
فالعامل بالخیر مسرور والعامل
بالشر مغرور ؛
حرفة یعاش بها خیر من السؤال
عند الناس ؛
قلل من اللہ بن تعش حرا ؛
لا تؤخر عمل یومك الی غد ؛
کل عمل کرهت لاجله الموت
فاترکه فاذا ترکت لم تخش
من الموت ؛
ان الموت ماترك لذی عقل
فرحة ؛
الاجتهاد خیر بضاعة
والعلم خیر میراث ؛

غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور جس کی غلطیاں
زیادہ ہوں۔ اس کی حیا کم ہو جاتی ہے
اور جس کی حیا کم ہو اس کی پرہیزگاری
کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری
کم ہو۔ اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور
جس کا دل مردہ ہو اس کو جہنم میں جانا
ہوگا۔ اے پیارے بیٹے فقیری کی زینت
صبر ہے۔ اسلام سے بہتر کوئی بزرگی
نہیں۔ اور تقوے سی عزیز تر کوئی بھلائی
نہیں۔ اور علم سے بہتر کوئی لباس نہیں۔
اور حرص تکلیف کی کونجی ہے۔ خدا کے
بغیر حکم کوئی کاڑی ہل نہیں سکتی۔ جو کچھ
ہونا تھا اوس کو قلم لکھ دیا اور مقدر
ہو چکا انسان کو برائیوں سے روکنے
کیلئے بڑھاپا بہت کافی علامت ہے۔
بڑھاپا موت کا پیام ہے۔ حلم کی مصیبت
بھول ہے۔ وہی مال اچھا ہے جو حلال سے
کمایا جائے اور خیر کے کاموں میں خرچ
کیا جائے۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ
سے بہتر ہے۔ ہدایت پاؤ گے تو اپنے
نفس کیلئے اور برائی کروگے تو اپنے نفس پر

بنيّ اذا ارتفعت بالادب والعلم ؛
لا يخفظك فقرك ولا اليتم ؛
فاتخذ العلم ابًا والتقوى امًّا ؛
تبصر بنيّ ممّ خلقت والى اي شيئ
تتقلب ؛
فخلّ الخيلاء والغرور ؛
فان الله لا يحب كل مختال فخور ؛
يفعل الله ما يشاء ويحكم ما يريد ؛
بني لا احب لقاءك في الآخرة
الا ان ابقيت بعدك في الدنيا
احدى خلال ثلاث ؛ فانه
قد ورد بموت الانسان ينقطع
عمله الا من ثلاث علم ينتفع
به ؛ او صدقة جارية او
ولد صالح يدعو له ومثل
ذلك فليعمل العاملون

والسلام ختام

ہوگی - یاد رکھنا کہ خواہشات فنا ہوجائینگے
مگر گناہ باقی رہ جائینگے - اے پیارے بیٹے
دن رات سے میں نے سب نصیحت سیکھی
خوشی اور غمی کو دیکھ لیا معلوم ہو گیا کہ
انجام کار قبر ہی ہے - پس بھلا کرو گے تو
خوش رہو گے اور برا کرو گے تو [illegible] ہو گے -
محنت کی کمائی بھیک مانگنے سے بہت
بہتر ہے - قرض نہ ہو تو آزاد زندگی بسر
کر سکو گے - آج کا کام کل پر نہ ڈالو - جو
اعمال سے موت کا خوف ہو ویسے اعمال
ہرگز نکرو اگر ایسے اعمال نکرو گے تو موت
سے خوف نہ رہیگا - موت ایسی چیز ہے
جو سمجھداروں کے لئے کوئی خوشی باقی
نہیں رکھی - کوشش بہترین پونجی ہے
اور علم بہترین میراث ہے اگر تم کو علم و ادب
کی عزت حاصل ہوجائے تو یتیمی اور
فقیری تم کو ہرگز ذلیل نہیں کرسکتی -
پیارے بیٹے علم کو باپ سمجھو اور تقوے
کو ماں - پیارے بچے غور کرلے کہ تو کس
شئی سے پیدا ہوا ہے اور تجھ کو کس چیز
میں جانا ہے - پھر تو چھوڑ دے تکبر

اور غرور۔ یاد رکھنا اترانے والے اور فخر
کرنے والے کو خدا دوست نہیں رکھتا ہی۔
خدا کی چاہت ہو کر رہتی ہے اور اوس کا
ارادہ اٹل ہی۔ پیارے بیٹے تم دنیا میں
ضرور ان تین خصلتوں میں سے کوئی ایک
خصلت رکھ چھوڑ کر مجھ سے آخرت میں
ملنا کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جب
انسان مرجاتا ہے تو اوس کے اعمال
موقوف ہوجاتے ہیں لیکن اِن تین خصلتوں
میں سی کوئی ایک خصلت دنیا میں باقی
رکھے تو اوس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔
ایک تو علم ہے تاکہ لوگوں کو اوس سے
فائدہ پہونچے۔ دوسرا صدقۂ جاریہ
تیسرا نیک اولاد تاکہ اوس کے لئے دعا
کرتے رہے۔ عمل کرنا ہے تو ایسا ہی عمل
کرو والسلام ختام فقط
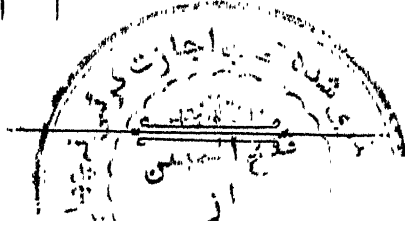
دار الثمین پربلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن (صانہا اللہ عن الشرور والفتن) کے چند علمائے کرام وفضلائے عظام کے تقاریظ کا ترجمہ بھی ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے

تقریظ (۱)

الحمد للہ اما بعد میں نے اس کتاب کو جو بطریقۂ سوال وجواب مرتب ہے دیکھا۔ مؤلف نے ابتدائے عبادات کے ضروری اور اہم مسائل ور صدر کتاب میں اصولیات کے مہم قواعد بیان کی ہے اور خاتمہ میں مصفیٔ قلوب تصوف صافی کے ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جن کی پیروی نہایت بہترین مطلوب کی موصل ہے طرفہ یہ ہے کہ عبارت کی سہولت میں نہایت جیّد طریقہ اختراع کیا گیا ہے اور ایسے کارآمد مسائل بیان کئے گئے ہیں جن سے فائدہ زیادہ اور منفعت بیشتر ہی الحاصل یہ بیش بہا نمونہ بین دلیل ہے کہ مؤلف کو تحقیق وتدقیق میں یدِ طولیٰ اور بہترین مشرب حاصل ہے اور مؤلف کتاب ہمارے عزیز دوست ومحب علامہ **شیخ سالم بن صالح باجطاب** ہیں خدا انہیں اس کار خیر کی جزائے جزیل عنایت فرمائے اور ہمیں اور ان کو اُس جماعت میں شامل فرمائے جو علم کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ کرتے ہیں خداوندا ہم کو اپنے نبیٔ کریم کیساتھ قیامت میں جمع فرما کہ تو ہی ہر شئی پر قدیر اور مجیب الدعوات ہے وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمدٍ وآلہ وصحبہ وسلم ؛

کتبہ العبد ابوبکر بن عبد الرحمن بن شہاب الدین سامحہ اللہ

تقریظ (۲)

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن والاہ ۔

امّا بعد ؛

میں نے اس کتاب کا اکثر حصہ دیکھا پس اُس کو حق اور صواب کے بالکل موافق پایا اہل علم کیلئے نہایت معین و مُمِد اور طلبہ کے لئے بھی بیحد مفید ہے اور یہ شوافع کے مذہب میں مرتب ہوا اس کے مستند اور معتمد علیہ ہونے میں فاضل محترم السید ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب ادام اللہ ظلہ علی رؤس الطلاب کی مدح و ستائش کافی دلیل اور وافی تفصیل ہے کیونکہ صاحب موصوف اہل البیت سے ہیں اور وہی اس کی خوبیوں سے زیادہ تر واقف ہیں میں تو ایک جاہل و عاصی بندہ فاعل و مفعول کو تمیز نہیں کرسکتا ہوں۔ اللّٰھم علمنا و زدنا علماً و وفقنا للعمل ؛

کتبہ السید محمد عمر الحسینی القادری الحنبلی کان اللہ لہ

تقریظ (۳)

سب تعریفیں اوس خدائے پاک کیلئے ہیں جو دین کو اسلام ہی میں منحصر فرمایا۔ اور مکارمِ اخلاق کی تتمیم (حضرت) محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلواۃ والتحیات کی بعثت فرماکر کیا۔ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر درود سلام ہو۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہوں کہ میں نے اِس کتاب کو نہایت غور و خوض سے بلکہ ہر ہر باب میں نہائت انتقاد اور افتقاد اور بہت ہی نظرِ عمیق اور فکرِ دقیق سے دیکھا سبحان اللہ کفایت سے اونچا اور انتہائی مدارج و غایت سے زیادہ پایا علاوہ ازیں عبارت کی وضاحت بیان کی سلاست اور ذکرِ مطالب کی سنجیدہ بیانی۔ اظہارِ مقاصد کی صاف زبانی ایسی ہے کہ کچھ ابتدائی عبارت دیکھتے ہی انتہائی عبارت کے لئے ذہن سبقت کرجاتا ہے پس کیا ہی بہتر اور مرغوب۔ سہل الحصول مطلوب ہے قسم بخدا میں نے کبھی اس سے سہل تر بیان نہیں دیکھا اور نہ اِس آفتابِ روشن

کے مانند کسی کو منور پایا خدائے پاک اس کے مؤلف و مرتب کی سعی بلیغ کو مشکور و مقبول فرمائے اور مؤلف کو سعادت دارین میں سے گردانے اور حاسدوں کے حسد اور چشم بدبین سے انھیں محفوظ رکھے آمین۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۶ہجری

کتبہ محمد طیب ابن الفاضل الشیخ محمد صالح بن عبد اللہ کاتب المکی

تقریظ (۴)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

میں نے ان تقریظات کو دیکھا اور سنا یہ سب کے سب نہایت صحیح اور صریح اور واجب الاعتماد۔ اور لائق استناد ہیں خدا ان سبھوں کو روز حساب جزا بہترین جزا عنایت فرمائے آمین۔

کتبہ العبد المشتاق الی رحمۃ ربہ الرحمن الصمد ابو عطا حسن الزمان محمد

(۲) محمد خیر المبین کان اللہ لہ فی الدنیا والاخری آمین بااللہ

تقریظ (۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

میں نے اس کتاب کے خاص خاص مواضع پر نظر ڈالا تو معلوم ہوا کہ طلاب کیلئے بہترین تذکرہ اور ارباب فہم و دانش کیلئے تبصرہ ہے خوبی یہ ہے کہ پہلے سوال جو نصف العلم ہے ذکر کر دیا گیا ہے اس کے بعد جواب سے تبصرہ کیا گیا ہے۔ خدا ہی کیلئے ہے مصنف کی خوبی اور ستائش کہ انھوں نے اس انوکھے با صواب اور بہترین طریقے کی اختراع فرمایا ہے خدائے تعالیٰ مصنف کو اس کی جزائے

جزیل دنیا و آخرت میں عنایت فرمائے۔

کتبہ محمد انوار اللہ عفی اللہ عنہ (۲) محمد منصور علی عفی عنہ

تقریظ (٦)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اور تمام خوبیاں اوس خدائے پاک کیلئے سزاوار ہیں جو رب الارباب ہے اور درود و سلام لاتعداد اوس ذات ستودہ صفات پر نازل ہو جو حکمت و فصل الخطاب دی ہوی ہستیوں میں افضل تر ہیں اور آپکے آل و اصحاب پر جو سخاوت کے معدن اور فاتح الابواب ہیں۔ اما بعد میں نے اس کتاب کے چیدہ چیدہ مواضع کو نظر غایر سے دیکھا۔ پس ان کو نہایت درست و صحیح اور بیش بہا موتی پایا جن میں کسی قسم کا شک ہے نہ شبہہ۔ خدائے پاک مؤلف کی محنت و جانفشانی کو مشکور و مقبول گردانے۔ کہ اُنھوں نے مسائل کی سہولت و تسہیل۔ اور فصول کی بہتر ترتیب۔ اور ابواب کی کافی توضیح و تفصیل فرمادی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ ثقتی والیہ مآب

کتبہ العبد الضعیف نعیم میر عبد الکریم العادی عفی عنہ سنہ ۱۳۲٦ شعبان

تقریظ (۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الخلاق العلیم والرؤف الکریم والصلوۃ والسلام علی نبیہ المختار و آلہ واصحابہ الابرار وانصارہ خیر انصار وعلی متبعیھم باحسان الی یوم القرار۔

اما بعد میں نے کتاب در الثمین کا مطالعہ کیا جو اصول شریعت و فروع دین

میں ہے اور جو عقیدۂ اشعریہ اور امام شافعیؒ کے مذہب مُذہّب میں لکھی گئی ہے
جس کو علامۂ محقق الشیخ سالم ابن صالح باحطاب نے تالیف فرمایا ہے۔ اور
ہر باب کو سوال وجواب کے طریقہ پر ترتیب دی ہے۔ ہر مقام پر اوس کے
مناسب نہایت نفیس تر مسائل بیان کئے ہیں بلکہ شائقین کے لئے عروس معانی
کی بناوٹ آرائی دکھائی ہے۔ مشکل مسائل کو آسان۔ اور دشوار مطالب کو
سہل البیان کردیا گیا۔ اور حجابات کو یک لخت اُٹھا دیا گیا ہے۔ بس یہ
پردازی فرحت انگیز۔ تبسّم خیز۔ بشارت آمیز ہے۔ الحاصل بالتحقیق
یہ کتاب صاف دلالت دے رہی ہے کہ مصنف کو علوم معقول۔ اور فنون
منقول میں یدِ طولیٰ حاصل ہے بلکہ اُنھیں اتنا حظّ وافر نصیب ہوا ہے جس کی
دستیابی اور حصول کے لئے بڑے بڑے فحول گردن فرازی کرکے
رہ گئے ہیں۔ بالجملہ اس کتاب میں مذہب مذکور کا لُبِّ لُباب ہے۔ اور
خلاصہ وصواب موجود ہے۔ اور فی الحقیقت یہی فصل الخطاب ہے۔
پس اس جیسے امور کیلئے ہی عمل کرنے والوں کو عمل کرنی چاہیئے۔ ولمثل
ذلك فليعمل العاملون سُبحان ربك ربّ العزة عما يصفون وآخر دعوانا
أن الحمد لله رب العالمين ٥

قاله واملاه صالح بن غالب سيف نواب جنگ حفيد سلطان حضرموت عوض بن عمر القعيطي اليافعي

تقریظ (۸)

پروردگارِ ہر دوسرا واہب فضل ونوال کی تعریف اور اوس کے
... ومواہب کا شکریہ ادا کرنے اور آن سرور کائنات حضرت
... نبی اصلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے برگزیدہ آل واصحاب پر درود وسلام

بھیج کر شرف حاصل کرنے کے بعد عرض ہے کہ بفضل ایزدی درالثمین فی اصول الشریعۃ وفروع الدین کی چھپائی ختم ہو چکی جو علامۂ فاضل جائے پناہ وکامل شیخ سالم بن صالح باحطا الحضرمی کی مؤلفہ ہے فی الحقیقت درالثمین اسم بامسمیٰ قیمتی اور بیش بہا موتی ہونے کے علاوہ خوبیوں کے اُن مدارج قصویٰ کو پہونچ چکی ہے جس کی تعریف میں جو کچھ بھی کہا جائے وہ ہیچ ہے اور اُس کی مدحت سرائی سے آلۂ تعبیر عاجز ہے۔ دینی مسائل منتخب ڈھانچوں میں گھڑے ہیں۔ اور مشکل نوادرات کو سہولت کی موتیوں سے جڑے ہیں۔ یقیناً سزاوار ہے کہ مؤلف اِس خیرِ عمیم کا اجر اور اللہ سے حظِّ وافر اور حصۂ تمام پاوے۔ طباعت اوس کی مطبعۂ دارالکتب العربیہ موقوعہ مصر حضرت سیّد احمدؐ الدردیر کے جِوار میں جامع ازہر کے قریب آخر رجب ۱۳۲۸ھ تیرہ سو اٹھائیس ہجری علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں ہوئی۔

کتبہٗ

الراجی غفران المساوی محمد زہری الغمراوی

رئیس المصحّحین مطبعۂ دار الکتب العربیہ

مِصر

تقاریظ علمائے کرام بر فتح المبین

تقریظ

علامۂ زماں وحید اقراں جامع منقول حاوی معقول عالم باعمل فاضل اجل حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب محترم صدر المدرسین مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد دکن ابقاہ اللہ

حامداً ومصلیاً۔ کتاب در الثمین مشتمل بر علوم ثلاثہ زبان عربی میں مصنفۂ جناب علامہ شیخ سالم باحطاب صاحب مدرس مدرسۂ نظامیہ عثمانیہ سرکارعالی کی ہے جس کا ترجمہ زبان اردو میں مصنف علامہ کے فرزند دلبند مولوی شیخ صالح باحطاب صاحب سند یافتہ مولوی و عالم و فاضل و کامل مدرسۂ نظامیہ عثمانیہ سرکارعالی نے نہایت سلیس اردو اور مفید عام احاطۂ بیان میں لایا ہے ترجمہ نہ صرف تحت لفظی ہے بلکہ نہایت صاف اردو میں مضمون کتاب عمدہ طور سے واضح کیا گیا ہے اس میں ایک فن فقہ شافعیہ اور عقائد توحید اور مبادی تصوف بھی ہے۔ جو اشخاص محض اردو ہی جانتے ہیں ان کیلئے بہت ہی مفید اور خلعت جدید ہے میں نے اس کتاب کے اکثر و مختلف اہم مقامات کو بغور دیکھا مترجم فاضل نے بہت خوبی سے حل مضمون کتاب کیا ہے اللہ تعالی

مصنف علامہ کی سعی مشکور فرمائے اور مترجم فاضل کو جزائے خیر عطا فرمائے
جزاھم اللہ تعالیٰ فی الدارین وما توفیقی الا باللہ العظیم ۵
کتبہ محمد یعقوب عفی اللہ عنہ صدر مدرس مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن

تقریظ (۲)

علامۂ دہر فرید العصر جامع شریعت و طریقت ماہر اسرار حقیقت و معرفت
حضرت مولانا مولوی محمد عبد القدیر صاحب محترم سینیر پروفیسر شعبۂ دینیات
کلیۂ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن اطال اللہ بقاءٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی محمد سید المرسلین وآلہ
واصحابہ الطیبین اجمعین ؛ ومتبعیھم الیٰ یوم الدین ۵

سارا عالم ہمارے لئے ہی تو کیا ہم بے کار ہیں ؟ نہیں ہم بھی کسی کیلئے اور کسی
کام کے لئے ہیں ۔ تو کیا اُس کا جاننا اور اوس کے احکام سے واقف ہونا
اور اس کے ملنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنا ضرور نہیں ؟ کیوں نہیں علم عقائد
سے معرفت حق ۔ فقہ سے احکام الٰہی ۔ تہذیب نفس سے سلوک الی اللہ کی
قابلیت پیدا ہوتی ہے ۔ ان اہم علوم میں میرے معزز کرم فرما علامۂ
شیخ سالم بن صالح باحطاب سلمہ اللہ لنفع الطلاب نے ایک
کتاب عربی زبان میں مسمّٰی بہ در الثمین لکھی جس پر استاد معظم السید ابوبکر

ابن شہاب العلوی اور خالِ محترم مولانا السید عمر الحسینی القادری نے تقریظ لکھی۔ وہ کتاب طبع ہوگئی اور اس سے مصر وجاوا وغیرہ مقامات کے اشخاص اور ہند کے عربی دانوں کو بیحد فائدہ پہنچا۔ اور اب وہ ایک مسلّم کتاب مانی جاتی ہے۔ اب شیخ مذکور کے فرزند مولوی شیخ صالح بن سالم باحطاب مولوی فاضل وکامل مدرسۂ نظامیہ نے کتاب مذکور کا ترجمہ عمدگی سے کیا ہے میں اکثر جگہ سے دیکھا ترجمہ نہایت صحیح اور بیحد شاندار ہے امید ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جس طرح باپ کی کتاب سے عربی دانوں کو فائدہ پہنچایا اوسی طرح فرزند کے ترجمہ سے بھی اردو دانوں کو فائدہ پہنچائیگا۔ خدائے تعالیٰ اِن عالم باعمل باپ بیٹے کو جزائے خیر سے دوجہاں میں سرفراز فرمائے۔ ۱۶؍ صفر ۱۳۴۲ ہجری روز جمعہ

فقیر محمد عبد القدیر۔ سینیر پروفیسر شعبۂ دینیات کلیۂ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

تقریظ (۳)

تقریظ الفاضل العلام زبدۃ العلماء الکرام مخدومنا الامجد مولانا المولوی قاضی غلام احمد التلیائی صدر المدرسین مدرسۂ محمدیہ جامع مسجد بمبئی دام اللہ فیضہ

امابعد خاکسار قلیل البضاعت نے الفتح المبین ترجمۃ الدر الثمین کا اکثر حصہ بہ نظر تحقیق و تدقیق دیکھا ماشاء اللہ ترجمہ کو اسم بامسمی پایا جس میں علامۂ مترجم مولانا شیخ صالح باحطاب نے اپنے فضل و کمال

پورا ثبوت دیا ہے اور طالبانِ علومِ دینیہ کے تشنہ لبوں کو زلالِ فصاحت اور
وضاحت سے سیراب و شادکام کیا ہے اُس منعمِ حقیقی کا ہزار ہزار شکر
ہے کہ ہدایتِ عامہ کیلئے اپنے خاص خاص بندوں کو توفیق رہنمائی عطا
فرماکر مستحقِ اجرِ عظیم کرتا ہے الدال علی الخیر کفاعلہ میں اپنے
مکرم مترجم مفخم کا نہایت مشکور ہوں کہ اِس سرمایۂ سعادت کے طبع و اشاعت سے
پہلے اِس سے مستفیض ہونیکا شرف بندہ کو عطا فرمایا۔ مذکورہ بالا عام
فیض رسانی کے صلہ میں اِن چند حروف سے زیادہ لکھنے کی حاجت متصور
نہیں ہوتی کہ جزاہُ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ؛ وعاملہ معاملۃ الاصفیاء
والاتقیاء حرر فی التاریخ الثامن شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ

کتبہ

القاصر عن التحسین الجلیل للکتاب والوصف الجمیل للعلامۃ
المترجم باحاطۃ القاضی غلام احمد التلیابی صدر المدرسین
فی المسجد الجامع للجزائر فی بلدۃ بمبئی صانہا اللہ تعالیٰ عن شرور
اصحاب الضلال والغی

تم الکتاب بعون اللہ الملک الوھاب فالحمد للہ علی ذلک وصلی اللہ وسلم علی محمد
وآلہ واصحابہ اجمعین ۵

صحتنامہ شرح المبین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		عقائد توحید		٢٩	١٥	مخص	مُختَص
٢	١١	ن دونوں	اندونوں	٣٢	٥	اور صفت	یہ صفت
٣	٥	خبیز	خبیر	٣٥	٩	امر	آمر
″	١٥	عریزی	غریزی	٤٥	″	تفصیلا	تفصیلاً
″	١٧	کسی	کسبی	٥٤	٣	موجوه	موجود
″	٢٠	غیبہ	غیبیہ	٥٦	٤	نزع	نزاع
٦	١٢	زباں اقرار	زبان سے اقرار	٥٨	١٩	تصبیفق	تصفیق
١٠	٢	س سے	اس سے	٥٩	١٧	معقول	معقول کے
١٣	١٨	محودا	مجحوداً	٦٢	″	یسفینی	یشفینی
١٤	٧	ضرورب	ضرورت	٦٦	١٣	دلیس	دلیل
١٨	٤	بھی	یہی	٧٠	١٩	لم یدخل	لما یدخل
٢١	″	تبلیع	تبلیغ	″	٢١	تمہائے	تمہارے
″	١٨	دینوی	دُنیَوی	٧٦	٤	بعض سے اشرف	بعض اشرف
٢٢	٢٠	بالاحماح	بالاجماع			فقہ شافعیہ	
″	٢١	یُغفِرُ	یَغفِرُ	٤	٦	ظاہر	طاہر
٢٣	٢٥	چوپانوں	چوپایوں	١٧	١٦	تغیبا	تغلیباً
٢٦	١٠	تقدیر	تقدیر پر	٢٠	١٥	حسنے	حسن نے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴	۸	ہوتی	ہوتی ہے	۱۳۶	۱۰	چبانا	نہ چبانا
″	۱۲	وجنایت	جنابت	۱۵۰	۱۴	میں	میں ہے
۳۱	۱۹	حیوات	حیوانات	۱۵۶	۱۰	جحرہ	جَمرہٗ
۴۵	۱۹	سوار ہر	سوار پر	۱۵۹	۱۶	حرم	حرام
۴۸	۶	جائین کی	جائینگی	۱۶۱	۴	جس ذکر	جس کا ذکر
″	۸	اداًیا	ادا گیا	۱۶۷	۱۱	ہیں	میں
۷۸	۱۰	انونث	اُنُوثت	۱۷۳	۸	غرض	عرض
۷۹	۱	مردھو	مرد ہو	۱۸۱	۴	باطلاق	یا طلاق
۱۰۱	۱۲	تینوں قسموں	آخری دونوں قسموں	۱۸۳	۸	ضروری	ضروری ہے
۱۰۶	۱۸	جائس	جائیں	۱۸۷	۱۴	عیب	عیب کی
۱۰۷	″	وعدتنا	و وعدتنا	۱۹۴		(مطلقہ قبل دخول کے آخری خانہ میں) "واجب ہے"	واجب نہیں ہے
۱۱۰	۵	حفیت	خفیت				
۱۱۳	۱۵	اس ہے	اس لئے	″		(جس عورت کا شوہر قبل دخول مرجائے کے خانہ میں)	
۱۱۴	۵	۔	علاوہ				
۱۱۵	۲۱	العضام	العظام				
۱۲۳	۱۶	دبنے	دُنبے			"نفقہ واجب ہے"	نفقہ واجب نہیں ہے
۱۲۵	۱۷	عسر	عُشر	۱۹۶	۱۹	۔	اھ تحفہ جلد (۲)،
۱۳۰	۹	مساکن	مساکین	۲۰۶	۱۳	برادرن	برادران
″	″	حایز	جایز	۲۰۷	۱۹	دورجدہ	دور کی جدہ